شہیدِ بالاکوٹ

سیّد احمد شہیدؒ کے بارے میں کچھ اہم اور نئی معلومات

○

حسین حسنی

○

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳ ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور، پاکستان

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

طابع : رانا اللہ داد خاں، مینجنگ ڈائرکٹر
ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳ ای شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور
مطبع اللہ والا پرنٹرز، لاہور
اشاعت :۔
اوّل اگست ۱۹۸۶ء ۱۱۰۰
دوم نومبر ۱۹۹۱ء ۱۱۰۰
قیمت :۔ ۲۷/- روپے

زیر اہتمام
دار الاشاعت اسلامی
۱۱- الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عنوانات

۱۔ انتساب	۴
۲۔ عرض مصنف	۵
۳۔ پیش لفظ از پروفیسر محمد ایوب قادری	۷
۴۔ اجنبی! بالاکوٹ میں	۱۱
۵۔ سیّد صاحبؒ کی تحریک کیا تھی؟	۴۷
۶۔ ایک خط	۵۲
۷۔ خط کا جواب	۵۴
۸۔ سیّد صاحبؒ	۵۷
۹۔ حیاتِ سیّد صاحبؒ کے تاریخ وار واقعات	۲۳۵
۱۰۔ سیّد صاحبؒ کے زمانے کے انگریز گورنر جنرل	۲۳۸
۱۱۔ کتابیات	۲۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

انتساب

"اچھّے ابا"

عمِ محترم جناب حافظ سیّد محمد طلحہ صاحب مرحوم

ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل۔ پروفیسر عربک

اورنٹیل کالج لاہور کے نام

www.abulhasanalinadwi.org

عرضِ مصنّف

ستمبر ۱۹۵۴ء میں جب میں ملازمت کے سلسلے میں ایبٹ آباد پہنچا تو مجھے بالاکوٹ جانے کا اشتیاق ہوا۔ لہٰذا ۲۵ دسمبر کی چھٹی میں میں بالاکوٹ پہنچ گیا۔ واپسی پر رپورتاژ "اجنبی! بالاکوٹ میں" تحریر کر ڈالا۔ یہ رپورتاژ دو اقساط میں "قندیل" لاہور، ۳۱ جنوری ۱۹۶۸ء میں شائع بھی ہوا۔ جب میں نے یہ رپورتاژ اپنے عزیز دوست مولانا نعمت اللہ قادری برادرِ پروفیسر محمد ایوب قادری کو دکھایا تو ان کی خواہش ہوئی کہ میں بھی سید صاحبؒ کے بارے میں اپنے ہی انداز میں کچھ تحریر کردوں۔

میں نہ تو کوئی مؤرخ ...... نہ محقق ...... کچھ سمجھ میں نہیں آیا کیا اور کس طرح لکھوں؟ کیونکہ مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا غلام رسول مہرؔ کی تصانیف کے بعد کچھ لکھنا ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا۔ مگر اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا کوئی عیب نہیں بلکہ سعادت مندی ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی اس کوشش میں ان دونوں محترم بزرگوں کی کتابوں ہی سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کے بارے میں یا تو ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں یا پھر اتنے مختصر کتابچے کہ نہ ہونے کے برابر۔ میں نے کوشش کی ہے کہ سید صاحب کی زندگی اور ان کے کارناموں کو اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

میں نے سید صاحب کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً یہ کہ سید صاحب کو ہمیشہ "بریلوی" لکھا جاتا ہے جس سے بانس بریلی کا شبہ ہوتا ہے حالانکہ وہ "رائے بریلی" کے تھے لہٰذا انھیں "رائے بریلوی" لکھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ میں نے اس زمانے کی تاریخ بعض ہمعصر شخصیات اور مقامات کا تذکرہ خاص طور سے کیا ہے۔ مقامات کے سلسلے میں بعض مقامات کے جغرافیائی یا طبعی حالات اور آب وہوا اور بلندی کا تذکرہ بھی کر دیا۔ مقامات اور راستوں کو سمجھنے کے لیے نقشے بھی دیے ہیں۔ بالاکوٹ اور ٹونک کے فوٹو میں نے خود اتارے اور تکیہ (رائے بریلی) کے فوٹو منگا لیے۔

میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کتاب مختصر مگر جامع، معلومات افزا اور دلچسپ ہو مگر ساتھ ہی سنجیدگی اور احترام بھی ملحوظ رہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اپنی اس حقیر کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا۔ اسی لیے یہ فیصلہ میں قارئین پر ہی چھوڑتا ہوں۔

حسنی
حسین

۹ — ۳ — ۸

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

از: پروفیسر محمد ایوب قادری

برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ مذہبی و معاشرتی انحطاط بھی شروع ہو گیا، ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اضمحلال در آیا، مگر اسی کے ساتھ ساتھ چند ایسی ہستیاں بھی وجود میں آتی رہیں کہ جو اصلاح و تذکیر کا کام انجام دیتی رہیں۔ اس سلسلے میں خانوادۂ ولی اللہ کا نام اور کام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ سید احمد شہیدؒ اسی خانوادۂ عالی کے فیض یافتہ ہیں۔ انھوں نے ملت کے استحکام، دین کی بقا اور مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لیے تحریکِ اصلاح و جہاد برپا کی اور برصغیر کے مسلمانوں میں وہ روح بیدار کر دی کہ جس کی حرارت آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔

سید احمد شہیدؒ نے بظاہر بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش کیا، حقیقت میں بقائے دوام حاصل کی جو لوگ اپنے عظیم مقصد کے حصول میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں دراصل وہ حیاتِ سرمدی حاصل کرتے ہیں۔

سید احمد شہیدؒ اور تحریکِ جہاد پر ضخیم سے ضخیم کتابیں شائع ہو چکی ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اس تحریک کے مؤرخین میں جعفر تھانیسری، غلام رسول مہر اور ابوالحسن علی میاں حسنی کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آخر الذکر بزرگ علی میاں خانوادۂ سید احمد شہیدؒ کے معزز رکن ہیں۔ ان کی کتاب "سیرتِ سید احمد شہیدؒ" اپنے موضوع پر معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔

زیرِ تبصرہ کتابچہ کے مؤلف بھی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی اور خانوادۂ سید احمد شہیدؒ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے آج سے تقریباً چوتھائی صدی قبل بالاکوٹ کا سفر اختیار کیا تھا۔ انھیں تعلق شہید ہی کشاں کشاں وادیٔ کنہار اور کوہسار بالاکوٹ لے گیا تھا۔ حسنی صاحب نے اس یادگار سفر کی روداد بھی قلمبند کر لی تھی۔

انھوں نے یہ داستان نہایت سادہ و سلیس زبان میں پیش کی ہے۔ اندازِ بیاں دل چسپ اور معلومات آفریں ہے۔ حسنی صاحب کے قلم میں روانی ہے۔ انھوں نے خوب منظر کشی کی ہے، بلکہ تھوڑی دیر کے لیے قاری خود کو کنہار کے کنارے اور بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر پاتا ہے۔ حسنی صاحب محاوروں کی نفسیات اور ان کے روزگار کی تکنیک سے بھی خوب واقف ہیں۔ انھوں نے سید صاحبؒ کی قبر کے متعلق بھی اپنی رائے پیش کی ہے جو بڑی حد تک قرین الی الصواب ہے۔ ظالم سکھوں نے سید صاحبؒ کی لاش کو قبر سے نکال کر ٹکڑے کر دیا اور ان ٹکڑوں کو دریا

www.abulhasanalinadwi.org

میں بہا دیا، لہٰذا زیادہ صحیح یہ ہے کہ سید صاحبؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے منسوب قبریں جعلی ہیں ——— حسنی صاحب نے یہ کتابچہ لکھ کر ایک اچھی روایت کا آغاز کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو حسنِ قبول عطا فرمائے

محمد ایوب قادری

۵ مئی ۱۹۷۰ء

ناظم آباد۔ کراچی نمبر ۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اجنبی بالاکوٹ میں

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

۳۹۳۳
تین ہزار نو سو تینتیس فٹ کی بلندی کا جہاں پتھر لگا ہوا تھا وہاں تک چڑھنے کے بعد اب بس چکر کھاتی ہوئی نیچے کی طرف دریائے کنہار کی وادی میں اترنے لگی تھی۔

پہاڑ دیودار اور چیڑ کے گھنے اور سبز جنگلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ یہ جنگل اتنے گھنے تھے کہ زیادہ فاصلے کی چیز اچھی طرح نظر نہیں آتی تھی۔

یکایک ایک جگہ بہت گہری گھاٹی میں پہاڑ کی بلندی پر سے سفید سفید ریت چمکتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے قریب بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے کاغانی سے پوچھا:

یہ کیا ہے؟

یہی دریائے کنہار ہے۔

یہ منظر پلک جھپکنے میں غائب ہو گیا کیونکہ پھر گنجان درخت سامنے آ گئے تھے۔ ہاں کہیں کہیں سے جہاں زیادہ درخت نہ تھے۔ دُور

www.abulhasanalinadwi.org

برف سے ڈھکا ہوا "موسیٰ کا مصلیٰ"[1] بار بار نظر آجاتا تھا۔

ایک نوجوان کاغانی تاجر نے مجھ سے پوچھا:

"آپ اس سردی کے موسم میں بالاکوٹ کیوں جا رہے ہیں سیزن میں جانا چاہیے تھا۔ سیزن میں بہت سے لوگ جاتے ہیں۔"

میں نے کہا:

"میرا مقصد وہاں کے سیزن کا لطف اٹھانا نہیں ہے بلکہ وہاں کچھ مزار ہیں ان کو دیکھنے جا رہا ہوں۔"

"ہاں ــــــ! شاہ اسماعیل شہید کا مزار ــــــ بہت سے لوگ جاتے ہیں۔"

اس کا خیال تھا کہ شاید میں نے کوئی منّت مانی ہے اور مراد پوری ہو جانے کے بعد ــــــ وہاں چڑھاوا یا چادر چڑھانے جا رہا ہوں۔ میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"میں سیّد احمد شہیدؒ رائے بریلوی کے مزار کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں، میں انھیں کے خاندان میں سے ہوں۔"

اب تو اسے بڑی حیرت ہوئی اور اس نے بڑے تعجّب سے پوچھا:

---

[1] وادیٔ کاغان کی ایک اونچی چوٹی جو ایبٹ آباد سے بھی نظر آتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

"آپ سید ہیں؟"

اُسے شاید اس بات کا یقین نہیں تھا، اُسے کیا کسی کو بھی یقین نہیں تھا۔ لوگ میرے حلیے کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ انگریزی طرز کے بال، سیاہ چشمہ، رنگین ٹائی، گرم خاکی سوٹ اور سیاہ اوور کوٹ۔

اب دریائے کنہار صاف نظر آنے لگا تھا۔ بس چکر کاٹتی ہوئی نیچے اُترتی چلی جا رہی تھی۔ نیچے وادی میں اُترنے کے بعد ایک بڑے اور چوڑے برساتی نالے میں سے گزر کر گڑھی حبیب اللہ کی طرف بڑھنے لگی۔

یہاں سے بس نے بالاکوٹ کی سڑک جو دریائے کنہار کے کنارے کنارے لے گئی ہے چھوڑ دی، اور تقریباً دو میل چلنے کے بعد دریائے کنہار کا پُل عبور کر کے گڑھی حبیب اللہ کے بس اسٹینڈ پر پُل سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔

ایک چھوٹی سی پہاڑی پر گڑھی حبیب اللہ کی بستی نظر آتی تھی۔ دریائے کنہار کے دوسرے کنارے پر دیوار کی مانند ایک انتہائی اونچا پہاڑ کھڑا تھا جس کی آخری چوٹی پر ایک چھوٹا سا دیودار کا درخت تھا۔ اسی پہاڑ اور دریا کے درمیان جگہ نہ ہونے کی وجہ سے پہاڑ کاٹ کر اور زمین ہموار کر کے ڈاک بنگلا بنایا گیا تھا۔

پُل سے ملی ہوئی ایک پختہ قبر بنی ہوئی تھی جس کے متعلق یہ قصہ

www.abulhasanalinadwi.org

مشہور ہے کہ شہادت کے بعد سید احمد شہیدؒ کا سر جسم سے جدا ہو کر بالاکوٹ سے دریا میں بہتا ہوا یہاں آگیا تھا اور لوگوں نے اسے نکال کر یہاں دفن کر دیا تھا۔

میں نے ایک دکاندار سے پہلے تو اِدھر اُدھر کی باتیں پوچھیں:

"گڑھی میں بجلی ہے؟"

"او تم دیکھتا نہیں ــــ با تمہارے سر پر۔ یہ کیا تار جا رہا ہے!"

اس نے بڑی بدتمیزی سے جواب دیا کیوں کہ میں اس کے سنگتروں کو کھٹا بتا چکا تھا اور مزید لینے سے انکار کر دیا تھا۔ مجھے تو سید شہیدؒ کے سر کے متعلق اس روایت اور اس قبر کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اس کے متعلق یہاں کے لوگوں کا کیا خیال ہے؟

"یہ پُل کے قریب کس کی قبر ہے؟"

"او ــــ تم نہیں جانتا ــــ یہ سید احمد بریلوی کے سر کا قبر ہے۔ جو بڑا بھاری بخاری سید تھا۔ بڑا بہادر اور غازی تھا۔ سکھوں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اس کا سر کٹ کر ندی میں بہتا ہوا یہاں آگیا اور اس کو یہاں دفن کر دیا۔"

ناواقفوں کے نزدیک ہر سید بخاری ہوتا ہے کیوں کہ میں نے اس قسم کی قبروں کے بارے میں جہاں بھی استفسار کیا تو یہی جواب ملا کہ یہ سید تھے اور بخارا سے آئے تھے۔

بس کا ہارن ہوا۔ سب مسافر پھر بس میں بیٹھ گئے۔ بات یہ ہے

کہ جو بس بالاکوٹ جاتی ہے اسی کو گڑھی حبیب اللہ بھی جانا پڑتا ہے۔ بس پھر واپس ہو کر پل عبور کر کے دریائے کنہار کے کنارے کنارے بالاکوٹ کی سڑک پر ہو گئی۔

دریائے کنہار سڑک کے ساتھ ساتھ پتھروں سے ٹکراتا بہتا چلا جا رہا تھا۔ سڑک کے ایک طرف دریا تھا اور دوسری طرف پہاڑ۔ کبھی کبھی سڑک انتہائی پُر خطر موڑوں سے گزرتی تھی اور کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ذرا سی غلطی سے بس دریا میں لڑھک کر گر جائے گی۔

وادی کہیں پھیل گئی تھی جس میں دھان کے کھیت اور پھلوں کے باغات تھے اور کہیں تنگ ہو گئی تھی کہ سڑک کو دریا کے اوپر پہاڑ کی کمر کاٹ کر نکالا گیا تھا۔ کہیں کہیں پہاڑی چشموں میں سے بس گزرتی تھی جن کے اوپر پل نہیں بنائے گئے تھے۔ وادی میں چشموں کے پانی کو خاص انداز سے باندھ کر چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئیں ہیں جن سے آبیاری ہوتی ہے۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے بس بالاکوٹ کے بس اسٹینڈ پر پہنچ گئی۔ سامان اٹھوا کر میں محکمہ جنگلات کے رینجر صاحب کے بنگلے پر پہنچا جہاں مجھے ٹھہرنا تھا۔

صاحب موصوف کہیں باہر گئے ہوئے تھے اس لیے سامان رکھ کر میں سیّد احمد شہید رائے بریلویؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی غرض سے چلا گیا جو بنگلے کے سامنے سڑک کی دوسری جانب ایک چار دیواری

www.abulhasanalinadwi.org

میں تھا۔

بالاکوٹ کی بستی پر سے دھوپ چلی گئی تھی اور اب صرف پہاڑوں کی انتہائی بلند چوٹیوں پر چمک رہی تھی۔ چاروں طرف انتہائی اونچے اونچے پہاڑ کھڑے تھے۔ بالاکوٹ دریائے کنہار کی گہری گھاٹی میں دریا کے دونوں طرف آباد ہے۔ اس کے دونوں کا ایک تنگ پل دونوں حصّوں کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ پل پر سے صرف جیپ گزر سکتی ہے۔ (اب نیا اور کافی چوڑا پل بن گیا ہے)۔

بالاکوٹ وادیٔ کاغان کا دروازہ ہے۔ اس حسین اور دل کش وادی کی ساری تجارت بالاکوٹ ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ بالاکوٹ کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً تین ہزار ایک سو فٹ ہے۔

میں ایک تنگ سی گلی میں ہو کر چار دیواری کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر چھوٹے چھوٹے درختوں کا سایہ تھا۔ پختہ اور سب سے اونچی قبر سیّد شہیدؒ کی تھی۔

ع خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہال ملّت ما سازگار آمد!

کوئی مجاور نہیں تھا، کوئی چادر نہیں تھی، کوئی چراغ نہیں تھا۔ ہاں کچھ سرخ اور چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں اِدھر اُدھر جھاڑیوں میں اٹکی ہوئی تھیں مگر یہ ناممکن تھا کہ کوئی مجاور نہ ہو۔ باہر نکل کر قریب کے گھی والے سے جس کی دکان اسی گلی میں تھی پوچھا:

www.abulhasanalinadwi.org

"یہاں کا کوئی مجاور بھی ہے؟"

وہ بھاگا بھاگا گیا اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت کو اپنے ساتھ لے آیا۔

"یہاں کی مجاور تم ہو ــــــ؟"

"ہوں!"

"اور کوئی نہیں ــــــ؟"

"میرا بیٹا سی جو باہر گیا سی"۔

اب میں نے گھی والے سے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مزار کی بابت پوچھا:

"دوسرا مزار کدھر ہے؟"

"زندہ شاہ پیر کا؟" ــــــ دریا کے پار اشارہ کر کے "وہ۔ اُدھر کو سی"۔

عام طور سے اس علاقے میں شاہ شہیدؒ کی سیّد شہیدؒ سے زیادہ شہرت ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہاں کے لوگ شاہ شہیدؒ کو انتہائی عقیدت میں "زندہ شاہ پیر" کہنے لگے ہیں۔ اس کے علاوہ بالاکوٹ میں لوگ سیّد شہیدؒ کو "میاں صاحب" اور شاہ شہیدؒ کو "شاہ صاحب" کہتے ہیں۔

میں معمولی سے بازار سے گزر کر رسّوں کے پُل پر سے ہوتا ہوا پوچھتا پوچھتا "زندہ شاہ پیر" کے مزار پر پہنچا اور دل میں یہ سمجھتا رہا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر جا رہا ہوں۔

مزار کے باہر دالان میں ایک ادھیڑ عمر کے پیر صاحب ہاتھ پیر پھیلائے ہوئے لیٹے تھے اور ایک نوجوان چیلا ان کے جسم پر مالش کر رہا تھا۔ چند لوگ قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کر ان میں سے ایک پیر نما ادھیڑ عمر کا آدمی میری طرف بڑھا۔ میں سیدھا چار دیواری کے اندر چلا گیا۔ وہ پیر صاحب بھی میرے پیچھے پیچھے اندر آئے۔ چار دیواری کے اندر قبہ بنا ہوا تھا۔ میں قبے کا دروازہ تلاش کرتے ہوئے قبے کا پورا طواف کر گیا۔ ایک طرف چھوٹی سی کھڑکی نظر آئی جس میں سر بھی مشکل سے اندر جا سکتا تھا۔ کھڑکی میں تالا لگا ہوا تھا۔ پیر صاحب میرے پیچھے پیچھے تھے۔ انھوں نے بڑھ کر تالا کھولا۔

میں نے پوچھا "یہ کس کی قبر ہے؟"

"یہ زندہ شاہ پیر کی بیٹھک ہے۔"

"کون زندہ شاہ پیر؟"

"اجمیر والے خواجہ کے گدی نشین۔"

میں نے پوچھا "بیٹھک سے کیا مطلب ہے؟"

"یہاں انھوں نے چلہ کھینچا تھا۔ ان کی بہت سی بیٹھکیں ہیں۔ حسن ابدال میں بھی ان کی بیٹھک ہے اور مظفر آباد میں بھی بڑی بھاری بیٹھک ہے۔"

اندر بے انتہا تاریکی تھی۔ جالی میں سے جو روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی

www.abulhasanalinadwi.org

اس سے دکھائی دیتا تھا کہ قبر پر ایک سبز رنگ کی چادر چڑھی ہوئی ہے قریب میں بجھے ہوئے مٹی کے چراغ رکھے ہوئے ہیں اور سرہانے لوبان سُلگ رہا ہے۔

میں معاملے کو سمجھ چکا تھا۔ خدا کا شکر ہے یہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی قبر نہیں تھی۔ ورنہ مجھے بے انتہا صدمہ ہوتا۔

دسمبر کی سخت سردی اور شام کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں مجھے دریائے کنہار کے برفیلے پانی سے ہاتھ منہ دھوتا ہوا دیکھ کر پُل پر سے گزرنے والوں کو تعجب تھا۔

سردیاں ہونے کی وجہ سے دریا میں پانی بہت کم تھا۔ سردیوں میں پہاڑوں کی برف بہت کم پگھلتی ہے اس لیے پانی بھی بہت کم آتا ہے آدھے سے زیادہ دریا خشک تھا میں پُل پر سے اُتر کر اور پتھروں پر سے ہوتا ہوا بیچ دریا میں ایک چٹان پر بیٹھا ہوا وادیٔ کاغان کے برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کے یخ بستہ پانی سے راستے کا گرد و غبار دھو رہا تھا۔

جب میں چھوٹے سے دیہاتی بازار سے پھرتا پھرتا بنگلے پر پہنچا تو منیجر صاحب تشریف لے آئے تھے اور نوکروں سے میرے بارے میں پوچھ رہے تھے میں نے بڑھ کر معانقہ کیا۔ وہ بڑے تپاک سے ملے۔ علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا "حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مزار کدھر ہے؟" انھوں نے بتایا کہ "وہ ذرا دور ہے۔ صبح

www.abulhasanalinadwi.org

چپراسی کو ساتھ کر دوں گا وہ آپ کو وہاں لے جائے گا اور دوسرے اہم مقامات بھی دکھالائے گا۔ میں صبح دورے پر جا رہا ہوں اس لیے آپ کے ساتھ نہ جاسکوں گا" پھر وہ میرے کھانا کا انتظام کرنے اندر چلے گئے۔

مہمان خانے میں میرے سونے کا انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ آتشدان میں آگ جل رہی تھی۔ میں نے ملازم کو آگ جلانے سے منع کر دیا کیونکہ یہاں ایبٹ آباد کے مقابلے میں زیادہ سردی نہیں تھی۔

جب میں نے ایبٹ آباد میں بالاکوٹ جانے کا اظہار کیا لوگوں نے مجھے منع کیا "اس موسم میں وہاں جانے سے سردی سے نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ وہ کاغان کا دروازہ ہے جو برف کا گھر ہے" مگر بعض جاننے والوں نے بتایا کہ وہاں ایبٹ آباد سے کم سردی ہوگی۔ کیوں کہ بالاکوٹ دریا کے کنارے واقع ہے اور ایبٹ آباد سے بلندی میں بھی تقریباً ایک ہزار دو سو فٹ کم ہے تاہم میں نے سردی کا پورا انتظام کر لیا تھا اور ایک برساتی بھی لے لی تھی تاکہ بارش یا برف باری ہو تو وہ کام آسکے۔

میں کھانا کھانے کے بعد باہر ٹہلنے کے لیے نکلا۔ ستارے پہاڑوں پر اُتر آئے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ جگنوؤں کی طرح ہر طرف اڑتے پھر رہے ہیں۔ ساری وادی ایک ہلکے سے نور سے منور تھی اور ایک سکوت طاری تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں بنگلے کی سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آ گیا۔ سید شہید کے مزار کی چار دیواری میں لگے ہوئے خیراتی صندوق کا تالا کھول کر کوئی آدمی دن بھر کے جمع شدہ پیسے نکال رہا تھا۔ اندھیرے میں چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک دوسرے آدمی سے جو گلی میں سے نکل رہا تھا پوچھا "اس مزار کا مجاور کہاں ہے؟"

اس نے خیرات کے پیسے نکالنے والے آدمی کو آواز دی "او سائیں ملنگے ــــ تسی نوں کوئی پچھدا اے۔"

"کی پچھدے او جی؟" ــــ سائیں ملنگے نے میری طرف اندھیرے میں بڑھتے ہوئے کہا۔

میں نے بڑھ کر ہاتھ ملایا اور پوچھا "اس مزار کے مجاور تم ہو؟"

"جی۔"

میں اس سے پوچھنے لگا "یہ کون صاحب تھے ــــ اور کہاں کے تھے؟"

وہ کہنے لگا "یہ بہت بھاری غازی سید بادشاہ تھے۔ بریلی کے رہنے والے تھے۔"

"ہوں! ــــ تمھیں نہیں معلوم ــــ!" میں نے کہا "یہ بریلی کے نہیں ــــ رائے بریلی کے تھے۔ تم یہاں کے مجاور ہو اور تمھیں ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں! ــــ میں انھیں کے خاندان سے ہوں۔ جس جگہ کے یہ رہنے والے تھے وہیں کا میں بھی ہوں۔ جس جگہ

www.abulhasanalinadwi.org

یہ پیدا ہوئے تھے وہیں میں بھی پیدا ہوا ہوں۔ میں تمہیں شام سے تلاش کر رہا ہوں۔ میں تمہارے گھر چلوں گا اور تم سے بہت ساری باتیں پوچھوں گا۔"

"بسم اللہ، بسم اللہ! اسی تو مزدوری کرنے چلے گئے تھے بادشاہو۔ اسی تو تمہارے غلام ہیں۔ تسی تو ہمارے سرکار ہو۔ تساں سیدھے ہمارے گھر آنا چاہیے تھا۔

وہ کچھ مرعوب اور کچھ مسرور سا ہو کر میرے پیچھے پیچھے اندھیری گلی میں چلنے لگا۔ گلی چار دیواری کے ساتھ ساتھ ڈھال پر دریا کی طرف چلی گئی تھی۔ جب گھر قریب آیا تو مجھ سے آگے بڑھ گیا اور گھر میں سے چراغ لانے کے لیے آواز دی۔

میں ایک کچی دیواروں کے نیچی چھت والے کمرے میں داخل ہوا جس میں ایک چارپائی پڑی تھی۔ وہ بھاگا بھاگا اندر گیا اور ایک پرانا ریشمی گدیلا اٹھا لایا۔ پھر مجھے کھرّی چارپائی پر سے اٹھایا اور گدیلا بچھا کر بڑے احترام سے بٹھایا اور شور مچا کر گھر کے تمام افراد کو اکٹھا کرنے لگا۔ وہ میرے آنے سے بہت خوش تھا۔ اس نے دو دو دیے لا کر رکھ دیے تھے۔

وہ ایک بیس بائیس برس کا نوجوان لڑکا تھا۔ ذرا ذرا سی داڑھی آگئی تھی۔ ایک قمیض اور ایک پھٹی ہوئی واسکٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے بیان کے مطابق باپ نے مرتے وقت اس کو اسی لین کا سارا "علم"

www.abulhasanalinadwi.org

تھوڑا تھوڑا سب بتا دیا تھا اور اسے "اس لین" کے لیے فارغ التحصیل کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگا:

"حضور میاں صاحب کی برکت سے منّتیں، مرادیں بڑی جلدی پوری ہو جاتی ہیں۔ بڑی دور دور سے لوگ مرادیں لے کر آتے ہیں۔ گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین فاتحہ پڑھنے آئے تھے۔ گورمانی صاحب آئے تھے اور بہت بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔ یہ میاں صاحب ہمارے حضور کی برکت ہے کہ بالاکوٹ کی بستی قائم ہے۔"

میں نے کہا "منّتیں مرادیں پوری کرنے والا تو خدا ہے اور یہ اسی کی ذات بے ہمتا کو زیب دیتا ہے کہ کوئی اس سے مانگے اور وہ اس کی مانگ پوری کرے۔ میاں صاحب سے مانگنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو یہ بتاؤ کہ یہ ایک نیک اور سچے مسلمان تھے اور لوگوں کو سیدھی سچی اور صاف راہ بتانے نکلے تھے۔ اس کام میں انھوں نے اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی۔ وہ منّتیں مرادیں پوری نہیں کرتے۔ وہ تو خدا کے ہاتھ ہے۔ تم کسی کو چادر مت چڑھانے دو۔ آس پاس کی جھنڈیاں نوچ ڈالو اور قبر پر چراغ بھی مت جلاؤ۔"

پھر میں نے پوچھا "تم کیا کرتے ہو؟"

"اسی تو محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ سامان اٹھاتے ہیں۔ کسی کا کام کر دیتے ہیں بڑا اسی کے جنگل میں جو ٹرک الٹ گیا تھا آج دن بھر اس کے ٹوٹے پھوٹے پرزے اور سامان اٹھایا کیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سب ہاتھ چھل گئے۔ گورمانی صاحب نے پوچھا تھا کیسے گزر کرتے ہو۔ اسی نے ان سے بھی یہی کہا تھا اسی تو محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ پھر انھوں نے خوش ہو کر اسی کو دس روپے دیے تھے۔

راستے میں اس الٹے ہوئے ٹرک کے بچے کھچے ٹکڑے اور ریزے ایک گاڑی میں لادے جاتے ہوئے ملے تھے، جو اسی بلندی پر سے گھر سے کھڈ میں لڑھک گیا تھا، جہاں تین ہزار نوسو تینتیس (۳۹۳۳) فٹ کی بلندی کا پتھر لگا ہوا تھا۔ ٹرک اپنے ساتھ دو تین دیو دار کے درخت بھی اکھاڑ کر لیتا ہوا نیچے کھڈ میں چلا گیا تھا۔

مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ دنا اور اس کے گھر والے محنت مزدوری کر کے حق حلال کی روزی کھاتے ہیں۔

وہ کہنے لگا "میرا چھوٹا بھائی کاغان میں جیپ چلاتا ہے۔ آپ سیزن میں آئیں تو پھر کاغان کی سیر کو جائیں۔ اسی بھی آپ کے ساتھ جائیں گے خوب سیر کرائیں گے۔ اب کی بھائی کو لائسنس بھی مل جائے گا۔ وہ جیپ چلائے گا خوب سیر کریں گے۔"

جب تک میں وہاں بیٹھا رہا اندر سے روئی دھنکنے کی آواز مسلسل آتی رہی اور دوسری آواز قریب میں دریا کے پتھروں سے ٹکرا کر شور مچانے کی آ رہی تھی۔

میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس نے عبداللہ بٹ کی کتاب "شاہ اسماعیل شہیدؒ" دکھائی جو کسی نے اس کو دی تھی۔ میں نے پوچھا:

www.abulhasanalinadwi.org

"یہ زندہ شاہ پیر کون تھے"؟

وہ ایک محقق کی طرح بتانے لگا۔

"یہ بہت بھاری پیر تھے ان کی بہت جگہ بیٹھکیں ہیں حسن ابدال میں بھی یہی ہیں۔ مظفرآباد میں بھی یہی ہیں۔ وہاں بڑا بھاری میلہ بھرتا ہے۔ یہ بستی بھی انھی کے نام پر "بالاکوٹ" کہی جاتی ہے"۔

ایک مرتبہ حضور دریا کے کنارے سے بیٹھے ہوئے دریا میں پتھر ڈال رہے تھے۔ کسی نے پوچھا حضور آپ کیا کرتے ہو۔؟ حضور کہنے لگے دریا پر پل بناتا ہوں"۔ آج اسی جگہ پر پل بنا ہوا ہے"۔

وہ بتانے لگا کہ زندہ شاہ پیر کی گدی بھی اس کے باپ دادوں کے پاس تھی مگر بعد میں دوسروں نے اس پر قبضہ کر لیا، دوسرے معنوں میں جائداد سے بے دخل کر دیا۔ وہ گدی کے چھوٹ جانے کا بہت افسوس کرتا رہا۔ میں نے یوں ہی پوچھ لیا:

"کیا یہاں ہندو اور سکھ بھی رہتے تھے"؟

"وہ بڑا بزنس کرتے تھے اور میاں صاحب کو بہت مانتے تھے اس گلی میں ایک سکھ کی دکان تھی جو کاغان سے گھی کی تجارت کرتا تھا۔ میاں صاحب کو بہت مانتا تھا۔ میاں صاحب کی برکت سے اس کی تجارت بہت چلتی تھی"۔

جب گڑبڑ کے زمانے میں ہندو اور سکھ تھانے میں جمع ہونے لگے تو اس سکھ نے کہا میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ میں تو میاں صاحب کی پناہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہوں مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔ وہ میاں صاحب کو بہت مانتا تھا۔ ان کے نام کا چندہ دیتا تھا۔ دوسرے ہندو اور سکھ بھی چندہ دیتے تھے۔"

میں نے کہا وہ سب کے لیے یکساں تھے۔ ان کا پیغام سب کے لیے تھا۔ ہندو، سکھ، مسلمان، عیسائی کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔

جب وہ حج کے لیے گنگا کی راہ کشتیوں پر کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں اکثر ہندو زمیندار بڑے خلوص سے ان کی تواضع کرتے اور ان کی خدمت میں تحائف لے لے کر آتے اور نذر کرتے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے پند و نصائح سُننا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ عام ہندو تو کثرت سے ان کے وعظ سننے کے لیے جلسوں میں شامل ہوتے تھے۔ کلکتہ میں چند پادری بھی ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے۔

راہِ حق میں جہاد کے لیے نکلے تو پہلی منزل گوالیار تھی اور مہاراجہ گوالیار کا ان کے اور پورے لشکرِ مجاہدین کے ساتھ حسنِ سلوک، عزّت، تعظیم تاریخ کے اوراق میں یادگار ہے۔

وہ زندہ شاہ پیر اور حضرت سیّد شہیدؒ کے فیوض اور کرامات کے قصّے سناتا رہا۔ میں نے بتایا کہ میں صبح تمام مقامات اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مزار دیکھنا چاہتا ہوں۔

کہنے لگا، "آپ کو ایک ایک جگہ دکھائیں گے۔ سارا نقشہ سمجھائیں

www.abulhasanalinadwi.org

مسجد قافلہ۔ ٹونک، راجپوتانہ (فوٹو مصنف)
(اس کا ذکر صفحہ ۱۰۶ پر ہے)

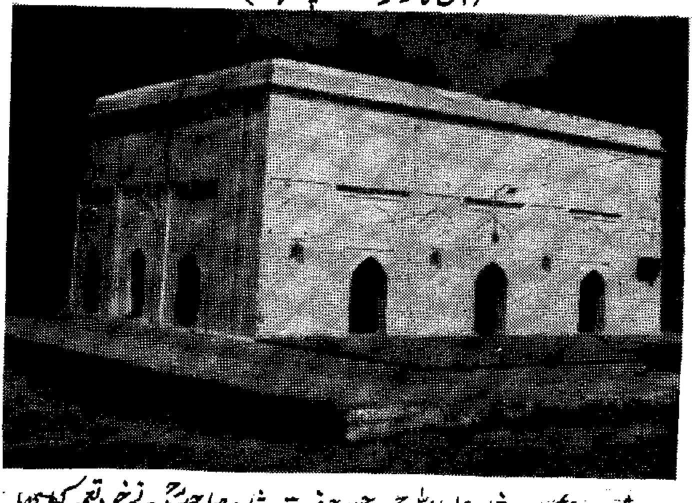

مسجد دائرہ سید شاہ علم اللہ رح جسے حضرت شاہ صاحب رح نے خود تعمیر کیا تھا
تکیہ کلاں رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

گئے۔ مرنے سے پہلے باپ نے اس لین کا علم بتا دیا ہے۔"

میں صبح بنگلے پر آنے کا وعدہ لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ دیا سلائی سے راستہ دکھاتا ہوا بنگلے تک چھوڑ کر واپس ہو گیا۔

ابھی رات زیادہ نہیں بیتی تھی تاہم میں بستر پر لیٹ گیا۔ آج مجھے تکیہ[1] بہت یاد آرہا تھا۔

بغیر مینار کعبۃ اللہ کی شکل کی مسجد، مولسری کا درخت، جس کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں میں نمازی جمع ہیں، کچھ ندی میں وضو کر رہے ہیں۔ بچوں کا بڑے لوگوں کی جماعت کے پیچھے دھکا پیل کرنا۔ نماز ختم ہو جانے پر بھاگ جانا۔ کبھی کبھی نمازیوں کے جوتے چھپا دینا اور پھر مار کھانا۔

عشاء کو میاں مقبول کی مکّہ کے لہجہ والی اذان خاموش اور ساکت فضا میں دُور دُور تک آم اور امرود کے باغوں، جنگلوں اور کھیتوں میں گونج رہی ہے۔ صبح کو بھی وہی سہانی، دلکش اور میٹھی آواز دھیمے دھیمے سُروں میں آ رہی ہے۔ اب نماز شروع ہو چکی ہے۔ ندی کے کنارے صبح کی خاموش اور پُر سکون فضا میں طویل قرأت کی آواز گونج رہی ہے۔

---

[1] رائے بریلی شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر سئی ندی کے کنارے گنتی کے دس گھروں کی بستی تکیہ کلاں، دائرہ شاہ علم اللہ صاحب حضرت سید احمد شہیدؒ کی جائے پیدائش۔

www.abulhasanalinadwi.org

مگر لوگ اپنا ذوق وشوق۔ اپنے اوصافِ حمیدہ۔ اپنے باپ دادا کی روایات کو بھلا چکے ہیں۔ ان کے جذبات مُردہ، روح مُردہ ـــ اور ولولے خاموش ہو گئے ہیں ـــ شاید سی ندی میں وہ روانی اور زندگی کا وہ زور شور نہیں ہے جو کنہار میں ہے۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں!
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات

میں بہت دیر تک بیٹھے ہوئے واقعات اور گزری ہوئی زندگی کو یاد کرتا رہا ـــ نیند کوسوں دور تھی۔ کنہار کی پتھروں سے ٹکرا کر بہنے کی آواز پیہم اور مسلسل آرہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس دریا کو سوائے شور مچانے کے چین ہی نہیں ہے۔ شور ـــ مسلسل پیہم جاوداں۔ واقعات، خیالات اور دریا کے اس پیہم شور نے مجھے جذباتی بنا دیا اور میں جذبات کی رو میں بہتا گیا۔ خدا جانے کب مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔

صبح جب اُٹھا تو اندھیرا چھٹ چلا تھا اور روشنی پھیلنے لگی تھی صبح کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں اُٹھا اور مزار سے ذرا بڑھ کر مجاور کے گھر سے ذرا آگے دریا کے کنارے مسجد میں پہنچا۔ وضو کرنے کے لیے قدرت کے گرم چشموں کا پانی آرہا تھا۔

مسجد کے ننھے چشموں کو روک کر وضو کرنے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ نہانے کے لیے غسل خانے بھی بنائے گئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آگے ذرا بڑھ کر دریا میں یخ بستہ پہاڑوں کا برفیلہ پانی بھی وضو کے لیے تھا۔

جب میں وضو کرکے مسجد کے اندر پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اور دعا مانگی جا رہی تھی۔ مسجد میں سوکھی ہوئی سبز باریک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ ایک طرف کونے میں الاؤ جل رہا تھا جس کا دھواں اندر گھٹ رہا تھا۔ چراغ کی روشنی میں کالی داڑھیاں ـــــ سفید داڑھیاں چھوٹی چھوٹی داڑھیاں اور بڑے بڑے عمامے نظر آتے تھے سبھی لوگ شاڑیوں[1] میں لپیٹے ہوئے تھے۔

دعا کے بعد امام صاحب نے سورۂ مائدہ کا ایک رکوع حاضرین میں سے ایک سے پڑھوایا اور خود اس کا ترجمہ نہایت صاف اور شستہ اردو میں کرکے تمام حاضرین کو سنایا۔ وہ ایک اچھے عالم اور مسجد کے دارالعلوم محمدی کے صدر مدرس بھی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص وضع قطع سے مقامی نہیں معلوم ہوتا تو ترجمہ ختم ہو جانے کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے :

"کہاں سے تشریف لائے ؟"

"ایبٹ آباد سے "

"اس موسم اور اس سردی میں ـــــ ؟ کیوں ؟"

---

[1] مقامی کمبل یا لوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں نے جب اپنا آبائی پتہ بتایا تو وہ سخت متعجب ہوئے جیسے انھیں میری بات کا یقین نہیں آرہا تھا۔ انھیں کیا کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ سب مبہوت سے بنے میری صورت تک رہے تھے۔ میں نے سکوت توڑنے کے لیے پوچھا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی جب تشریف لائے تھے تو کیا آپ ان سے کبھی ملے تھے؟ مجھ سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔ قاضی صاحب[2] سے ملے تھے۔"

میں نے کہا "میں بھی قاضی صاحب سے ضرور ملوں گا۔"

پھر باتیں شروع ہوگئیں۔ وہ خاندان کے حالات پوچھتے رہے۔ میں نے بتایا کس طرح سیّد احمد شہیدؒ کے مجاہدین کا بچا کھچا "قافلہ" ریاست ٹونک (راجپوتانہ) جاکر آباد ہوا۔ جس جگہ "قافلے والے" جاکر ٹھہرے اسی جگہ مکانات مساجد وغیرہ کی طرحیں ڈال دیں اور وہ جگہ اب "محلہ قافلہ" کے نام سے مشہور ہے۔

پوچھنے لگے کہ "میاں صاحب کی اصل اولاد میں سے بھی کوئی ہے؟"

"جی ہاں ــــــ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ان کی صاحبزادیوں کی اولاد ہے۔"

وہ کہنے لگے لوگوں کو شک ہے کہ یہ قبر میاں صاحب کی اصل

---

[1] مصنف سیرت احمد شہید اور میرے عزیز

[2] قاضی محمد یونس صاحب۔ ناظم دارالعلوم محمدی بالاکوٹ۔

www.abulhasanalinadwi.org

قبر نہیں ہے کیوں کہ لوگوں میں عام خیال ہے کہ میاں صاحب روپوش ہو گئے ہیں۔"

"میں نے کہا "جی ہاں! یہ روایت سنی ہے کہ سید صاحب روپوش ہو گئے ہیں اور پھر کبھی کسی موقع پر ظاہر ہوں گے۔"

انھوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "لوگوں نے اس خیال سے کہ سکھ لاش کی بے حرمتی نہ کریں دریا میں بہادی۔ وہ بہتی بہتی تل ہٹا، جو یہاں سے چار پانچ میل پر سیدوں کا گاؤں ہے پہنچی اور بھنور میں چکر کھانے لگی۔ رات کو گاؤں کے سردار سید ضامن شاہ نے خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب کہہ رہے ہیں:

"ضامن شاہ مجھے پانی سے نکال کر اپنے گھر لے چلو۔" صبح کو سید ضامن شاہ دریا کے کنارے آئے اور انھیں میاں صاحب کی لاش پانی پر تیرتی ہوئی مل گئی۔ وہ اٹھا کر لے گئے ـــــ اور وہاں تل ہٹا کے قبرستان میں دفن کر دی۔ اس بات کی تصدیق اس خواب سے بھی ہوتی ہے جو مولانا احمد علی صاحب لاہوری نے یہاں بالاکوٹ میں دیکھا تھا۔ قبر میں سے آواز آرہی ہے کہ میں "سید احمد" نہیں ہوں بلکہ "قید احمد" ہوں۔ ایک اور صاحب نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا تھا۔"

میں بچپن میں اپنے بزرگوں سے سنا کرتا تھا کہ اس ملک میں جا کر اپنے آپ کو کبھی سید مت بتانا۔ کیوں کہ وہ سید کا بے انتہا

www.abulhasanalinadwi.org

احترام کرتے ہیں۔ انتہائی خاطر مدارت کرتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ سید موجبِ خیر و برکت ہوتے ہیں اور اگر کوئی واپس آنے کے لیے ضد کرے تو پھر اس "موجبِ خیر و برکت" کے ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں تاکہ یہ خیر و برکت سب میں تقسیم ہو جائے۔ مگر ہم میں سے جانے نہ پائے۔

آج مجھے بچپن کے اس سُنے سُنائے مفروضے پر یقین سا ہو گیا تھا۔ دراصل لوگوں نے ان کو ان کی شہادت کے بعد خیر و برکت کے لیے آپس میں بانٹ لیا۔ سرگڑھی حبیب اللہ والے پاگئے ـــــ دھڑ تل ہٹا[1] کے سید دریا سے نکال کر لے گئے اور خون "مٹی کوٹ" کی مٹی میں مل گیا اور یہ قبر جس پر ـــــ "خانقاہ شریف حضرت سید احمد شہید بریلی والے ـــــ بالاکوٹ ـ ہزارہ" کی تختی لگی ہوئی ہے، نہ معلوم کس کی ہے[2]؟ میں اِدھر اُدھر کی بہت سی باتیں کرتا رہا۔ جب میں مسجد سے باہر

---

[1] اس پہاڑی کا نام ہے جس کے اوپر سے اتر کر سکھوں نے حملہ کیا تھا اور یہی حملہ بالاکوٹ میں مجاہدین کا آخری معرکہ تھا۔

[2] تازہ تحقیق یہ ہے کہ سید شہید کی نعش کو سکھوں نے جلا دیا تھا۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک " ڈاکٹر قیام الدین احمد۔ پٹنہ یونیورسٹی۔ بحوالہ سی۔ آر ویڈ پولیٹیکل اسسٹنٹ در لدھیانہ آفیسر ہزارہ)

www.abulhasanalinadwi.org

نکلا تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج کی کرنیں چمکنے لگی تھیں اور دھوپ رفتہ رفتہ پہاڑوں سے نیچے اتر رہی تھی۔ میں بنگلا پر پہنچا تو رینجر صاحب دورے پر جانے کے لیے تیار تھے۔ انھیں الوداع کہی اور ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ ناشتہ کے بعد چپراسی کو ساتھ لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قبر دیکھنے کے لیے چل دیا۔

شاہ شہیدؒ کی قبر بازار سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر قدیم بستی بالاکوٹ کے سامنے ایک پہاڑی نالے کی دوسری طرف ایک کھیت کے کنارے بنی ہوئی ہے۔

راستہ بڑا خراب تھا کیونکہ راستے کے درمیان گول اور کالے کالے چکنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ چپراسی مقامی باشندہ تھا اس لیے ان پتھروں پر چلنے کا عادی تھا۔ وہ پشاوری چپل پہنے بڑی تیزی اور اطمینان سے چل رہا تھا۔

آج مجھے بھی پشاوری چپل کی ساخت کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ میں بھی پشاوری چپل پہنے ہوئے تھا اور اسی تیزی اور پھرتی مگر ہوشیاری کے ساتھ چل رہا تھا۔ اگر میں جوتا پہنے ہوتا تو ان گول پتھروں پر سے کئی جگہ پھسل کر گر پڑتا۔

ہم اس پہاڑی کے نیچے سے ہو کر جس پر قدیم بستی بالاکوٹ بسی ہے، ایک پہاڑی نالے کو عبور کرنے لگے جس میں اطراف کے پہاڑی چشموں کا پانی بہہ کر آ رہا تھا۔ یہی نالا "ست بنے" کا نالا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور اسی میں شاہ شہیدؒ نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔

نالے کا کنارہ چڑھتے ہی ہمیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی قبر نظر آئی۔ قبر پختہ تھی اور قبر کے چاروں طرف بھی پختہ چار دیواری کھینچ دی گئی تھی۔ ایک طرف نالا اور تین طرف کھیت تھے۔

دہلوی علماء کے خاندان کا یہ فرزندِ عالی وقار —— صاحبِ تقویت الایمان —— حضرت سید احمد شہیدؒ کی رفاقت میں اور ان کے مشن کو پورا کرنے کے لیے انھیں کی معیت میں مرتبۂ شہادت حاصل کر کے پہاڑوں کے اس خاموش ویرانے میں محوِ خواب تھا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سامنے کے پہاڑوں میں کاغان کی سڑک لپٹی بل کھاتی پہاڑوں ہی میں غائب ہو گئی تھی۔ اس کے آگے برف سے ڈھکا ہوا اور دھوپ میں جھلملاتا ہوا "موسیٰ کا مصلّے" نظر آتا تھا —— کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس برف سے ڈھکی چوٹی پر اپنا مصلّے بچھا کے عبادت میں مشغول تھے اور رات دن انسان کی بھلائی کے لیے خدا سے دعا مانگتے رہتے تھے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی شوریدہ سر بھیڑوں کو راہِ راست پر لانے لاتے فلسطین سے وادیٔ کاغان کی اس چوٹی پر کیسے آ موجود ہوئے؟

اب مجھے میدانِ جنگ دیکھنا تھا جو قدیم بستی بالاکوٹ کے پیچھے

www.abulhasanalinadwi.org

مزار حضرت سید احمد شہیدؒ ۔ بالاکوٹ
(فوٹو مصنف)

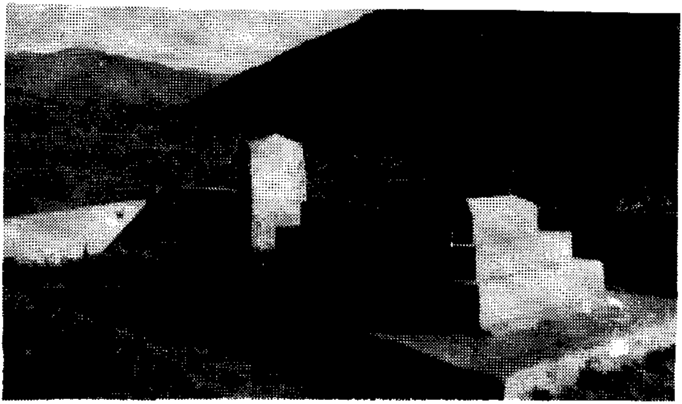

تربت ۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بالاکوٹ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے کے پہاڑ کے دامن میں تھا۔ ہم پھر نالا عبور کر کے اور ایک چھوٹی پہاڑی کی چڑھائی چڑھ کر بستی بالاکوٹ میں داخل ہوئے۔ بستی میں ایک نوجوان میرے ساتھ ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر بستی کے "خان[1]" کے گھر پہنچے۔ جب انھوں نے میری بابت بتایا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ میں نے اپنی ہر طرح کی خاطر سے اسے منع کر دیا۔ مگر جب میں بنچ پر بیٹھنے لگا تو وہ دوڑا دوڑا آگیا اور اندر سے ایک کرسی اٹھا لایا اور اس پر بیٹھنے کے لیے مُصر ہوا۔ وہ کبھی میری صورت، لباس اور وضع قطع دیکھتا اور کبھی میرے کندھے پر لٹکے ہوئے کیمرے کو دیکھتا۔

میں اپنا حلیہ ہی ایسا بنا کر گیا تھا تاکہ دوبارہ واپس لوٹ سکوں اور اُن میں موجب "خیر و برکت" ہو کر نہ رہ جاؤں ـــــ جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے اس برآمدے میں سے "مٹی کوٹ" کی پہاڑی اور میدانِ جنگ اور وہ چٹان جس کے سایہ میں سیّد شہیدؒ نے جامِ شہادت پیا تھا، دیکھ سکتے تھے۔

میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ خان سے مصافحہ کیا اور ہم لوگ اس مقام کے لیے چل دیے۔ راستے میں وہ نوجوان مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ وہ صاحب نہایت سمجھ دار اور روشن دماغ معلوم ہوتے تھے کہنے لگے:

"اس بستی کا نام صرف سیّد صاحبؒ ہی کی بدولت دُور دُور تک روشن

---

[1] بمعنی مکھیا، چودھری یا پٹیل۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہے ورنہ اس کو کون جانتا ـــ دُور دُور سے لوگ زیارت کو آتے ہیں"۔

"حقیقت یہ ہے کہ سید صاحبؒ اور ان کا پورا لشکر بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑا۔ اگر دغابازی، فریب اور لالچ سے کام نہ لیا جاتا تو جنگ کا نقشہ ہی پلٹ جاتا اور آج حالات ہی کچھ اور ہوتے"۔

کہنے لگے "ملّا لوگ" وہابیوں" سے بے انتہا نفرت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا حقّہ پانی بند کر دیا جاتا تھا اور لین دین بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گاؤں کے کسی ہندو بنئے سے کسی "وہابی" نے سودا خرید لیا تو مُلّا نے مسجد میں اعلان کر دیا کہ فلاں بنئے سے کسی قسم کی کوئی خریداری نہ کرے کیوں کہ وہ "وہابی" ہو گیا ہے۔ بھلا اب آپ سوچیے! ہندو ـــ کیسے وہابی ہو سکتا ہے؟

"وہ بنیا بڑا پریشان ہوا۔ مُلّا کے بڑے ہاتھ پیر جوڑے اور آئندہ کے لیے توبہ کی کہ پھر کسی "وہابی" کے ہاتھ سودا نہ بیچوں گا۔ تب مسجد میں اعلان ہوا کہ وہ بنیا تائب ہو گیا ہے اور اس نے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ آئندہ پھر وہ کسی وہابی کے ہاتھ سودا نہیں بیچے گا۔ تب جا کے اس بے چارے کی جان چھوٹی"۔

میں نے دل میں یہ شعر پڑھا ؎

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادرِ زہراؓ

پھر کہنے لگے "حضرت" کو بھی مُلّاؤں نے "وہابی" ہی مشہور کیا تھا"

www.abulhasanalinadwi.org

میں نے کہا "یہ مُلّا نہیں کہتا تھا بلکہ انگریز کہتا تھا۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر[1] کہتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ :

"مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے"

یہ انگریز کی فتنہ پردازی اور چالبازی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی دن یہ سر پھرا "وہابی سیّد" ہندوستان میں برٹش راج کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے ضرور ٹکرائے گا۔ اسی لیے بعد میں اس تحریک کے بچے کھچے افراد کا ظالمانہ اور بہیمانہ طریقے سے قلع قمع کیا گیا۔ اکثر افراد کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا اور بہت سوں کو کالے پانی سزا دے کر بھیج دیا گیا۔ کچھ کو جیلوں میں ڈال کر ہلاک کر ڈالا گیا۔

ہم اپنی منزلِ مقصود پر کودتے پھاندتے پہنچ چکے تھے۔ میں اس چٹان پر جا کر کھڑا ہو گیا جس کے سایہ میں روایت کے مطابق گولی لگنے کے بعد سیّد شہیدؒ کو لٹا دیا گیا تھا اور وہیں لیٹے لیٹے وہ اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے تھے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ راجعون ٥

یہ جگہ مٹّی کوٹ کی پہاڑی کے دامن میں تھی۔

ایک طرف چھوٹی سی وادی نظر آتی تھی جس کے پیچھے پہاڑوں کی

---

[1] (W. W. HUNTER) ہمارے ہندوستانی مسلمان OUR INDIAN MUSALMANS کا مصنف۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی اونچی چوٹیاں دیودار اور چیڑ کے گھنے جنگلوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔
وہ نوجوان بستی کی طرف اشارہ کر کے بتانے لگے "دیکھیے ___ وہ جو مسجد ہے جس میں دو سرو کے درخت نظر آتے ہیں ___ وہی مجاہدین کا کیمپ تھا۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ سکھوں نے اُدھر سے (چھوٹی سی وادی اور مٹی کوٹ کی پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اچانک حملہ کر دیا ہے تو حضرت مسجد میں سے نکل کر دوڑتے پھاندتے، چھلانگیں مارتے یہاں تک پہنچ گئے اور بڑی سخت جنگ کی۔ اس ساری وادی میں شہیدوں کی قبریں ہیں جو اب مٹ چکی ہیں۔ کیوں کہ اب یہاں کھیت بنا لیے گئے ہیں۔"

ہم لوگ پھر واپس ہوئے اور بستی میں وہ مسجد دیکھنے گئے جسے مجاہدین نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا اور جہاں سے احکاماتِ جنگ وغیرہ جاری ہوتے تھے۔

بغیر میناروں کی، کچھ لکڑی اور مٹی اور اینٹوں کی بنی ہوئی سادہ سی مسجد تھی۔ مسجد میں جانے کے لیے صرف دو راستے تھے ایک طرف چار دیواری نہیں تھی بلکہ اُدھر ایک دالان سا بنا ہوا تھا۔ دروازے منقش لکڑی کے تھے۔ مسجد میں ایک کنواں بھی تھا جو بہت کم گہرا تھا۔ مسجد کے اندر فرش کے طور پر سبز سوکھی گھاس بچھی تھی۔ ایک طرف ایک چارپائی پڑی تھی جس پہ ایک گدڑی پڑی تھی۔ ایک طرف طاق میں ایک بجھا ہوا چراغ رکھا تھا اور تیل کی کالی دھاریں فرش تک بہہ بہہ کر آ گئی تھیں۔ لکڑی کا

www.abulhasanalinadwi.org

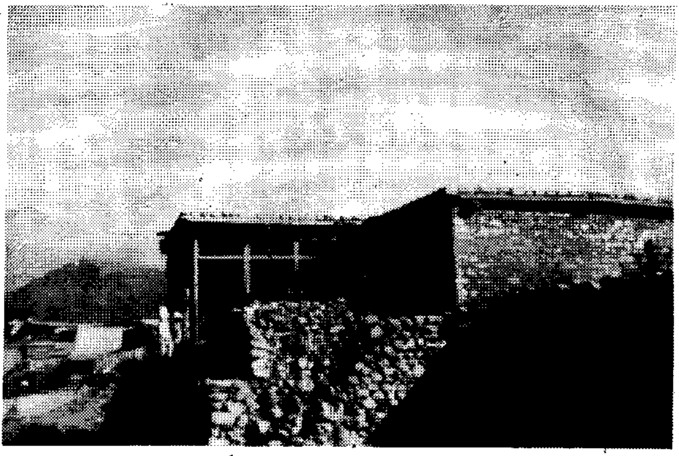

مسجد بالاکوٹ جو سید صاحبؒ کی رہائش گاہ تھی

(فوٹو مصنف)

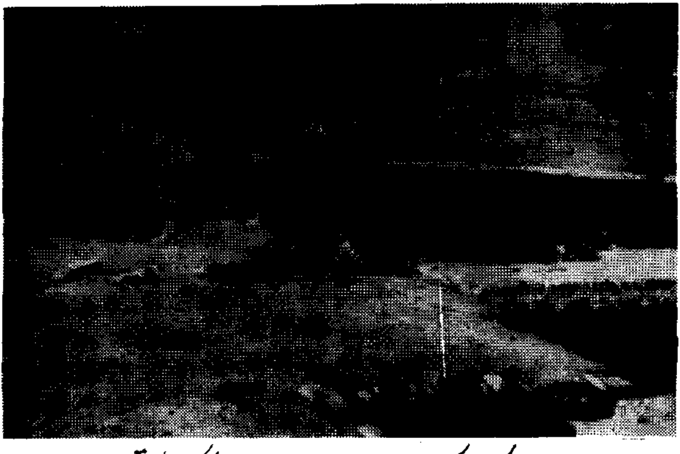

بالاکوٹ کی وہ مسجد جو مجاہدین کا ہیڈ کوارٹر تھی

(فوٹو مصنف)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ٹوٹا پھوٹا اور پرانا منبر محراب کے قریب رکھا تھا اور محراب میں دھان کے پیال کا جانماز بچھا ہوا تھا۔

یہ محراب ــــ یہ منبر ــــ اور یہ جانماز دیکھ کر مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی۔ یہ کوئی نماز کا وقت بھی نہیں تھا۔ ٹھیک دس بجے دن کو میں دو رکعت نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔

میں تقریباً تمام اہم مقامات دیکھ چکا تھا۔ اس لیے وہ نوجوان بستی ہی میں مجھ سے جدا ہو گئے۔

اب مجھے ڈاک بنگلے میں مریم کا پتھر دیکھنا تھا جس کے بارے میں میں پڑھ چکا تھا۔ میں نے چپراسی سے پوچھا تم کون ہو؟

"اسی بکروال ہیں۔ بھیڑ بکریاں چرانے والے"

"اور یہ مریم کون تھی؟ اور اس نے شادی کیوں نہیں کی تھی؟"

"وہ ملنگ تھی ــــ ملنگ! کہیں ملنگ بھی شادی کرتے ہیں؟ وہ اسی کی ذات برادری میں سے تھی"

میں نے اس سے کہا "میں وہ گول اور بھاری پتھر دیکھنا چاہتا ہوں جو وہ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتی تھی اور جس کے بارے میں اس نے شرط رکھی تھی کہ جو کوئی اس کو اٹھا لے گا وہ اسی سے شادی کرے گی"

وہ بتانے لگا کہ "وہ گول پتھر تو اٹھا لیتی تھی، مگر پانی سے بھرے ہوئے تین ماٹ بھی اٹھا لیا کرتی تھی۔ دو بغلوں میں اور ایک سر پر"

www.abulhasanalinadwi.org

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے پہاڑی پر سے نیچے اُتر کر ڈاک بنگلہ میں لکڑی کا جنگلہ پھاند کر داخل ہوئے۔ ایک آدمی دھوپ میں بنچ پر بیٹھا ہوا بے سُرا ستار بجا کر موسیقی کا منھ چڑا رہا تھا۔

ایک گول اور سفید پتھر جنگلے کے سہارے ایک مٹی کے چبوترے پر رکھا ہوا تھا اور انگریزی میں :

MARYAN STONE

240 lbs. لکھا ہوا تھا۔

مریم کے M کی جگہ N (این) معلوم نہیں کیوں لکھا گیا تھا۔ یا تو یہ املا کی غلطی تھی یا پھر اس عورت کا نام مریم کے بجائے "مریاں" تھا۔ میرا جہاں تک خیال ہے اس کا نام مریاں ہی تھا۔

جب میں بازار میں پہنچا تو سائیں ملنگ کچھ خفیف اور شرمایا ہوا ملا۔ میں نے پوچھا :

"تم کدھر تھے ؟ میں تو تمام مقامات دیکھ آیا۔"

"اسی تو تمہارا انتظار دیکھ رہے تھے۔"

"واہ !"

کہنے لگا "اسی بغیر کھانا کھلائے نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے صبح اچھی طرح ناشتہ کر لیا تھا تاکہ واپسی کے سفر میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ کیوں کہ پہاڑی علاقوں میں سفر کے دوران پیٹ بھرا ہونے سے اکثر متلی ہونے لگتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ منتیں کرنے لگا۔ میں نے تھوڑا کھانے کا وعدہ کر لیا اور اس کو ساتھ لے کر قاضی صاحب کو تلاش کرنے لگا۔ وہ اپنی دکان پر موجود نہ تھے کہیں گئے ہوئے تھے۔

وہ مجھے ایک دیہاتی ہوٹل میں لے گیا جو عین دریا کے کنارے پر تھا اور بڑے اصرار سے چائے پلائی۔ پھر گھر لے گیا اور بڑے احترام سے گھر کے باہر ایک درخت کے نیچے چارپائی بچھا کر مجھے بٹھا دیا۔ اس نے دنبے کا گوشت اور گھی لگی تندوری روٹی کا انتظام کر لیا تھا۔ میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے تھوڑا سا کھایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

جب تک میں وہاں رہا وہ بڑی مزے دار باتیں کرتا رہا۔ کہنے لگا "بادشاہو ——— تم ادھر ہی رہ جاؤ۔ یہاں مزے سے رہنا ——— ہمارے حضور میاں صاحب کی یہاں بادشاہت ہے ——— بڑی برکت ہے۔"

میں اس کی باتیں سن کر ہنستا رہا۔ شاید اس کا مطلب تھا کہ میں یہاں کی سجادہ نشینی اختیار کر لوں اور روز شام پڑتے ہی میاں صاحب کے مزار پر چراغ جلایا کروں یا دوسرے لفظوں میں ان کے نام و ناموس کا "بزنس" شروع کر دوں۔

میں پھر بازار پہنچا اور پل کے قریب قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ بڑی خندہ پیشانی اور لطف سے پیش آئے۔ ہم دونوں ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

دکان پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ وہ خاندان کے حالات پوچھتے رہے۔

میں نے پوچھا "کیا یہ صحیح ہے کہ یہ قبر سیّد صاحب کی نہیں ہے بلکہ ان کی اصل قبر نل ہٹا میں ہے؟"

میں نے اس خواب کا تذکرہ کیا جو میں مسجد میں سن چکا تھا اور جس کی وجہ سے میں غیر مطمئن سا تھا۔

کہنے لگے "یہ تو صحیح ہے ایسے خواب دیکھے گئے ہیں"

پھر میں نے بتایا کہ سیّد صاحب کی قبر پر نام کی تختی غلط لگائی گئی ہے۔ سیّد صاحب بریلی کے نہیں بلکہ "رائے بریلی" کے تھے۔

قاضی صاحب کی توجہ زیادہ تر مدرسہ کی فلاح و بہبود اور ترقی کی تجاویز پر مرکوز رہی۔ کہنے لگے "ہم چاہتے ہیں کہ اس مدرسہ کو ان شہدا کے نام کے شایانِ شان بنا سکیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج کل لوگ مولویوں اور ملّاؤں سے کتنے خفا ہیں مگر اس علاقے میں انھی لوگوں کی وجہ سے مسجدیں آباد ہیں۔ موجودہ زمانے کی روشنی ابھی اس علاقے میں نہیں پہنچ سکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مدرسے سے جو بچے فارغ ہو کر نکلیں وہ اسلام کا نام روشن کریں۔"

روانگی کے وقت میرا تأثر تھا: "حضرت حسینؓ تلوار سے شہید ہوئے تھے۔ سیّد احمد رائے بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ گولیاں کھا کر شہادت کے مرتبے پر پہنچے، مگر اب جو بھی اس حق و صداقت اور

www.abulhasanalinadwi.org

سچائی کی تحریک کو لے کر آگے بڑھے گا وہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے شہید ہو گا یا پھر الیکٹرک چیئر (بجلی کی کرسی) پر بیٹھ کر مرتبۂ شہادت حاصل کرے گا۔

میری نظر گھڑی پر گئی اور اُن سے رخصت ہوا۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے بس نے بالاکوٹ چھوڑ دیا اور ایبٹ آباد کی طرف دوڑنے لگی۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

سیّد صاحبؒ کی تحریک کیا تھی؟

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

سید شہیدؒ کی تحریک کا مقصد ہندوستان میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اشاعت اور احیائے دینِ متین تھا۔ عام دینی زندگی میں ہر طرح کی غیر دینی رسوم گمراہیاں اور بدعات شامل کردی گئی تھیں اور دین کی اصل روح بالکل پسِ پشت ڈال دی گئی تھی۔ بعض احکامِ دین سخت معیوب سمجھے جانے لگے تھے۔

نکاحِ بیوگان اچھے اچھے شریف گھرانوں میں معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس ناپسندیدگی کو دُور کرنے کے لیے اور سُنّتِ رسولؐ اللہ کو جاری کرنے کے لیے انھوں نے خود ابتدا کی۔ اپنے مرحوم بھائی سیّد اسحاق کی بیوہ سے خود نکاح کیا اور مثال قائم کی۔ اس طرح یہ متروک سُنّت پھر سے جاری ہوگئی۔ حج کے لیے عام خیال پیدا ہوگیا تھا کہ سفر کی صعوبتوں خصوصاً سمندری سفر کی ہلاکت خیزیوں کے سبب حج کی فرضیت ساقط ہوگئی ہے تقریباً چار سَو افراد کے ساتھ جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ حج بیت اللہ کی غرض سے نکلے۔ وطن سے کلکتہ تک دریائی سفر اور پھر کلکتہ سے سمندری سفر اختیار کیا تقریباً ڈ...

www.abulhasanalinadwi.org

سال بعد حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر مع تمام افراد قافلہ بخیر و عافیت واپس ہوئے اور اس خیالِ خام کو باطل کر دکھایا کہ سمندری سفر ہلاکت خیز ہے۔

دین کی بقاء اور قیام کے لیے جہاد لازمی اور اسلامی حکومت کا قیام لابدی ہے۔ اس کے بغیر امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل آسانی سے ممکن نہیں۔

سیّد شہیدؒ نے اپنی تمام زندگی اس مقصد کے حصول میں صرف کر دی۔ زر و مال، بیوی بچے، خاندان و احباب کی بھی پروا نہ کی۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی حصولِ مقصد میں لگا دی اسی بنیاد پر یہ عام خیال ہے کہ سیّد شہیدؒ کی کی تحریک ہندوستان میں حکومت الہیہ کے قیام کی اوّلین تحریک تھی۔ سیّد شہیدؒ کی دُور رس نگاہوں نے ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے بڑھتے ہوئے خطرے کو بھی اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے بڑے بڑے علاقے ــــــ انگریزوں کے زیرِ نگیں آتے جارہے تھے۔

انھوں نے اس بات کو بھی اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اگر تحریک کا مرکز ایسے علاقے میں رکھا جاتا ہے جو جلد یا بدیر انگریزوں کے زیرِ اقتدار آنے والا ہے تو انگریز کبھی بھی اس تحریک کو پنپنے نہ دیں گے۔

اسی لیے حالات کو دیکھتے ہوئے اور سنّتِ رسول اللہ پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے ہجرت کی اور تحریک کا مرکز علاقہ سرحد کو بنایا تاکہ

www.abulhasanalinadwi.org

پڑوسی اسلامی ممالک کی پشت پناہی بھی حاصل رہی ہے۔

یہ ضرور ہے کہ سب سے پہلے ان کے سامنے سکھ آئے جن کا ظلم اور زیادتیاں مسلمانانِ پنجاب پر حد سے زیادہ بڑھ چکی تھیں۔ سکھوں کے بعد لازماً ان کے سامنے پھر انگریز ہی تھے جن کا اثر و اقتدار بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔

انگریز بھی اس خطرے کو بھانپ چکے تھے۔ انھوں نے سکھوں کو زیر کرنے کے بعد اس پس ماندہ تحریک کو جو سید شہیدؒ کی شہادت کے بعد پھر منظم ہو گئی تھی اور اپنا مرکز درۂ امبیلا میں قائم کر لیا تھا ہر ممکن طریقہ سے ختم کرنے کی کوشش کی۔

جنرل چیمبر لین کی سرکردگی میں ایک فوج بھیجی گئی۔ کئی شدید جنگیں ہوئیں مجاہدین کے عزم و ہمت۔ صبر استقامت اور جذبۂ جہاد نے انگریز فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ خود جنرل چیمبر لین زخمی ہوا۔ مہم ناکام ہوئی۔

بعد میں انگریزوں نے اپنی روایتی مکاری دغا بازی اور عیاری سے کام لے کر مقامی مددگار باشندوں کو توڑ لیا اور اس طرح اس تحریک کو کمزور تر کر دیا۔ لہٰذا انگریزوں کو تحریک کے مرکز کی طرف سے پھر کوئی خطرہ نہیں رہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک خط

قاضی محمد یونس صاحب ناظمِ اعلےٰ و بانیٔ
دار العلوم محمدی ۔ بالاکوٹ کے نام
جسے انھوں نے
الشیاء لاہور ۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۷۰؁ء
میں شائع کرایا ۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ،

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے ۔ میرے چچ بھائی کاغان وغیرہ کی سیر کے لیے اس طرف گئے تھے وہ اب بخیریت واپس آگئے ہیں ان سے آپ کی خیریت و دیگر حالات کا علم ہوا خدا کا شکر ہے کہ آپ بخیریت ہیں ۔

پچھلے دنوں اخبارات سے پتہ چلا کہ حکومت حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا مقبرہ تعمیر کرانا چاہتی ہے اور یہ کام محکمہ اوقاف انجام دے گا۔ خبر نیک ہے مگر اس خبر کے پڑھنے کے بعد قدرے دُکھ پہنچا ۔

قبروں پر مقبروں کی تعمیر شریعتِ اسلامی اور سیّد موصوف کی تحریک کے عین منافی ہے۔ اس خاندان کا تقدس و امتیاز اظہر من الشمس ہے ۔ خاندان کے

بڑے بڑے علماء فضلاء اور مشہور ترین بزرگوں میں سے کسی کی قبر پر آج تک مقبرہ تعمیر نہیں ہوا بلکہ قبر ہمیشہ کچی رکھی گئی ہے۔

جس قبر پر مقبرہ کی تعمیر کی تجویز ہے اس کی صحت میں بھی شبہ ہے۔ بعض کے نزدیک وہ ایک طرح کی نشانی ہے۔ جدید ترین تحقیق یہ ہے کہ لاش کو جلا دیا گیا تھا۔ بعد کو مسلمانوں نے اپنی دل بھی کے لیے ایک قبر بنالی۔ یہ بھی روایت ہے کہ موجودہ قبر کی جگہ لاش دو دن ایک رات یا ایک دن دو راتیں دفن رہی ہے۔ بعد میں سکھوں نے قبر کھود کر لاش دریا میں بہادی۔ دھڑ بہتا بہتا تل ہٹا میں پکڑا گیا اور وہاں کسی کھیت میں یا سیدوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور سر گڑھی حبیب اللہ میں دفن کیا گیا۔ بہر حال مسئلہ متنازعہ فیہ ہے۔

بہتر ہے کہ وہاں بجائے مقبرہ تعمیر ہونے کے اسی روپے سے موجودہ دار العلوم محمدی کو ترقی دی جائے اور ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جو سید احمد شہیدؒ و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ——— تحریک کے شایانِ شان اور ایک مثالی مدرسہ ہو۔

مدرسہ کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو شہداء کی قبروں کی دیکھ بھال بھی رکھے اور وہاں کا انتظام بہتر سے بہتر بنائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس معاملے میں دلچسپی لیں جیسا کہ آپ کا شعار ہے۔

خادم
حسین حسینی
مقیم کراچی

www.abulhasanalinadwi.org

خط کا جواب

۸ ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء کا تحریر شدہ حسب ذیل جواب
قاضی محمد یونس بانی دار العلوم محمدیہ سے موصول ہوا

محترم بندہ سلامت باش۔ السلام علیکم۔

خیریت جانبین نصیب باد۔ المرام آنکہ۔ آپ کا نوازش نامہ ملا۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ امید ہے کہ ناراضگی معاف فرمادیں گے۔ تاخیر کی وجہ ایک تو میں خود ہی خط و کتابت میں سست سا ہوں۔ دوسرے یہ کہ میں کاغان گیا ہوا تھا۔ بہر حال آپ کے حسب حکم آپ کے ارشادات پر عمل کیا گیا ہے۔ جو افسر صاحبان بالاکوٹ تشریف فرما ہوئے ان سے بھی آپ کی ہدایت کے مطابق گفت و شنید ہوتی رہی۔ ان کو بھی آپ کے نوازش نامے سے مستفید کیا گیا باقی اخبارات میں بھی آپ کی حسب ہدایت مضمون دیئے گئے۔ غالباً آپ کی نظروں سے بھی گزرے ہوں گے۔

ابو الحسن صاحب و کوثر نیازی صاحب کو بھی اس مضمون کے مناسب حال خط تحریر کیے گئے۔ جماعت عالیہ مجاہدین کے دفتر نظامت عظمیٰ ۱۰۸۶ محلہ جوگن شاہ پشاور کے رئیس المجاہدین علامہ سید رحیم اللہ صاحب (کابل) کو بھی ایک خط تحریر کیا گیا ہے۔ غالباً وہ ۱۴ ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء کو صدر مملکت

www.abulhasanalinadwi.org

سے ملاقات کریں گے۔ انھوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ وہیں اس بارے میں صدر مملکت صاحب کو بھی خاص طور پر متوجہ کروں گا۔ میں آپ کی ہمدردی جو کہ دین سے ہے اور سید صاحب شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے مشن کے بقا کا جو جذبہ ہے اس کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

باقی حضرات سے بھی خط و کتابت کی جاوے گی۔

مجھے امید ہے کہ آپ میری سستیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سلسلہ خط و کتابت جاری رکھیں گے

فقط والدعا۔ والسلام

منجانب۔ خیر اندیش

قاضی محمد ادریس خطیب جامع مسجد ناظم دار العلوم محمدیہ بالاکوٹ

نوٹ: میں اس وقت مولانا ندوی[1] کو بھی عریضہ لکھ رہا ہوں۔

---

[1] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

سیّد صاحبؒ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

www.abulhasanalinadwi.org

وطن	۵۹
ایں خانہ ہمہ آفتاب است	۶۴
والدین و ابتدائی حالات	۷۰
سفرِ حج	۸۴
جہاد کی تیاری اور اس کے مقاصد	۹۴
جہاد کے لیے روانگی	۱۰۴
جہد و عمل	۱۱۴
پنجتار سے ہجرت اور معرکۂ بالاکوٹ	۲۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

وطن

"منی آوت ہے"۔ "منی آوت ہے" یہ کہہ کر شاہ عبدالشکور نے وہ چٹائی اپنے گرد لپیٹ لی جس پر بیٹھے تھے۔ لوگوں نے خلافِ معمول بات دیکھ کر پوچھا۔ یا حضرت! آپ نے چٹائی کیوں لپیٹ لی؟ کیا ہم آدمی نہیں ہیں؟

شاہ عبدالشکور مجذوب تھے اور نیم برہنہ ہی رہا کرتے تھے۔ فرمایا "نہیں"۔ عین اسی وقت ایک شریف اور نجیب الطرفین بزرگ ان لوگوں کے پاس پہنچ چکے تھے۔ یہ بزرگ شاہ علم اللہ صاحب تھے۔

سید شاہ علم اللہ صاحب نے دیکھا کہ ایک بزرگ چٹائی لپیٹے زمین پر بیٹھے ہیں اور ان کے ارد گرد کچھ لوگ حلقہ بنائے ادب کے ساتھ بیٹھے ہیں تو شاہ صاحب بھی سلام کر کے ان لوگوں میں بیٹھ گئے۔

شاہ عبدالشکور نہایت تپاک اور گرمجوشی سے ملے۔ علیک سلیک کے بعد حالات پوچھنے لگے۔

شاہ علم اللہ صاحب نے تمام حالات بتلانے کے بعد فرمایا اب تو

www.abulhasanalinadwi.org

حرمین الشریفین کو ہجرت کا قصد ہے۔"

شاہ صاحب کہنے لگے "آپ وہاں نہ جائیں یہیں رہ جائیں۔"

شاہ علم اللہ صاحب عزیزوں قرابت داروں میں آپس کے جھگڑوں سے اکثر ملول اور دل برداشتہ رہا کرتے تھے۔ ایک دن انھیں ناپسندیدہ جھگڑوں سے تنگ آکر آپ نے ہجرت کا قصد کرلیا۔ اپنے بیوی بچوں کو لے کر قصبہ نصیر آباد سے نکل کھڑے ہوئے۔ بیس میل دور رائے بریلی شہر پہنچ کر رئیسِ شہر نواب جہاں خان کے جو شاہ علم اللہ صاحب کے مرید اور معتقد تھے مہمان ہوئے۔

برسات کا موسم تھا۔ سئی ندی طغیانی پر تھی اس لیے آپ انتظار کرنے لگے کہ برسات کا موسم گزر جائے، ندی میں پانی بھی کم ہو جائے تو آگے جانے کا قصد کیا جائے۔ لہٰذا شاہ علم اللہ صاحب نے روز کا معمول بنالیا تھا کہ ندی کے کنارے جاتے اور وہاں تنہائی میں نماز، دعا اور مناجات میں وقت گزارتے۔

جہاں آج راج گھاٹ کا پُل ہے ٹھیک اسی جگہ شاہ عبدالشکور رہا کرتے تھے۔ قریب میں چھوٹی سی بستی "چھوڑا تکیہ" انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ پل سے ملی ہوئی ایک چہار دیواری میں شاہ عبدالشکور کی پختہ قبر اور قریب ہی ان کا حجرہ موجود ہے۔

شاہ علم اللہ صاحب اپنی عبادت ختم کرنے کے بعد روز شاہ عبدالشکور سے ملنے جاتے اور ان سے دلچسپی کی باتیں کرتے اور جب بھی ہجرت

www.abulhasanalinadwi.org

کا تذکرہ ہوتا شاہ عبدالشکور انھیں ہجرت کرنے سے منع کرتے۔

آخر وہ دن بھی آگیا جب شاہ علم اللہ صاحب نے رختِ سفر باندھ لیا اور آخری بار اپنے مجذوب دوست سے ملنے گئے۔

دوست نے جب دیکھا کہ دوست کسی طرح مانتا ہی نہیں اور ہجرت کے لیے مُصر ہے تو ہاتھ پکڑ لیا اور ندی کنارے سے چلتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں آجکل دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں (بڑا تکیہ) آباد ہے۔

پھر زمین پر ایک نشان بنا کر کہا یہاں مسجد بناؤ، دوسرا نشان بنا کر کہا یہاں مکان بناؤ اور مزے سے رہو۔

ہم تم یہیں رہیں ایکی پار[1]
لوگ جانے یہ پار وہ لے وہ پار

انھیں ان کے شیخ حضرت آدم بنوری رح کی یہ بات بھی یاد دلائی جو انھوں نے حضرت شیخ سے ان کی ہجرت کے وقت پوچھی تھی کہ "کیا میں بھی ناموافق حالات میں ہجرت کر سکتا ہوں؟" اور انھوں

---

[1] ہم دونوں ندی کے اسی طرف رہیں مگر لوگ یہ سمجھیں کہ ایک اس طرف رہتا ہے اور دوسرا دوسری طرف۔ راج گھاٹ اور تکیہ کے درمیان ندی کا موڑ کچھ ایسا ہی ہے کہ اگر راج گھاٹ اور تکیہ سے ایک دوسرے کو دیکھیں تو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ دونوں مقامات ندی کے دونوں کناروں پر واقع ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ دونوں ندی کے ایک ہی کنارے پر واقع ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے نے فرمایا تھا کہ "ہجرت کر سکتے ہو، لیکن اگر کوئی مردِ خدا تمھیں روکے تو رُک جانا۔" انھیں وہ بات یاد آگئی اور انھوں نے رک جانے کا فیصلہ کر لیا۔

شاہ علم اللہ صاحب حضرت آدم بنوریؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ سیّد احمد سرہندیؒ سے بیعت تھے خلافت و نیابت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ بنوریؒ نے انھیں اپنا عمامہ اور حضرت مجددؒ کی دستار مبارک بھی عنایت کی تھی۔

دونوں دوست ایک دوسرے سے مل کر رخصت ہوئے شاہ علم اللہ صاحب نواب جہاں خان کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کر کے کہا اب میرا ارادہ اُسی جگہ رہنے کا ہے۔

یہ زمین دولت خاں زمیندار لوہانی پور کی تھی۔ وہ بھی شاہ علم اللہ صاحب کے مرید اور معتقد تھے۔ انھوں نے یہ زمین شاہ صاحب کو "نذر" کر دی۔

مٹی اور پھوس کی ایک جھونپڑی ــــــ مٹی اور پھوس ہی کی ایک مسجد ــــــ یہ اس بستی کی ابتدا تھی جو مجاہدِ کبیر حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی جائے پیدائش اور وطن تھی۔

بعد میں شاہ علم اللہ صاحب نے حج کیا اور واپسی میں کعبۃ اللہ کا نقشہ اور پیمائش لائے۔ پھر خود اور اپنی اولاد کے ہاتھوں موجودہ مسجد

www.abulhasanalinadwi.org

کی تعمیر کی بنیادوں میں زمزم ڈالا۔ کعبۃ اللہ کے احترام میں مسجد قدرے چھوٹی رکھی۔

"اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو یہاں اس لیے ٹھہرایا ہے کہ یہ نماز قائم کریں" ــــ "القرآن"۔

ایسی پُرفضا۔ پُرسکون ، بابرکت اور بزرگوں کی سرزمین میں مجاہد کبیر سیّد احمد کی ولادت ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

سلسلۂ نسب یہ ہے :

۱ : مجاہدِ کبیر حضرت سیّد احمد شہیدؒ رائے بریلوی شہیدِ بالاکوٹ (ہزارہ)۔

۲ : بن سیّد محمّد عرفان (انتقال ۱۲۱۴ھ)

۳ : بن سیّد محمّد نور (پیدائش ۱۰۷۳ھ۔ انتقال ۱۲ جمادی الآخر ۱۱۴۸ھ) دکن میں شہزادہ اعظم جاہ فرزند شہنشاہ عالمگیر کی سرکار میں ملازم رہے مگر بعد میں استعفا دے کر وطن واپس آ گئے۔

۴ : بن سیّد محمّد ہدیٰ (پیدائش ۱۰۴۸ھ انتقال ۱۸ ربیع الاوّل ۱۱۲۰ھ م ۱۱ جون ۱۷۰۸ء بعہد شاہ عالم) شاہ عالم سے ملنے دکن جا رہے تھے کہ راستے میں برہان پور میں انتقال فرمایا۔ وہاں ایک سال بطورِ امانت دفن رہے۔ بعد میں تابوت تکیہ رائے بریلی میں لا کر دفن کیا گیا۔

۵ : بن سیّد شاہ علم اللہ۔ بانیٔ دائرہ شاہ علم اللہ۔ تکیہ کلاں (پیدائش ۱۲ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ م ۲۴ ستمبر ۱۶۲۳ء بمقام نصیر آباد بعہد

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ جہانگیر۔ انتقال ۸ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۶۸۵ء بمقام تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی۔ بعہد شاہ عالمگیر۔ عالمگیر کو بڑی عقیدت تھی۔ باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "دوست بفردوس رسید" تاریخ وفات ہے۔

جس دن وفات پائی اسی رات عالمگیر نے خواب دیکھا کہ حضور پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ ملائکہ جنازہ مبارک کو آسمان پر لے گئے۔

صبح ملا جیون سے تذکرہ کیا انھوں نے کہا شاید شاہ علم اللہ وفات پا گئے؟ بادشاہ نے پوچھا کیسے۔ ملا صاحب نے کہا کہ شرف فرزندی کے ساتھ اتباعِ سنت میں ان کا کوئی ہمعصر نہیں۔ بعد میں وقائع نویس کی رپورٹ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔

۶ : بن سید محمد فضیل۔ کسی خاندانی جھگڑے میں بعض عزیزوں نے شرعی فیصلہ قبول نہ کیا۔ جس کی وجہ سے جائس چھوڑ کر نصیر آباد آگئے مدینہ میں ۲۸ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ انتقال کیا۔

۷ : بن سید محمد معظم۔

۸ : بن سید احمد۔ بڑے غیور اور دیندار تھے۔ نصیر آباد میں عہدۂ قضاء پر فائز تھے۔ سید محمد فضیل کی طرح نصیر آباد چھوڑ کر رائے بریلی آگئے اور اپنے عہدہ سے استعفا دے دیا۔ (انتقال ۱۱۳۵ھ)

www.abulhasanalinadwi.org

۹ : بن قاضی سید محمود۔ نصیر آباد میں محلہ قضیانہ انھیں کا آباد کیا ہوا ہے (انتقال ربیع الاول سنہ ۸٦۸ھ م سنہ ۱۴٦۳ء)

۱۰ : بن سید علاؤ الدین۔

۱۱ : بن سید قطب الدین ثانی۔ کڑہ ضلع الہ آباد سے ترک سکونت کرکے جائس ضلع رائے بریلی آ گئے۔

۱۲ : بن سید صدر الدین ثانی۔

۱۳ : بن سید زین الدین۔

۱۴ : بن سید احمد۔

۱۵ : بن سید علی

۱٦ : بن سید قیام الدین

۱۷ : بن سید صدر الدین

۱۸ : بن قاضی سید رکن الدین۔ بدایوں میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

۱۹ : بن امیر سید حسن الملقب سید نظام الدین۔ پدر بزرگوار امیر سید قطب الدین محمد الحسنی کی ہمراہی میں راجہ جے چند قنوج فتح کیا۔ کڑہ کی جنگ میں بھی بڑی بہادری دکھائی۔ بعد میں کڑہ بھی فتح کیا۔

۲۰ : بن قطب العارفین۔ شیخ الاسلام۔ سید السادات امیر کبیر سید محمد الملقب قطب الدین الحسنی الحسینی المدنی۔ الکڑوی۔ مقام و تاریخ پیدائش سنہ ۵۸۰ھ مدینہ منورہ۔ مقام و تاریخ انتقال ۳ رمضان سنہ ٦۷۷ھ م ۱۸ جنوری سنہ ۱۲۷۹ء کڑہ۔ بغداد سے غزنی ہوتے ہوئے سلطان

www.abulhasanalinadwi.org

شمس الدین التمش کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے۔ بعد میں قنوج، سبو ہ (فتح پور) اور کڑہ (الہ آباد) فتح کیا اور کڑے سے ہی میں سکونت اختیار کی۔

۲۱ : بن سید احمد الملقب رشید الدین المدنی ثم غزنوی۔

اس خاندان کے پہلے شخص ہیں جو مدینہ طیبہ سے بغداد تشریف لائے ان کی شادی غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اور انھیں صاحبزادی کے بطن سے امیر کبیر الملقب بہ قطب الدین محمد الحسنی کی ولادت ہوئی جو ہندوستان میں اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ ہوئے۔

۲۲ : بن سید یوسف

۲۳ : بن سید عیسیٰ

۲۴ : بن سید حسن

۲۵ : بن سید حسین الملکی بابی الحسن

۲۶ : بن سیّد جعفر

۲۷ : بن سیّد قاسم

۲۸ : بن سید ابی محمد عبداللہ

۲۹ : بن سید حسن الاعور الجواد۔ نقیب کوفہ

www.abulhasanalinadwi.org

۳۰ : بن سید محمد الثانی

۳۱ : بن سید ابی محمد عبداللہ الاشتر الکابلی الشہید۔

والدِ محترم سید محمد صاحب النفس الزکیہؒ کی شہادت کے بعد عمر بن حفص حاکم سندھ (موجودہ مکران) کے پاس سندھ آ گئے تھے مگر عباسیوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ ایک مختصر سی جنگ میں مقابلہ ہوا اور شہادت پائی۔

۳۲ : بن ابی القاسم سید محمد المہدی صاحب النفس الزکیہ (۱ رمضان ۱۴۵ھ م ۲ جنوری ۷۶۲ء) عباسیوں کے خلاف خروج کیا۔ مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر بیعت لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ مدینہ میں امام مالکؒ نے اور بصرے میں امام ابو حنیفہؒ نے حمایت اور تائید میں فتوے دیا۔ خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور نے اپنے سپہ سالار عیسےٰ بن موسےٰ کو دس ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کے لیے بھیجا مدینہ کے باہر مقابلہ ہوا۔ آپ بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۳۳ : بن سید عبداللہ المحض۔ منصور نے ہاشمیہ میں قید کر دیا تھا اور قید خانہ ہی میں وفات پائی۔

۳۴ : بن سید حسن المثنیٰ

۳۵ : بن سیدنا حضرت امام حسنؓ

www.abulhasanalinadwi.org

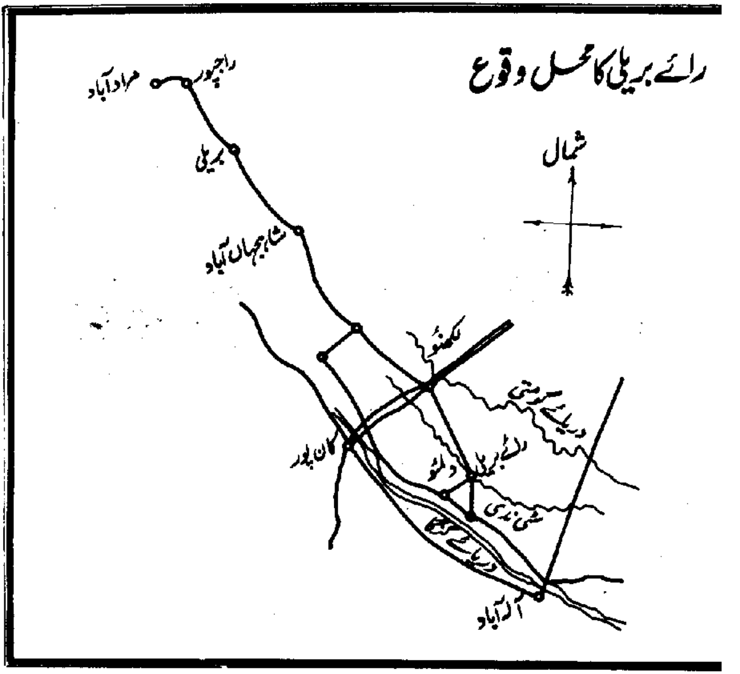

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

۳۶: بن امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ،
جناب سید حسن مثنیٰ کی شادی اپنے عم نامدار شہید کربلا حضرت
حسین رضؓ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ سے ہوئی تھی اسی لیے اس
خاندان کو حسنی الحسینی کہا جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

والدین اور ابتدائی حالات

سیّد صاحب کے والد سیّد محمد عرفان صاحب حضرت شاہ علم اللہ کے پوتے سیّد محمد نور کے صاحبزادے تھے۔ بڑے نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ لکھنؤ سے رائے بریلی تشریف لارہے تھے کہ راستے میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت سیّد صاحب کی عمر چودہ برس کی تھی۔

آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے ایک صاحبزادی بی بی سنجیہ ہوئیں جو مولوی سیّد عبدالسبحان صاحب کی اہلیہ اور مولانا سیّد محمد علی[1]، مولانا سید احمد علی شہید، میاں سید حمید الدین حمیدی اور میاں سید عبدالرحمٰن عرف چھوٹے میاں کی والدہ تھیں۔ مولوی سید عبدالسبحان، سید محمد عثمان کے صاحبزادے اور سیّد محمد عرفان کے حقیقی بھتیجے تھے۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی بی بی سنجیہ عرف ناجا دختر شاہ ابوسعید سے کی جن سے تین صاحبزادے سید محمد ابراہیم،

---

[1] مصنف "مخزن احمدی"

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید محمد اسحٰق اور مجاہدِ کبیر سیّد احمد شہید اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

سیّد ابراہیم صاحب والیٔ ٹونک نواب امیر خاں کے لشکر میں خطیب تھے اور وہیں انتقال کیا۔ سید اسحاق صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز سے بیعت ہوئے اور شاہ عبدالقادر صاحب سے حدیث اور تفسیر پڑھی۔ کتابیں جمع کرنے اور تفسیر سے خاص شغف تھا۔ اوائل عمر میں انتقال کیا۔ صرف ایک صاحبزادے سید اسمٰعیل یادگار چھوڑے۔ انھیں کی بیوہ سیّدہ ولیہ سے سید صاحب نے بعد میں نکاح ثانی کیا۔

سیّد صاحب کو پڑھنے لکھنے کا زیادہ شوق نہیں تھا۔ کھیل کود اور سپہ گری کا بڑا شوق تھا۔ کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے۔ اکھاڑے میں ڈنڈ، بیٹھک اور مگدر گھماتے۔ ساتھیوں کی دو فوجیں ترتیب دیتے اور آپس میں مصنوعی جنگ کا کھیل کھیلتے۔ پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت تیرنے کی حیرت انگیز مشق تھی۔

والد محترم کی وفات کے بعد ایک مرتبہ لکھنؤ جا رہے تھے راستے میں ساتھیوں کا سارا سامان ایک چادر میں باندھ کر سر پر رکھ لیا اور ہنستے کھیلتے لکھنؤ تک لے گئے۔

اس طرح خدا کو ان سے جو کام لینا تھا اس کی ابتدا ہی سے تربیت ہونے لگی تھی۔ محنت مشقت، مہم جوئی (ADVENTURE) مشکل پسندی ان کی فطرتِ ثانیہ بن گئی تھی جنگل سے لکڑی کاٹ کر گٹھا بنانا اور سر پر رکھ کر لانا، گھر کے لیے کنوئیں سے پانی بھرنا، بازار سے سودا سلف

www.abulhasanalinadwi.org

لانا معمولاتِ زندگی بن گئے تھے ۔

گو ظاہری علوم میں زیادہ کمال حاصل نہ تھا تاہم فارسی خوب جانتے تھے اور بے تکلف گفتگو کرتے تھے۔ عربی میں بھی خاصی مہارت تھی۔ کافیہ اور مشکوٰۃ کا درس شاہ اسماعیل شہید سے لیا تھا۔ دو کتابیں حقیقت الصلوٰۃ اور تفسیر سورہ فاتحہ تصنیف کی تھیں ۔

جہاد کا بچپن ہی سے شوق تھا اور اکثر اس کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرقہ وارانہ فساد ہو گیا۔ دایہ نے شرکت سے منع کیا۔ والدہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ انتظار کرتے رہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو شرکت کی اجازت چاہی انھوں نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی اور کہا:

"جاؤ بھیا ــــ اللہ کا نام لے کر جاؤ ــــ مگر خبردار پیٹھ نہ پھیرنا ــــ ورنہ تمھاری صورت نہ دیکھوں گی"۔

والد کے انتقال کے بعد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تلاش معاش میں لکھنؤ گئے۔ نواب غازی الدین حیدر کی بادشاہی اور معتمد الدولہ آغا میر کی وزارتِ عظمیٰ کا زمانہ تھا، مگر حالات نے ساتھ نہ دیا۔ بڑی کوشش اور جستجو کے بعد بھی کوئی نوکری نہ مل سکی ۔

ایک دن دوستوں سے کہنے لگے" اس کوشش اور جستجو کے بعد بھی اگر دنیا نہیں ملتی تو ایسی دنیا پر خاک ڈالو اور میرے ساتھ دہلی چلو حضرت شاہ عبدالعزیز کا وجود غنیمت سمجھو" مگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی ۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیّد صاحب خود ہی تن تنہا دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

شاہ صاحب نے مصافحہ اور معانقہ کرنے کے بعد دریافت کیا "کہاں سے تشریف لائے؟"

سید صاحب نے بتایا "رائے بریلی سے۔"

فرمایا "کس خاندان سے تعلق ہے؟"

کہا "وہاں کے سادات میں سے۔"

فرمایا "سید ابوسعید[1] صاحب سید نعمان صاحب سے بھی واقف ہیں؟"

سیّد صاحب نے بتایا "سیّد ابوسعید میرے حقیقی نانا ہیں اور سید نعمان حقیقی چچا ہیں۔"

پھر تو شاہ صاحب نے اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور پوچھا "کس وجہ سے یہ تکلیف دہ سفر اختیار کیا؟"

سید صاحب نے کہا "آپ کی ذات کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالےٰ کی طلب کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

شاہ صاحب فرمانے لگے "اگر خدا کا فضل شامل ہے تو آپ کو آپ کے اسلاف کی میراث ضرور ملے گی۔"

اس وقت (۱۲۱۹ تا ۱۲۲۰ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز کا شریعت کدہ

---

[1] معتقد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان میں علومِ دینیہ کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس مرکز کی داغ بیل حجۃ الاسلام امام شاہ ولی اللہ نے ڈالی تھی۔

ہندوستان کے منتخب علماء و فضلاء کا جمگھٹا رہتا تھا اور اس ایک وقت میں خاندان ولی اللّٰہی کے آئمۂ عصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبانِ ترجمان القرآن اور حضرت مولانا شاہ عبدالحیؒ۔ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ۔ حضرت مولانا شاہ اسحٰقؒ اور حضرت مولانا شاہ یعقوبؒ موجود تھے۔

سید صاحب کا انھیں حضرات میں اٹھنا بیٹھنا رہتا۔ قرآن مجید کا درس آپ نے شاہ عبدالقادرؒ سے لیا۔ ایک جمعہ کو آپ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے آپ کو طریقِ ثلاثہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ میں داخل فرمایا۔

سید صاحب شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ سلام مسنون "السلام علیکم" کہا۔ اس زمانے میں سلام مسنون کا طریقہ جیسے ہندوستان میں ختم ہو چکا تھا۔ لوگ "سلام عرض" کرتے یا "تسلیمات" بجا لاتے تھے۔ یہاں تک کہ خاندانِ ولی اللّٰہی میں بھی سلام مسنون کا رواج نہیں تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے جب سیّد صاحب کا "سلام" سنا تو نہایت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ آئندہ سے سلام عرض کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ یہی مسنون ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شریعت کدہ ولی اللّٰہی میں تقریباً پانچ برس تک تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد آپ وطن واپس ہوئے۔

واپسی پر آپ نے تقریباً تیئیس ۲۳ سال کی عمر میں سیّد محمد رَوشن[1] کی صاحبزادی بی بی زہرہ سے شادی کی۔ جن کے بطن سے آپ کی بڑی صاحبزادی بی بی سائرہ ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئیں۔

وطن میں تقریباً دو سال قیام کرنے کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی سیّد ابراہیم کے پاس جو نواب امیر خاں کی فوج میں امام تھے کے پاس وسط ہند چلے گئے۔ اور ان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

امیر الدولہ نواب امیر خاں بہادر بانیٔ ریاست ٹونک۔ راجپوتانہ ضلع مراد آباد سنبھل کے نہایت شریف اور بہادر افغان سردار تھے انھوں نے اپنی لیاقت اور محنت سے تقریباً چالیس ہزار سپاہیوں کی منظم اور فنِ حرب میں بڑی ماہر فوج جمع کر لی تھی اس فوج سے وہ ان راجوں مہاراجوں کی معاوضہ لے کر مدد بھی کرتے تھے جو آپس میں برسرِ پیکار رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں انگریزوں کے خلاف بھی مدد دیا کرتے تھے۔

نواب صاحب سید صاحب کے معتقد تھے۔ سید صاحب کو

---

[1] سید شاہ علم اللہ صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی سید محمد اسحاق کی پانچویں پشت میں ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے اپنا مشیرِ خاص مقرر کر لیا۔ نواب صاحب کی فوج میں شامل ہونے کا خاص مقصد یہ تھا کہ خود کی جہاد کے لیے عسکری تربیت ہو۔ اس کے علاوہ نواب صاحب سے بھی اس مقصد کے لیے مدد حاصل کی جائے۔

مگر انگریزوں نے پنڈاری سرداروں سے نپٹنے کے بعد نواب امیر خاں کو بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ سید صاحب آخر وقت تک نواب صاحب کو صلح نہ کرنے بلکہ جنگ کرنے کا مشورہ دیتے رہے مگر حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ نواب صاحب کو صلح کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا انھوں نے انگریزوں سے صلح کر لی۔

ان حالات میں سید صاحب نواب امیر خاں کی طرف سے مایوس ہو گئے اور لشکر سے جدا ہو گئے۔ بہرحال آپ کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ تقریباً چھ سال کی مدت میں آپ نے فنِ حرب میں جو کچھ سیکھا وہ آئندہ زندگی میں آپ کے بہت کام آیا۔

نواب امیر خاں سے جدا ہونے سے قبل سید صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں دہلی میں خط لکھا:

"خاکسار قدم بوسی کو حاضر ہوتا ہے۔ لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ نواب صاحب نے انگریزوں سے صلح کر لی اس لیے اب یہاں رہنا بے کار ہے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب رجب ۱۲۳۳ھ مطابق مئی ۱۸۱۸ء کو دہلی پہنچے تو ان کی خداداد صلاحیتیں عروج پر پہنچ چکی تھیں وہ ذکر و سلوک کی تمام منزلوں سے گزر چکے تھے۔ تقریباً چھ سال تک ایک ذمہ دار مشیر کی حیثیت میں کام کر چکے تھے۔ اس وقت کی سیاست کے رنگ ڈھنگ بھی سمجھ چکے تھے اور وقت کے بعض عظیم المرتبت افراد سے بھی گھریلو اور دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔

دہلی میں لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت اور خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اکابر علماء میں سب سے پہلے قطب وقت مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی نے بیعت کی۔ مولوی صاحب موصوف حضرت شاہ ولی اللہ کے برادر اکبر شاہ اہل اللہ کے پوتے تھے اور آخری سانس تک سید صاحب کے رفیق خاص معتمد علیہ اور داروغۂ کل رہے۔

مولوی صاحب کے بعد خاندان ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ آسمان علم و فضل کے مہر و ماہ۔ تاج المفسرین، فخر المحدثین سرآمد علماء محققین مولانا شاہ عبدالحئی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید بیعت ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ان اکابرین کا کسی دوسرے کی بیعت میں داخل ہو جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ بڑی شہرت ہوئی پھر تو دوسرے علماء و فضلاء اور ہزاروں لوگ بیعت ہونے لگے۔

یدخلون فی دین اللہ افواجا

www.abulhasanalinadwi.org

شہرت اور مقبولیت روز بروز بڑھتی رہی۔ دہلی کے باہر خصوصاً مظفر نگر، سہارنپور اور میرٹھ سے خطوط آنے لگے کہ آپ یہاں تشریف لائیں تاکہ ہم لوگ بھی آپ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوں۔

سیّد صاحب نے حضرت مرشد عبد العزیزؒ کی اجازت سے ۱۲۳۵ھ میں دوآبے کے سفر کا ارادہ کیا۔ اس سفر میں دو مقاصد پیشِ نظر رہے اوّل تبلیغِ دین اور عقائد و اعمال کی اصلاح۔ دوسرے اس بات کا اندازہ لگانا کہ دعوتِ جہاد کی پذیرائی کے کیا امکانات ہیں؟

یہ سفر تقریباً چھ مہینے کا رہا۔ اس سفر میں آپ غازی آباد، مراد نگر، میرٹھ پھلت، مظفر نگر، دیوبند، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون، رام پور، سہارنپور، تشریف لے گئے۔ مولانا عبد الحئی صاحب اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے علاوہ حافظ قطب الدین صاحب، جناب شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور جناب مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی شریکِ سفر رہے۔

یہ سفر بڑا کامیاب رہا۔ اس سفر کی کامیابی کے لیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیرِ مالٹا کے والدِ گرامی مولانا ذوالفقار علی دیوبندی فرماتے ہیں کہ "سیّد صاحب جن قصبات میں تشریف لے گئے وہاں اب تک خیر و برکت ہے"۔

اسی سفر کے دوران رام پور میں سیّد صاحب سے سکھوں کے ظلم و ستم کے واقعات بیان کیے گئے۔ کچھ افغان مسافروں نے بتایا کہ انھوں نے پنجاب سے گزرتے ہوئے ایسی مسلمان عورتوں کو دیکھا

www.abulhasanalinadwi.org

جنھیں سکھوں نے زبردستی اپنے گھروں میں سکھ بنا کر ڈال لیا تھا۔

یہ سفر ختم کرنے کے بعد آپ دہلی پہنچے اور وطن جانے کے لیے روانہ ہوئے تو راستے ہی میں تھے کہ منجھلے بھائی مولانا سید اسحاق صاحب کے انتقال کی اطلاع ملی۔ لہٰذا آپ جلد از جلد رائے بریلی پہنچے۔

حج کے لیے روانہ ہونے تک یعنی تقریباً دو برس تک وطن میں قیام رہا۔ اس عرصے میں آپ کی اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں اسی زمانے میں صراطِ مستقیم تصنیف ہوئی۔ سید صاحب مضمون بتا دیتے تھے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ یا مولانا عبدالحئی صاحب اپنے الفاظ میں تحریر کرتے جاتے تھے۔

اس زمانے میں بیوہ عورت کا نکاح شرفاء میں یہاں تک کہ دیندار گھرانوں میں بھی عیب اور برا سمجھا جاتا تھا۔ بعض اوقات اس گناہ کی سزا قتل تھی۔ سید صاحب نے سنتِ رسولؐ جاری کرنے کے لیے اپنے مرحوم بھائی مولانا سید اسحٰق صاحب کی بیوہ سیدہ ولیہ سے دوسرا نکاح کیا۔ اس نکاح کی بڑی تشہیر کی گئی۔ اس کے بعد شرفاء میں بھی بیوہ خواتین کے نکاح ہونے لگے اور سنت جاری ہو گئی۔ مثال کے طور پر حضرت شاہ اسمٰعیل نے اپنی بڑی بیوہ بہن کا نکاح ثانی اتباعِ سنت میں مولانا عبدالحئی صاحب سے کیا۔

اسی زمانے میں جب قصبہ نصیر آباد میں فرقہ وارانہ فساد ہونے

www.abulhasanalinadwi.org

کا خطرہ ہوا تو اس موقع پر سید صاحب کے حسن تدبر، معاملہ فہمی۔ ضبط و نظم اور عسکری تجربہ کاری کے جوہر کھلے۔ ان کے اثر و رسوخ اور اعزاز کا احساس بھی ہوا۔ نصیر آباد میں آپ نے ایسا فوجی نظام قائم کیا جو ایک آزمودہ کار اور تجربہ کار فوجی جنرل ہی کر سکتا تھا۔ حضرت شاہ اسمٰعیل فرماتے ہیں "نصیر آباد کا واقعہ جہاد کا پیش خیمہ تھا۔"

اس واقعہ کے بعد آپ کو ہر وقت جہاد کا خیال رہنے لگا۔ فنونِ حرب میں مہارت اور مشق کا شوق بڑھنے لگا۔ زیادہ تر وقت اسی کام میں صرف ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ان مشاغل سے ذکر اور سلوک کے کاموں میں کمی آنے لگی۔

اس وقت دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں کی اس چھوٹی سی بستی میں وقت کے نامور اور مشہور علماء و فضلاء جمع تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحیؒ، قطبِ وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پھلتی، شیخ المشائخ حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ولائتی اور حضرت شاہ ابوسعید صاحب۔

سید صاحب کی طبیعت میں جہاد کا شوق بڑھنے اور ذکر و سلوک میں کمی آنے کی وجہ سے ایک دن مولانا محمد یوسف صاحب پھلتی نے سید صاحب کو اس بات کی طرف متوجہ کیا تو سید صاحب نے فرمایا "ان دنوں دوسرا کام اس سے زیادہ افضل ہم کو درپیش ہے، اسی میں ہمارا دل مشغول ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیاری ہے اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے اس حال کی کچھ حقیقت نہیں۔ وہ کام یعنی تحصیل علم و سلوک اس کام کے تابع ہے۔ اگر کوئی تمام دن روزے رکھے تمام رات عبادت و ریاضت میں گزارے اور نوافل پڑھتے پڑھتے پیر دل پر ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک گھڑی بھی بارود اڑائے تاکہ کفّار کے مقابلے میں بندوق لگاتے آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے رتبہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور وہ کام (سلوک و تصوّف) اس وقت کا ہے جب اس کام (تیاری جہاد) سے فارغ البال ہو۔ اور اب جو پندرہ سولہ روز سے دوسرے انوار کی ترقّی نماز یا مراقبہ میں معلوم ہوتی ہے وہ اسی کاروبار کے طفیل ہے۔ کوئی بھائی جہاد کی نیت سے تیراندازی کرتا ہے، کوئی بندوق لگاتا ہے، کوئی پھیری گُدکا کھیلتا ہے، کوئی ڈنڈ پیلتا ہے۔ اگر ہم اس کام کی اس وقت تعلیم کریں تو ہمارے یہ بھائی اس کام سے جاتے رہیں۔ یوسف جی تم خود اپنا حال دیکھو کہ گردن ڈالے ہوئے عالمِ سکوت میں رہتے ہو۔ اسی طرح اور لوگ بھی کوئی کمبل اوڑھے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے کوئی چادر لپیٹے حجرہ میں بیٹھا ہے کوئی جنگل جاکر مراقبہ کرتا ہے کوئی ندی کنارے گڑھا کھود کر بیٹھا رہتا ہے۔ ان صاحبوں سے تو جہاد کا کام ہونا مشکل ہے تم ہمارے بھائیوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کام میں دل لگائیں یہی بہتر ہے۔"[1]

---

[1] سیرت سید احمد شہید

www.abulhasanalinadwi.org

جواب میں جناب حاجی عبدالرحیم صاحب نے سب کے سامنے فرمایا
"جب مجھ کو حضرت سے بیعت نہ تھی اپنے مشائخ کے طور طریق پر تھا
چلہ کشی کرتا تھا، جَو کی روٹی کھاتا تھا۔ موٹے کپڑے پہنتا تھا۔ صدہا
میرے مرید تھے اور جو درویشی کا طالب میرے پاس آتا اس کو تعلیم کرتا
تھا اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا تھا۔ جو کوئی مطلب کے لیے دو
چار کوس یا ایک دو منزل لے جانے کی درخواست کرتا فی سبیل اللہ
چلا جاتا تھا۔ اور میری نسبت کا یہ طور تھا کہ آدھ کوس یا کوس بھر سے
کسی پر توجہ کی نظر ڈالتا تو اسی جگہ اُس کو حال آجاتا اور بعض بعض باتیں مجھ
میں ان سے بڑھ کر تھیں اور میں اس حال میں بہت خوش تھا اور میرے مریدوں
میں بھی بعضے بعضے صاحبِ تاثیر تھے۔ باوجود ان سب باتوں کے جب
اللہ تعالےٰ نے ان سید صاحب کو سہارنپور پہنچایا اور مجھ سے ملایا
—— اور مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت
کی اور آپ کا طریق دیکھا اس وقت اپنے نزدیک مجھ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں
اس حالت میں مرجاتا تو میری موت بُری ہوتی۔ میں نے اپنے مریدوں
سے کہا کہ اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو ان سیّد صاحب کے ہاتھ
پر بیعت یا اس عقیدے سے میری ہی بیعت کرو اور جو نہ کرے گا
وہ جانے۔ میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ اس کا مواخذہ قیامت کے روز
مجھ سے نہیں۔ پھر سب نے دوبارہ بیعت کی۔ سو میں نے تمام عیش و
آرام اور ناموس و نام چھوڑ کر سید صاحب کے یہاں محنت و مشقت اور

www.abulhasanalinadwi.org

تنگی و کلفت اختیار کی۔ اینٹیں بھی بناتا ہوں۔ دیوار بھی اٹھاتا ہوں، گھاس بھی چھیلتا ہوں لکڑی بھی چیرتا ہوں اور ہر طرح کے کام کرتا ہوں مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس کاروبار کی بدولت جو خیر و برکت اور نعمت عطا کی اس کے دسویں حصّہ کے برابر اوّل معاملات کی خیر و برکت کو نہیں پاتا ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو اس راحت کو چھوڑ کر یہ محنت کیوں اختیار کرتا۔ سو میری صلاح اس بارے میں یہی ہے کہ تم اپنا کاروبار حضرت پر چھوڑ دو وہی جو کچھ بہتر جان کر تم کو فرمائیں اسی کو مانو اور اپنی بہتری اسی میں سمجھو اور اپنی رائے ناقص کو اس میں دخل نہ دو[1]۔"

حاجی صاحب فن و سلوک میں مسلّم اور شیخ عارف تھے ان کی تقریر سن کر سب خاموش ہو گئے اور دل و جان سے جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ تیر اندازی، نیزہ بازی، چاند ماری، تلوار چلانے کی مشق، ورزش، محنت و مشقت غرضیکہ سب نے فنون سپہ گری کی تمام مشقیں شروع کر دیں۔

---

[1] سیرت سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

سفرِ حج

اس زمانے میں سمندری طوفانوں، سفری مشکلات، راستہ میں بدامنی کی وجہ سے لوگوں نے حج کرنا تقریباً چھوڑ دیا تھا۔ انھیں وجوہات کی بناء پر بعض علماء نے حج کی فرضیت کے خلاف فتوے تک دے دیا تھا اس لیے سنتِ ابراہیمی کو جاری کرنے اور دین کے ایک نہایت اہم رکن کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے سید صاحب نے حج بیت اللہ کی نیت کر لی۔ رفقاء کو اپنے اس ارادے سے مطلع کیا، عزیزوں اور رشتہ داروں کو اس فرض کی ادائیگی کا شوق دلایا۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ "ہم حج کو جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو حج کو جانا چاہے چلے"۔ دور و نزدیک تمام میں شہرت ہو گئی کہ سید صاحب حج کو جاتے ہیں۔ سید صاحب کا ساتھ جید علماء و فضلاء کی رفاقت اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی تھی۔

لوگوں نے اپنی زمینیں اور جائیداد بیچ کر سفرِ حج کی تیاری کی۔ مولانا عبدالحئی اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ شریک

www.abulhasanalinadwi.org

سفر ہوئے۔

شوال ۱۲۳۶ھ مطابق جولائی ۱۸۲۱ء کو تقریباً چار سو سے زیادہ آدمیوں کے قافلے نے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے دلمئو سے دریائے گنگا کے راستے کشتیوں پر سفر حج شروع کیا۔

حاجیوں کا یہ قافلہ، الہ آباد، مرزا پور، چنار گڈھ، بنارس، غازی پور، چھپرا، دانا پور ہوتا ہوا عظیم آباد پٹنہ پہنچا۔ پٹنہ میں مولوی سید مظہر علی صاحب بیعت ہوئے۔

یہاں تبت کے چند مسلمانوں سے ملاقات ہوئی جو اس سفر حج کی شہرت سن کر حج کی نیت سے سید صاحب کے آنے کے منتظر تھے۔ سید صاحب نے ان لوگوں سے سفر خرچ کے بارے میں پوچھا جو ناکافی تھا، لہٰذا آپ نے انھیں حج کے سفر سے روک دیا اور کہا ان حالات میں تم پر حج فرض نہیں ہے۔ ہماری بات مانو تو ہم بتائیں اس میں حج کرنے سے دوگنا ثواب ملے گا۔

وہ لوگ راضی ہو گئے تو آپ نے ان سے بیعت لی اور انھیں خلافت دے کر احکام دین اور اسلام کی تبلیغ کی تلقین فرمائی اور انھیں ان کے وطن واپس کر دیا۔ بعد میں حج سے واپسی پر کلکتہ میں آپ کو ان لوگوں کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا علم ہوا۔

پٹنہ سے چل کر مونگیر، بھاگلپور، مرشد آباد ہوتا ہوا یہ قافلہ ہوگلی (کلکتہ) پہنچا۔ منشی امین الدین صاحب نے حتی الوسع میزبانی کے فرائض

www.abulhasanalinadwi.org

انجام دیے۔

منشی صاحب بنگال کے شیوخ میں سے تھے۔ بڑے ذہین ہوشیار۔ صاحب ثروت اور اقبال مند شخصیت کے مالک تھے۔ بڑے کامیاب تاجر تھے۔ کاروبار تجارت بنگال، آسام، بہار، اودھ اور پنجاب تک پھیلا ہوا تھا۔ پورے قافلہ کی مہمان داری کی اور خاطر مدارت میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دی۔

کلکتہ کے قیام کے زمانے میں تبلیغ کا کام جاری رہا۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب جمعہ کی نماز کے بعد وعظ فرماتے۔ دُور دُور سے لوگ وعظ سننے آتے۔ روزانہ بارہ پندرہ غیر مسلم مسلمان ہوتے۔ شہر میں شراب بکنا تقریباً بند ہو گئی تھی۔ بے پردگی میں بھی بہت کمی آگئی تھی۔

اس سفر اور کلکتے کے قیام کے بنگال اور آسام پر بڑے گہرے اور دُوررس اثرات مرتب ہوئے۔ انھیں اثرات کے نتیجے میں حاجی شریعت اللہ (فرائضی تحریک) اور نثار علی عرف تیتومیر جیسے مجاہد پیدا ہوئے۔ تیتومیر مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر سید صاحب سے بیعت ہوئے ان کی تحریک کو سید صاحب کی تحریکِ مجاہدین کی ایک شاخ ہی سمجھنا چاہیے۔

سلطان ٹیپو شہید کے صاحبزادوں کو جنھیں انگریزوں نے کلکتہ میں نظر بند کر دیا تھا جب معلوم ہوا کہ تکیہ کلاں رائے بریلی کے کوئی سیّد صاحب حج کو جارہے ہیں تو انھوں نے اپنا نوکر بھیج کر تصدیق کرائی۔ یہ صاحبزادگان

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کے نانا میاں سید ابوسعید صاحب اور ماموں میاں سید ابواللیث صاحب سے پہلے ہی بیعت تھے۔ انھوں نے پیغام بھیجا کہ آپ تو ہمارے پیر و مرشد ہیں، آپ غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ ہم لوگ بھی آپ کی قدم بوسی سے شرفیاب اور بیعت سے سرفراز ہوں۔

سیّد صاحب مولانا عبدالحئی، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اپنے بھانجے میاں سیّد احمد علی اور تقریباً ڈھائی سو آدمیوں کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لے گئے سب شہزادے بیعت ہوئے اور بڑی پُر تکلف دعوت کی۔

کلکتہ میں گیارہ جہاز کرایہ پر لیے گئے۔ تقریباً آٹھ سو آدمیوں کا قافلہ جس میں عورتیں اور بچّے بھی شامل تھے اور جو کلکتہ پہنچتے پہنچتے دو گنا ہو گیا تھا حجِ بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا۔ ہر جہاز پر ایک امیر مقرر تھا۔

"ہندوستان کی ہزار بارہ سو برس کی تاریخ میں اس کی قطعاً نظیر نہیں ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت نے اس ذوق و شوق اور جوش اور اس قافلہ کے ساتھ باہمی الفت و محبت اور اس متحرک اسلامی ماحول کے ساتھ جو اس قافلہ کے ساتھ چلتا تھا حج کیا ہو۔ ہندوستان میں صدہا مسلمان سلاطین گزرے جن پر حج فرض تھا اور جو ہزاروں مسلمانوں کو اپنے ساتھ حج پر لے جانے کی مقدرت رکھتے تھے اور ہزارہا مشائخ جن کے دامن سے لاکھوں مسلمان وابستہ تھے، لیکن اس شان کا حج نہ سلاطین کے تزک و وقائع میں ملتا ہے نہ مشائخ کے سیر و تراجم میں۔

www.abulhasanalinadwi.org

"جب تک یہ قافلہ سفر میں تھا ہندوستان کا وہ خطہ جو اس کی گزرگاہ تھا پیہم جنبش میں تھا۔ پھر اس کے جلو میں دینی اصلاح و تبلیغ کا ایک عظیم سیلاب تھا جس میں شرک و بدعت فسق و فجور اور جاہلیت کے رسوم و شعائر خس و خاشاک کی طرح بہے جاتے تھے۔ ہندوستان کا پورا شمالی مشرقی علاقہ جو تین وسیع صوبوں (صوبہ متحدہ، بہار و بنگال) پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے فیض سے گلزار بن گیا۔"[1]

روانگی کے دن منشی امین الدین صاحب نے سید صاحب کی اپنے گھر دعوت کی۔ سید صاحب کی دونوں بیبیاں اور گھر کی دوسری مستورات جہاز پر پہنچ گئی تھیں۔ جب آپ جہاز پر پہنچے تو آپ کی دایہ جُمّن بوا پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ ان کے پاس دمِ آخریں تک بیٹھے رہے۔ بعد میں میّت کشتی میں سوار کرا کے کنارے پہنچائی گئی اور گنیلا گاچھی میں دفن کی گئی۔

جہازوں کا قافلہ کلکتہ سے روانہ ہو کر ڈائمنڈ ہاربر سے خلیج بنگال میں داخل ہوا اور ساحل مدراس کے ساتھ چل کر سیلون اور ہندوستان کے درمیان آبنائے پاک میں سے گزر کر راس کماری پہنچا اور وہاں سے ایلپی ہوتا ہوا کالی کٹ گیا۔

---

[1] مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کالی کٹ میں سیّد صاحب کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی۔ آپ جہاز سے اتر کر کالی کٹ شہر گئے۔ بیچ شہر میں ایک تالاب تھا اور اس کے بیچ میں ایک جزیرہ پر مسجد تھی۔ آپ اس مسجد میں گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔

جہازوں کا قافلہ کالی کٹ سے روانہ ہو کر جزائر لکادیپ میں سے گزرا اور بحیرۂ عرب عبور کر کے بخیر و عافیت عدن کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔

عدن میں سب لوگ جہازوں سے اترے۔ سرزمین عرب تک بخیریت پہنچ جانے کے لیے سید صاحب کی امامت میں سب لوگوں نے شکرانے کی نماز ادا کی۔

جدّہ میں چار دن قیام رہا۔ پھر قافلہ مکّہ مکرمہ روانہ ہوا۔ راستہ میں حدیبیہ کے مقام پر سیّد صاحب نے تمام رفقاء سے جہاد کی بیعت لی اور جہاد میں کامیابی کی دعا مانگی۔

تقریباً دس ماہ سفر کرنے کے بعد حاجیوں کا قافلہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۲۳۷ھ کو مکّہ مکرمہ میں داخل ہوا۔

راستے میں صرف چند موتیں ہوئیں۔ ایک عنایت علی عظیم آبادی، دوسرے عبدالغفار خاں بخاری سیلون کے قریب فوت ہوئے۔ سیّد صاحب کی دایہ جمّن بوا نے کلکتہ کے قریب وفات پائی۔ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب کی والدہ محترمہ مکّہ پہنچ کر بیمار ہوئیں اور وفات پائی۔ جنت المعلےٰ

www.abulhasanalinadwi.org

میں آخری آرامگاہ ملی۔ ورنہ تمام اہل قافلہ خدا تعالےٰ کے فضل سے بخیریت اور صحت مند رہے۔

مولانا عبدالحئی صاحب نے حرم پاک میں مشکوٰۃ اور جناب شاہ اسمٰعیل شہید نے حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا درس شروع کر دیا تھا۔

عید کے دن مکّہ کے علماء اور شیوخ سید صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے مکّہ کے مشہور بزرگ اور محدث شیخ عمر بن عبدالرسول حنفی کو پانچ ریال ہدیہ پیش کیے۔ ان کے لیے یہ بات مشہور تھی کہ انھوں نے سلطان ترکی کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سید صاحب کا ہدیہ قبول کر لینے سے اہل مکّہ کو بڑا تعجب ہوا۔

عید ہی کے دن مکہ کے عام لوگوں نے اور بعض مشہور شخصیات نے سید صاحب کی بیعت کی جن میں امام شیخ مصطفےٰ، خواجہ الماس ہندی، شیخ شمس الدین ستار، شیخ حسن آفندی (نائب سلطان مصر) اور بلغاریہ کے ایک بزرگ شامل تھے۔

شیخ حسن آفندی کے لیے مولانا عبدالحئی نے صراط مستقیم کا عربی ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کی نقول ان علما اور شیوخ نے بھی لیں جو سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔

اس موقع پر جاوا (انڈونیشیا) کے تین حاجیوں نے بھی سید صاحب کی بیعت کی۔ آپ نے انھیں خلافت نامہ دے کر دعا فرمائی اور تبلیغ دین

www.abulhasanalinadwi.org

کی تلقین کی۔

حج کے موقع پر منیٰ اور بیعت عقبہ کے مقام پر تبرکاً سب ساتھیوں سے تجدیدِ بیعت کی۔ جبلِ رحمت کے دامن میں منجملہ اور دعاؤں کے یہ دعا بھی مانگی کہ اس قافلہ کا کوئی شخص "حاجی" کے لقب سے مشہور نہ ہو کیونکہ حج ایک اسلامی فرض ہے لہٰذا فرض ادا کرنے پر امتیازی لقب اختیار کرنا کیا معنے؟

حج کے بعد مکہ مکرمہ میں تقریباً چھ ماہ قیام کے بعد قافلہ عازمِ مدینہ ہوا۔ اس زمانے میں حجاز پر عثمانی ترکوں کی حکومت تھی ان میں اور نجدیوں میں جو محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے علمبردار تھے، جنگ کو ختم ہوئے بہت عرصہ گزرا تھا۔ اگر کوئی شخص موحدانہ عقائد اور ترک شرک و بدعات پر زور دیتا تو اسے "وہابی" سمجھ کر سخت باز پرس کی جاتی تھی۔

۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو مدینہ کے رؤسا اور شیوخ نے میلاد کی محفل منعقد کی۔ سید صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ سید صاحب نے کہلایا کہ اگر اس مجلس کا انعقاد دنیاداری کے لیے ہے تو ہمیں معاف رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب و سنت سے ثابت کریں۔ اہلِ محفل خاموش ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں سردی کا موسم شروع ہو جانے کی وجہ سے سید صاحب نے مکہ مکرمہ واپسی کا قصد کیا اور مکہ میں دوسرا رمضان گزار کر

www.abulhasanalinadwi.org

عید کے بعد ہندوستان کو واپسی کا سفر شروع کیا۔

جدہ سے ۱۵ شوال ۱۲۳۸ھ کو روانہ ہو کر عدن سے اور عدن سے زیادہ تر قافلے کے جہاز ساحل مالابار کی طرف روانہ ہوئے۔ سیّد صاحب کے واپسی کے پروگرام میں بمبئی شامل تھا۔ لہٰذا آپ کا جہاز بمبئی کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز بخیر و عافیت بمبئی پہنچا۔ آپ نے میمن واڑہ کی مسجد میں قیام فرمایا اور مولوی انس صاحب کے مہمان ہوئے۔

کلکتہ کی طرح بمبئی میں بھی آپ کی آمد کی شہرت ہو گئی تھی۔ یہاں بھی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ہزاروں لوگ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

بمبئی میں تقریباً بیس دن قیام رہا۔ بمبئی سے مولوی انس صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد صدیق، میاں محمدی، امام دین اور شیخ بڈھن صاحبان سیّد صاحب کے ساتھ ہوئے۔

واپسی میں سید صاحب کا جہاز بھی دوسرے جہازوں کے ساتھ جا کر شامل ہو گیا۔ جہازوں کا سفر ساحل مالابار کے ساتھ جاری رہا اور آبنائے پاک میں سے گزر کر خلیج بنگال عبور کر کے جہازوں کا پورا قافلہ کلکتہ پہنچ گیا۔

کلکتہ سے اسی طرح کشتیوں پر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ کلکتہ سے مرشد آباد مونگیر۔ مونگیر میں مولانا ولایت علی صاحب سید صاحب کی ملاقات اور بیعت سے شرفیاب ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عظیم آباد پٹنہ کے قیام میں سید صاحب حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب پھلواری سے ملاقات کے لیے پھلواری شریف تشریف لے گئے اور وہاں دو دن قیام کیا۔

عظیم آباد سے روانگی کے وقت حضرت مولانا ولایت علی صاحب، جناب شاہ محمد حسین صاحب، محمد حیات، طالب حسین صاحب اور سید کرامت حسین صاحب جہاد میں شرکت کے لیے قافلہ کے ساتھ ہو گئے۔

عظیم آباد سے قافلہ چل کر دانا پور، چھپرا، بکسر، غازی پور اور پھر بنارس آیا۔ مرزا پور میں تکیہ کی مسجد کے راستے کے لیے جو ندی تک جاتا ہے اور گھاٹ کے لیے پتھر کی سلیں خریدیں۔ الہ آباد سے سید صاحب خشکی کے راستے اور کشتیوں کا قافلہ ڈلمئو ہو کر ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ مطابق ۲۵ / اپریل ۱۸۲۴ء کو تقریباً دو سال دس ماہ بعد بخیر و عافیت وطن پہنچا۔

آیا ہے قافلہ حج کر کے وہ اس ملک کے بیچ
جس میں ہر ایک ہے ولی عارف نیکو منظر

جہاد کی تیاری اور مقاصد

حج سے واپسی کے بعد سید صاحب نے مکانوں کی مرمت کرائی۔ اسی زمانے میں آپ نے لوہانی پور کی مسجد بھی تعمیر کرائی۔

حج سے واپسی کے بعد اور جہاد کے لیے روانگی تک تقریباً دو سال کا عرصہ سخت محنت، جفاکشی، مجاہدہ اور سپاہیانہ زندگی کی مشق میں گزرا۔ اس سے لوگوں میں جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ الحق کی ہمت اور توفیق پیدا ہوئی۔ کئی سو افراد تکیہ کی چھوٹی سی بستی میں ایک طرف تو عبادات، ذکر و اذکار میں مشغول تھے تو دوسری طرف فنونِ حرب، محنت و مشقت کرنے میں چاق و چوبند تھے اور جہاد میں پیش آنے والی زندگی کے لیے تیاری کر رہے تھے۔

مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی جو ناظم بہار کے صاحبزادے تھے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتے تھے کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے، مٹی گارے کا کام کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے والد صاحب نے اپنے نوکر کو کچھ روپیہ اور نہایت اعلیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

کپڑے جوتے وغیرہ دے کر آپ کے پاس بھیجا۔ تکیہ پہنچ کر نوکر نے مولانا کو پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ ندی کے کنارے ہیں۔ وہ ندی پر پہنچا۔ دیکھا کہ مولانا ایک کالی اور موٹی لنگی باندھے گارے میں لتھڑے ہوئے کام میں جُتے ہوئے ہیں۔ نوکر انھیں پہچان بھی نہ سکا۔ اس حلیے میں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

یہ ایک مثال ان مجاہدین کے ذوق و شوق کی کافی ہے۔

وہ کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے سید صاحب اور ان کے عظیم المرتبت ساتھیوں نے علمِ جہاد بلند کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا؟

- "ہم محض رضائے الٰہی کے آرزومند ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو غیر اللہ کی طرف سے بند کر چکے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ہاتھ اٹھا چکے ہیں۔ ہم نے محض اللہ کے لیے علمِ جہاد بلند کیا ہے۔ ہم مال و منال، جاہ و جلال۔ امارت و ریاست، حکومت و سیاست کی طلب و آرزو سے آگے نکل گئے ہیں۔ خدا کے سوا ہمارا کوئی مطلوب نہیں ہے[1]"
- "تقدیر سے چند سال پہلے ہندوستان کی حکومت، سلطنت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ عیسائی اور مشرکین نے ہندوستان کے

---

[1] اقتباس مکتوب بنام علماء و روساء سرحد۔

www.abulhasanalinadwi.org

اکثر حصّے پر قبضہ کر لیا ہے اور ظلم و بیداد شروع کر دی ہے کفر و شرک کی رسوم کا غلبہ ہو گیا ہے اور شعائرِ اسلام اُٹھ گئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر ہم لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ ہجرت کا شوق دامنگیر ہوا۔ دل میں غیرتِ ایمانی اور سر میں جہاد کا جوش و خروش ہوا۔"[1]

"جناب کو خوب معلوم ہے کہ یہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے دنیا جہاں کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے اہلِ حکومت کی حکومت اور ان کی عزّت و حرمت کو خاک میں ملا دیا ہے جو حکومت و سیاست کے مردِ میداں تھے وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اس لیے مجبوراً چند غریب بے سروسامان کمرہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اپنے گھروں سے نکل آئے ہے۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیا دار اور جاہ طلب نہیں ہیں۔ محض اللہ کے دین کے لیے اٹھے ہیں۔ مال و دولت کی ذرہ بھر طمع نہیں"[2]

"چونکہ زبانی دعوتِ تبلیغ شمشیر و سنان سے جہاد کیے بغیر مکمل

---

[1] اقتباس مکتوب بنام شاہ سلیمان والی رکاشتکار (چترال)

[2] اقتباس مکتوب بنام راجہ ہندو راؤ۔ دیوان دولت راؤ سندھیا مہاراجہ گوالیار۔

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہوتی، اس لیے رہنماؤں کے پیشوا اور مبلغوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں کفار سے جنگ کرنے کے لیے مامور ہوئے اور دینی شعائر کی عزت اور شریعت کی سربلندی و ترقی اسی "رکن جہاد" کی امامت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی"۔[1]

اس ملک (سرحد) کو مشرکین کی نجاستوں سے پاک کرنے اور منافقین کی گندگی سے صاف کرنے کے بعد حکومت و سلطنت کا استحقاق اور ریاست کے انتظام سلطنت کی استعداد رکھنے والوں کے حوالے کر دیا جائے گا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ احسانِ خداوندی کا شکر بجالائیں گے اور ہمیشہ اور ہر حال میں جہاد کو قائم رکھیں گے اور کبھی اس کو موقوف نہیں کریں گے۔ اور انصاف اور مقدمات کے فیصلے میں شرع شریف کے قوانین سے بال بھر بھی تجاوز و انحراف نہیں کریں گے۔ اور ظلم و فسق سے کلیتہً اجتناب کریں گے اس کے بعد میں مجاہدین کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کروں گا تاکہ اس کو شرک و کفر سے پاک کیا جائے۔ اس لیے کہ میرا مقصود ہے[2]

---

[1] اقتباس مکتوب بنام سادات، علماء مشائخ و امرائے ہند۔

[2] اقتباس مکتوب بنام شاہ سلیمان والی (کاشتکار) چترال۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصلی ہندوستان پر جہاد ہے نہ کہ ملک خراسان (سرحد و افغانستان) میں سکونت اختیار کرنا"

اس زمانے میں سکھوں نے پنجاب میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ رئیس جھنگ کی شکست کے بعد سکھوں نے شہر کو لوٹ لیا۔ والئ ملتان اور اس کے جوانمرد بہادر بیٹوں کی دست بدست جنگ اور شہادت کے بعد سکھوں نے شہر کو آگ لگا دی اور سب کچھ لوٹ لیا۔ مردوں کو ننگا کر کے مارا پیٹا گیا۔ عورتوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ شریف عورتوں نے کنوؤں میں کود کر اپنی عزت و ناموس بچائی۔ قصور میں بھی اسی طرح کا ظلم کیا۔ شریف عورتوں نے خود پھانسی لگا کر اپنی عزت بچائی۔ جوان عورتوں، لڑکیوں اور نو عمر لڑکوں کو سکھوں نے لونڈی غلام بنا کر اپنے گھروں میں ڈال لیا تھا۔

لاہور کی بادشاہی مسجد کے جھاڑ فانوس اور لاکھوں روپے کا ساز و سامان لوٹ کر لے گئے تھے۔ مسجد کے حجروں میں میگزین اور گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا تھا۔ پتھروں کی سلیں اور ٹائیلیں اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے مزار شاہدرہ کی خوب صورت بارہ دری وہاں سے اکھاڑ کر حضوری باغ میں نصب کر دی تھی۔

"مغلیہ دورِ حکومت کے زوال کے بعد پنجاب پر احمد شاہ ابدالی اور اس کے جانشینوں کا عارضی اقتدار رہا۔ دربار کابل کے اندرونی خلفشار اور سلطنتِ دہلی کی کمزوری کے سبب پنجاب میں مسلمانوں کی قوت کو

www.abulhasanalinadwi.org

شدید نقصان پہنچا۔ اس طرح سکھوں کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ انھوں نے سارے ماحول کو زیر و زبر کر دیا۔ شاہی مسجد لاہور کو اصطبل میں تبدیل کر دیا۔ بے شمار مساجد میں سرکاری میگزین قائم کر دیے گئے۔ مسلمانوں کو اذان دینے کے بنیادی حق سے بھی محروم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو سب کچھ فاتحین کے رحم و کرم پر تھی جو ہر قسم کی اخلاقی اقدار سے یکسر خالی تھے۔

لاہور جہاں سب سے زیادہ مسلمانوں کے تاریخی آثار موجود تھے۔ کامل چالیس سال تک کھودا جاتا رہا۔ تاریخی عمارتوں کا سنگِ مرمر امرت سر کی مذہبی عمارتوں کے کام آیا۔ مشہور سکھ دربار صاحب امرتسر (گولڈن ٹمپل (GOL DEN TEMPLE) میں مقبرہ آصف خاں اور مقبرہ نور جہاں کا سنگِ مرمر استعمال کیا گیا۔ سکھوں کی خون آشامی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ کاشت کاروں کے پاس صرف اتنا غلّہ چھوڑتے تھے جس کی وجہ سے وہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھ سکیں اور سونے کا انڈا دینے والی مرغی کا کردار ادا کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ ایک کوڑی بھی رعایا کے پاس نہ چھوڑتے۔ ان کے جتھے ہر طرف لوٹ مار مچاتے رہتے۔ وہ جہاں بھی جاتے بے دریغ قتل و غارت گری کرتے تھے۔"[1]

---

[1] سید مصطفےٰ علی بریلوی۔ غداران وطن کی سرگرمیاں۔ برطانوی ریکارڈ کی روشنی میں۔ از روزنامہ حریت کراچی ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء

پنجاب ہی میں نہیں بلکہ سرحد پر بھی قبضہ کر کے وہاں لوٹ مار مچا رکھی تھی گو کہ ان کی وہاں مستقل حکومت نہ تھی مگر سرداران پشاور اور سمہ (مردان و صوابی) سے ہر سال نعلبندی وصول کیا کرتے تھے۔

بدقسمتی سے افغان سرداروں کی آپس کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر رنجیت سنگھ پشاور پر حملہ آور ہوا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ یار محمد خان حاکم پشاور شہر چھوڑ کر یوسف زئی کے پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ رنجیت سنگھ نے پشاور کو تو چھوڑ دیا مگر بالا حصار اور چمکنی کو جو مشہور بزرگ شیخ عمر کا مدفن ہے اور مقدس مقام سمجھا جاتا ہے آگ لگا دی اور خوب لوٹ مار کی۔ خوانین اور امراء سے نذریں وصول کیں اور اپنا باج گزار (نعلبند) بنا کر لاہور لوٹ گیا۔

پشاور کی فتح سے افغانوں کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ پشاور کی فتح سے سکھوں نے لاہور اور امرت سر میں کئی دن تک خوشی منائی اور چراغاں کیا۔ بعد میں کشمیر، پکھلی اور ہزارہ کا علاقہ بھی سکھوں کے زیر نگیں آ گیا۔ دھمتوڑ اور پکھلی کے سرداروں نے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو ہری سنگھ نلوہ (بانی ہری پور ہزارہ) نے بڑی سخت فوجی کارروائی کی اور اس سارے علاقے کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ خوب لوٹ مار و دہشت مچائی۔ یہاں تک کہ علاقے کی عورتیں اپنے بچوں کو اس کا نام لے کر ڈرانے لگیں۔

مختصر یہ کہ سید صاحب کی تحریک کا اوّلین مقصد یہ تھا کہ اسلام کا

www.abulhasanalinadwi.org

غلبہ ہو۔ شریعت کا نفاذ ہو اور مسلمانوں کے علاقوں کو کفار کے تصرف سے آزادی دلائی جائے۔

اسی وجہ سے انھوں نے جہاد کے لیے دعوتِ عام دی اور اس تحریک کی تنظیم شروع کی۔ سیّد صاحب سکھوں سے زیادہ انگریزوں کو خطرناک سمجھتے تھے۔ کیوں کہ کئی اسلامی ممالک ان کے قبضے میں آچکے تھے۔ اور ہندوستان میں بھی وہ اپنا تصرف بڑی تیزی سے بڑھا رہے تھے۔

"ہندوستان کی تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا انسان یہ جانتا ہے کہ ہندوستان میں انگریز تاجر بن کر آئے تھے اور سرزمینِ ہند پر قدم رکھنے کے بعد ہی انھوں نے نہ صرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا بلکہ انھوں نے مکر و فریب کے ذریعہ ہندوستانی علاقوں پر قبضہ کی مہم بھی شروع کر دی۔ سن ۱۷۵۷ء میں انھیں پلاسی میں نمایاں کامیابی ہوئی اس کامیابی نے ان کا دماغ اس درجہ خراب کر دیا کہ وہ ہر طرف ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور ہر آزاد علاقے کو غلام بنانے کے منصوبے تیار کرنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنی فوج کی باقاعدہ تنظیم شروع کر دی۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے مال کی کھپت کی غرض سے ہندوستان کی صنعتیں تباہ کر دیں۔ صنعت کاروں کے ہاتھ کٹوائے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ مالی نقصان اور جسمانی تکلیف ڈھاکہ کی مشہورِ عالم ململ اور بنارس

www.abulhasanalinadwi.org

کاریشمی کپڑا تیار کرنے والوں کو برداشت کرنا پڑیں جو سب کے سب مسلمان تھے۔ انگریزوں نے لاتعداد کارخانوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ ہندوستانی عوام برطانوی مال خریدنے پر مجبور ہو جائیں۔ تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ انگریز حکمرانوں نے اپنے مقبوضہ علاقوں کے فوجی رسالوں کو بھی برطرف کر دیا۔ اس طرح لاکھوں لوگ نانِ شبینہ سے محتاج ہو گئے۔ تعلقے بحقِ سرکار ضبط کر لیے گئے جس کی وجہ سے معاشی تباہ حالی مفلسی اور بے روزگاری عام ہو گئی[1]۔"

اس کام کے لیے ایک محفوظ و مامون مرکز کی ضرورت تھی ہندوستان میں وہ مرکز حاصل نہ تھا۔ کیونکہ ہندوستان کا کافی علاقہ انگریزوں کے زیرِ نگین آچکا تھا جو باقی تھا وہ دیسی ریاستوں میں سے زیادہ تر نے انگریزوں سے صلح کر کے اپنی آزادی کھو دی تھی۔

سرحد کی پوری آبادی مسلمان تھی ہندوستان میں عام خیال تھا کہ سرحد کے لوگ بڑے بہادر اور جانباز ہوتے ہیں اور خلوص کے ساتھ حمایت کرتے ہیں۔ سرحد اور افغانستان کے بعض لوگوں نے رائے بریلی پہنچ کر سید صاحب کی بیعت کی اور اپنے علاقے میں تبلیغِ دین اور جہاد کی پیشکش بھی کی۔

سرحد کو اسلامی ممالک کی پشت پناہی بھی حاصل تھی اس لیے

---

[1] روزنامہ حریت ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کے مرکز کو عقب سے کسی حملے کا کوئی ڈر نہ تھا۔

سرحد جانے کے لیے قریب ترین راستہ سکھوں کی عملداری پنجاب میں سے ہو کر تھا۔ مگر سکھ کب سید صاحب کو مع لشکر کے گزر جانے دیتے۔

محفوظ مگر طویل راستہ ——— راجپوتانہ کا ریگستان۔ سندھ کے جنگلات۔ بلوچستان اور افغانستان کے بلند و بالا اور دشوار گزار پہاڑوں میں سے ———

www.abulhasanalinadwi.org

جہاد کے لیے روانگی

"(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکان جو تمھیں پسند ہیں، غرض یہ ساری چیزیں تمھیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے۔" (القرآن)

بریدہ سر کفر و پائے عدو | بہ آہنگ راحت فزائے عجیب
سروشے ندا داد از بام چرخ | کہ نصرٌ من اللہ فتحٌ قریب

جہاد کے لیے روانگی کی تاریخ کہی گئی۔ یعنی ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ سید صاحب نے اپنا وطن اپنے آباؤ اجداد کا مسکن "تکیہ" چھوڑا

www.abulhasanalinadwi.org

اور سئی پار کر کے پہلی منزل دلمئو کی۔ دلمئو میں دریائے گنگا عبور کیا۔ فتح پور (ہسوہ) میں لمبی لمبی رسیاں اور ڈول خریدے گئے۔ کیونکہ راجپوتانہ میں جہاں سے مجاہدین کو گزر کر جانا تھا کنوئیں بہت گہرے تھے۔

باندہ کے قریب "چلہ تارا" کے گھاٹ سے دریائے جمنا پار کیا اور جالون ہوتے ہوئے گوالیار پہنچے۔

مہاراجہ دولت راؤ سندھیا نے سید صاحب کو محل میں بلا کر دعوت کی اور بڑی آؤ بھگت کی۔ اتفاق سے محل میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا لشکر مجاہدین کے مؤذن شیخ باقر علی صاحب عظیم آبادی نے محل کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اذان کہی۔ محل میں ہل چل مچ گئی۔ نوکر چاکر، اہلکار، عورتیں اور بچے بڑی حیرت سے یہ تماشا دیکھنے لگے۔ مجاہدین نے صفیں درست کیں اور سید صاحب کی امامت میں نمازِ عصر ادا کی۔

گوالیار میں لشکر کو فوجی اصول کے مطابق پانچ جماعتوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر جماعت کا ایک امیر مقرر ہوا۔ جماعت خاص کے مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی۔ ہراول دستہ کے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل امیر مقرر ہوئے۔ میسرہ (بائیں بازو کی جماعت) کے امجد خاں رئیس گنّتہ مقرر ہوئے۔ باربرداری والی جماعت کے اللہ بخش خاں مورانوی امیر مقرر ہوئے۔

گوالیار سے روانہ ہو کر لشکر ٹونک پہنچا۔ والیٔ ٹونک نواب امیر خاں بہادر شہر سے باہر سید صاحب کے استقبال اور ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ یہاں ایک مہینہ قیام رہا۔ ٹونک میں ہی سید صاحب نے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے گھر والوں کو بلوا کر ٹھہرا دیا اور خود لشکر کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔

ٹونک ہی میں رسالدار عبدالحمید خاں بھی سید صاحب سے بیعت ہوئے۔ نواب امیر خاں اور ان کے صاحبزادے نواب وزیرالدولہ تقریباً آٹھ میل تک سید صاحب کے ساتھ گئے۔

ٹونک سے اجمیر، اور اجمیر سے پالی کے بعد راجپوتانہ کا ریگستان ——— دھوپ گھری ——— لٹیرے ——— قزاق۔ ریگستان ہی میں ایک سوراہا میں عید کا چاند دیکھا اور وہیں ایک دن قیام کر کے عید منائی۔

سوراہا سے روانہ ہوئے تو لشکر کو جنگی ترتیب سے آراستہ کیا گیا کیونکہ آگے کھوسہ بلوچوں کے حملے کا ڈر تھا۔ مقام کٹھیار پر جودھ پور کی سرحد ختم ہو گئی اور امیرانِ سندھ کی عملداری شروع ہوئی۔

عمر کوٹ سے چل کر قصبہ کاڑوں میں سید جو ڑن شاہ ممتاز سندھی بزرگ سے سید صاحب ملاقات کو گئے۔ انھیں تحائف بھی دیئے۔ میرپور خاص سے چل کر ٹنڈو الہ یار آئے۔ یہاں امیرانِ سندھ میر فتح علی خان، میر غلام علی خاں، میر کرم علی خاں اور میر مراد علی خاں تالپور کا سید صاحب کو پیغام پہنچا کہ آپ شوق سے حیدرآباد تشریف لائیں اور ہمیں مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔

اس زمانے میں حیدرآباد (سندھ) تالپور خاندان کا دارالحکومت تھا۔ یہ چاروں بھائی حکمران تھے اور "چار یار" کہلاتے تھے۔ امیرانِ سندھ

www.abulhasanalinadwi.org

سید صبغت اللہ شاہ ولایتی سے بیعت ہو چکے تھے۔ لشکر اسلام حیدرآباد کے قریب پھلیلی ندی پار کر کے وہیں ٹھہرا۔

سیّد صاحب اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ قلعے میں میر صاحبان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جمعہ کی نماز قلعہ ہی میں پڑھی ہر امیر نے ایک ایک ہزار روپیہ، ایک بندوق اور ایک قیمتی پستول کی جوڑی نذر میں پیش کی۔ میر اسمٰعیل شاہ نائب وزیر اور حافظ مولوی محمدؐ یوسف صاحب جو گورنر بمبئی کی طرف سے سندھ میں وکیل مقرر تھے بیعت ہوئے۔ حیدرآباد میں تقریباً تیرہ روز قیام رہا۔

حیدرآباد سے روانہ ہو کر ہالہ ہوتے ہوئے رانی پور (ریاست) آئے۔ یہاں سید صالح شاہ بغدادی کے یہاں سندھ کے مشہور شیخ طریقت اور روحانی پیشوا پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی بانی تحریک مجاہدین "حُر" سے ملاقات ہوئی جو سیّد صالح شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔

پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّل پیر پگاڑا شریف پیر سید محمد راشد کے صاحبزادے اور جانشین تھے جو اپنے دور کے نہایت ممتاز صاحب علم و طریقت بزرگ تھے۔ حضرت پیر سید محمد راشد کے صاحبزادوں میں دو فرزند خاص طور سے نامور ہوئے۔ ایک تو یہی پیر سید صبغت اللہ شاہ جن کے سر پر دستارِ فضیلت اور خلافت باندھی گئی اور سندھی میں "پیر پگاڑا" کے شہرہ آفاق لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرے سید محمد یٰسین جن کے

www.abulhasanalinadwi.org

معنے میں عَلَم (جھنڈا) آیا۔ وہ "پیر جھنڈا" کے لقب سے مشہور ہوئے۔
حضرت پیر صاحب کا وطن اور مرکز "پیر جو گوٹھ" میں تھا۔

"باشندگانِ سندھ کے نزدیک سارے ملک میں ان (پیر صبغت اللہ شاہ) جیسا کوئی شیخ و مرشد نہیں۔ تقریباً تین لاکھ بلوچ ان کے مرید ہیں مرجع خلائق ہیں۔ جاہ وجلال سے زندگی گزار رہے ہیں جود وکرم اور اخلاص و مروت میں بھی شہرۂ آفاق ہیں۔ ان کا کتب خانہ بڑا عجیب و غریب کتب خانہ ہے۔ بادشاہوں اور امراء کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا۔ پندرہ ہزار معتبر کتابیں اس میں موجود ہیں۔"[1]

پیر صاحب کے اجداد اسلام کے ابتدائی دور ہی میں حجاز سے بغداد ہوتے ہوئے سندھ آ گئے تھے۔ ان میں سے پیر سید محمد مکّی بہت مشہور ہوئے۔ علم و فضل زہد و تقوے لے اس خاندان کا طرّہ امتیاز رہا۔ اس خاندان کو عملی سیاست سے کوئی سروکار نہ تھا مگر جب پیر سیّد صبغت اللہ شاہ اوّل مسند نشین ہوئے تو ملکی حالات بہت بدل چکے تھے سلطنت اسلامیہ کا چراغ جھلملا رہا تھا۔ پنجاب پر سکھ چھائے ہوئے تھے۔ سکھ اور انگریز دونوں سندھ پر قبضہ جمانے کی فکر میں تھے۔

اللہ تعالےٰ نے پیر صاحب کو حساس دل و دماغ عطا کیا تھا لہٰذا

---

[1] از تذکرہ صوفیائے سندھ

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے اعلائے کلمۃ الحق، تبلیغ و اصلاح اور تربیت کا کام شروع کیا اپنے مریدوں کو اس طرح منظم کرنا شروع کیا کہ ضرورت کے وقت جانباز مجاہدین کے دستے تیار ہو جائیں اور یہیں سے "تحریک مجاہدین حر" کی ابتدا ہوئی۔

جب سکھوں کی حکومت سندھ کی طرف پھیلنے لگی تو حضرت پیر صاحب نے سکھوں سے جہاد کا ارادہ کر لیا تھا۔ وعظ میں جہاد کی فضیلتیں بیان فرماتے۔ جہاد کے لیے تحریری دعوت نامے بھی روانہ کرتے۔ دونوں تحریکوں کا مقصد ایک تھا۔ لہٰذا حضرت پیر صاحب کا سید صاحب کی حمایت اور مدد فطری امر تھا۔

پیر جو گوٹھ میں تقریباً تیرہ دن قیام رہا۔ پیر صاحب سے ربط ضبط اور خلوص کی وجہ سے سید صاحب نے اسی مقام کو اہل و عیال کے قیام کے لیے پسند کیا اور ٹونک سے ان کو بلوا کر ٹھہرا دیا۔ یہ لوگ سید صاحب کی شہادت کے بعد تک اور واپس ٹونک منتقل ہونے تک پیر جو گوٹھ ہی میں مقیم رہے۔

پیر جو گوٹھ ہی سے دریائے سندھ عبور کیا گیا اور جبیب کوٹ ہوتے ہوئے شکارپور پہنچے۔ شکارپور شمالی سندھ کا مشہور شہر اور تجارتی مرکز ہے۔ شکارپور میں بقر عید منائی۔ نمازِ عید سید صاحب کی امامت میں تقریباً پورے شہر نے ادا کی۔

شکارپور سے کوئٹہ (شال) تک کا راستہ انتہائی دشوار گزار اور

www.abulhasanalinadwi.org

بلند و بالا پہاڑوں میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ شکارپور سے جاگن میں منزل ہوئی۔
جاگن میں سید انور شاہ صاحب امرتسری جو رنجیت سنگھ کے دربار میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ ایک سکھ کو مسلمان کر لینے پر معتوب ہوئے اور اپنے پندرہ ساتھیوں کے ساتھ آکر مل گئے۔
جاگن کے بعد شاہ پور ۔۔۔۔ شاہ پور میں بلوچوں کے پیر و مرشد سید محسنؒ شاہ صاحب سے بڑی عقیدت کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔
شاہ پور سے چھتر اور ڈھاڈر (بستی) یہاں سے درّہ بولان شروع ہوتا ہے ۔۔۔۔ یہاں سے لشکر درّہ بولان میں جو سطح سمندر سے پانچ ہزار سات سو فٹ بلند ہے داخل ہوا۔
اس درّہ میں سے ہو کر اسی نام کا ایک دریا ایک نہایت گہری اور عمودی گھاٹی (CANYON) بناتا ہوا گزرتا ہے۔ گھاٹی کی گہرائی، دریا میں چکنے اور گول پتھر اور راستے کی ناہمواری کی وجہ سے لشکر کو یہاں سے گزرنے میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔
کسی اچانک حملہ کے خیال سے لشکر کی یہ ترتیب تھی سب سے آگے بندوقچی، ان کے بعد اونٹ، پھر ضعیف مجاہد۔ ان کے بعد مجاہدین کے دستے اور سب کے آخر میں سیّد صاحب سواروں کے ساتھ تھے۔ درّے کے پورے سفر میں یہ ترتیب قائم رہی۔
درّہ کی جغرافیائی اور فوجی اہمیت کے بارے میں سید صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کے بھانجے میاں سید حمید الدین تحریر کرتے ہیں:

"اگر دونوں جانب کے پہاڑوں پر سو آدمی بھی سامانِ جنگ لے کر بیٹھ جائیں تو ایک لاکھ کے لشکر سوار و پیادہ کے لیے گزرنے کی کوئی شکل نہ رہے۔ اگرچہ وہ کتنے ہی سامان سے لیس ہو۔"

ایک انگریز مسٹر کنولی لکھتا ہے "یہ ایک ایسی گھاٹی ہے جہاں بہادر آدمیوں کی ایک رجمنٹ کو بٹھا کر بڑی فوج کو روکا جا سکتا ہے۔"

درّہ بولان سے نکلنے کے بعد سردی بڑھ گئی اور لوگ کپکپانے لگے۔ کوئٹہ میں حاکمِ شہر ملاقات کو آیا اور سید صاحب کی بیعت کی۔

کوئٹہ سے روانہ ہو کر چمن ہوتے ہوئے افغانستان کے شہر قندھار میں داخل ہوئے حاکمِ شہر پُردل خاں نے مہمان نوازی کی تمام لشکر ایک باغ میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں تقریباً دو سو مجاہد جہاد کے لیے لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ اس جماعت کے امیر سید دین محمد قندھاری مقرر ہوئے بعد میں ملا لعل محمد قندھاری امیر ہوئے۔ اس جماعت نے تمام معرکوں میں بڑی بہادری دکھائی۔

غزنی میں سلطان محمود غزنوی کے مقبرے کے قریب قیام ہوا۔ امرائے غزنی میں سے بعض رائے بریلی پہنچ کر سید صاحب سے بیعت ہو چکے تھے۔

کابل کے قریب سردار سلطان محمد خاں حاکم کابل کا سید صاحب کو

www.abulhasanalinadwi.org

پیغام ملا کہ آپ کا تشریف لانا باعثِ خیر و برکت ہے۔ بلا تکلف تشریف لائیں۔ یہاں سرکاری طور پر سید صاحب اور تمام لشکر مجاہدین کا استقبال کیا گیا۔ عمائدینِ سلطنت رؤساء اور عوام استقبال کے لیے شہر کے باہر آئے کابل میں تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام رہا۔

کابل سے روانہ ہو کر جلال آباد اور درۂ خیبر میں سے ہو کر پشاور۔ پشاور میں صرف تین دن قیام رہا۔ جمکنی گھاٹ سے دریائے کابل (لنڈا) کو عبور کیا اور چارسدّہ (ہشتنگر) پہنچے جہاں سے اس جہد و عمل کی ابتدا ہونا تھی۔

"آپ اس سفر پر ایک نظر ڈالیں جس میں کم و بیش دس مہینے بسر ہوئے۔ اور مسافت ڈھائی تین ہزار میل سے کم نہ ہوگی۔ رائے بریلی (یوپی) سے بندھیل کھنڈ ہوتے ہوئے گوالیار اور ٹونک پہنچے۔ پھر راجپوتانہ کے بے آب و گیاہ ریگ زار طے کیے جنوب مشرق سے سندھ میں داخل ہوئے تو شمال مغرب سے باہر نکلے۔ اس کے بعد بلوچستان کا صحرائی علاقہ، قیامت خیز گرمی، پھر خشک پہاڑ، خطرناک درّے، دشوار گزار گھاٹیاں، اکثر کھانے کی تکلیف، پانی کی قلّت، زیادہ تر متواتر سفر، بیشتر غازی پیدل، ان تمام مقامات سے سفر کی مشکلات کا اندازہ آج کے حالات کی بناء پر نہیں بلکہ سوا سو سال بیشتر کے حالات کی

www.abulhasanalinadwi.org

بنا پر کرنا چاہیے۔ تاریخ ہند کے اوراق کو خوب کھنگال لو اور پھر بتاؤ کہ کیا کوئی ایسی جماعت مل سکتی ہے۔ جس نے احیائے دین، اعلاء کلمۃ الحق اور آزادی بلادِ مسلمین کے لیے ایسی صعوبتیں دلی عشق و شیفتگی کے ساتھ قبول کی ہوں جس طرح سید صاحب کی جماعت نے قبول کیں[1]؟"

---

[1] مولانا غلام رسول مہر۔

www.abulhasanalinadwi.org

جہد و عمل

چارسدے میں سلطان محمد خاں کا چھوٹا بھائی سید محمد خاں ملاقات کو آیا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ چارسدہ ہی میں سکھوں کا ایک جاسوس بھی گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ اس نے اقرار کیا کہ وہ سردار بدھ سنگھ کا جاسوس ہے۔ یہاں اکوڑے کا رئیس امیر خاں خٹک بھی ملاقات کے لیے آیا۔ اپنے بھتیجے کی شکایت کی کہ وہ سکھوں سے مل گیا ہے اور اس نے بدھ سنگھ کو اکوڑے بلایا ہے۔ آپ اکوڑے چل کر اس کو وہیں روکیں ورنہ وہ اکوڑے اور اطراف کے علاقے کو تاراج کر دے گا۔

اس وقت لشکر اسلام کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ پانچ سو ہندوستانی، دو سو قندھاری اور آٹھ سو ملکی۔ دوسری طرف سکھ فوج تقریباً سات ہزار کے قریب تھی۔

اس عرصہ میں خبر آئی کہ بدھ سنگھ کی فوج خیرآباد سے چل کر اکوڑے میں داخل ہو گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اکوڑہ نوشہرہ سے آٹھ میل دور جنوب کی طرف دریائے کابل کے مغربی کنارے پر واقع ہے اسی کے سامنے مشرقی کنارے پر مصری بانڈہ ہے جو پشتو زبان کے مشہور شاعر خوشحال خاں خٹک کا وطن ہے۔

سب کے مشورے سے سکھ فوج پر شبخون مارنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تقریباً نو سو چنیدہ مجاہد اس کام کے لیے منتخب کئے گئے۔ سالار لشکر اللہ بخش خاں مورانوی مقرر ہوئے۔ نصف شب کو اس مختصر لشکر نے دریائے کابل عبور کیا اور جہاں آج کل نوشہرہ چھاؤنی ہے۔ وہاں سے منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوا۔

سکھ فوج اکوڑے کے باہر ایک میدان میں خیمہ زن تھی۔ پڑاؤ کے اردگرد حفاظت کے خیال سے کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑھ بنادی تھی۔ مجاہدین نے اس باڑھ کی کوئی پروا نہ کی اور رات کے پچھلے پہر سکھ فوج کے خیموں میں گھس پڑے کسی پہرے دار نے گولی چلائی۔ یہ گولی شیخ باقر علی صاحب عظیم آبادی کے لگی اور وہ لشکرِ اسلام کے پہلے شہید ہوئے۔

"اللہ اکبر اہل صادق پور (عظیم آباد) کی شانِ ایثار فی اللہ کتنی بلند ہے!؟"

سرحد میں کہاں ان کے شہداء موجود نہیں؟ مولانا ولایت علی کے عم زاد بھائی مولوی باقر علی سید صاحب کی جماعت کے پہلے شہید تھے

www.abulhasanalinadwi.org

وہ اکوڑے میں دفن ہوئے۔ ایک حقیقی بھائی مولوی طالب علی کو چنگئی کی زمین پسند آئی۔ دوسرے حقیقی بھائی مولانا عنایت علی نارنجی اور منگل تھانے میں لڑتے ہوئے ستھانے سے اوپر چینٹی کے پہاڑ دل میں جاسوئے۔ خود مولانا ولایت علی ستھانے کی مجاہد خیز خاک میں آسودہ خواب ہیں۔ ان کے فرزندوں میں سے مولانا عبد اللہ نگری میں دفن ہوئے اور مولانا عبد الکریم اسمست میں اور اخلاف و اقربا خدا جانے کہاں کہاں بکھرے پڑے ہیں۔ پھر ان مردانِ حق نے علاقہ سرحد پر قناعت نہ کی بلکہ خلیج بنگال کے ان ٹاپوؤں میں بھی شہادت کے جھنڈے جا گاڑے جنھیں عام طور پر کالے پانی، کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مولانا احمد اللہ اور مولانا یحیٰی علی انڈیمان کے دو مختلف جزیروں میں سوئے پڑے ہیں گویا صادق پور والوں کے دل میں آرزو تھی کہ یوم النشور آئے تو حتی المقدور کوئی خطۂ ارضی ایسا نہ رہے جہاں سے ان کے شہدا، مالکِ حقیقی کی حمد و ثنا کے ترانے گاتے ہوئے نہ اٹھیں[1]"

مجاہدین بڑی بہادری اور جم کر لڑے۔ سکھوں کی توپوں پر قبضہ کر لیا اور انھیں مار بھگایا۔ اس معرکہ میں سکھوں کے تقریباً سات سو آدمی مارے گئے اور مجاہدین میں سے مع سالارِ لشکر مندرجہ ذیل نے جام

---

[1] مولانا غلام رسول مہر از سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

شہادت نوش جان کیا۔

۱ : اللہ بخش خاں مورانوی۔ سالارِ لشکر۔ ساکن مورائیں ضلع اناؤ (یو۔پی)

۲ : شیخ باقر علی۔ ساکن صادق پور عظیم آباد۔ پٹنہ۔ بہار۔

۳ : عبدالمجید خاں آفریدی محلہ جہاں آباد۔ رائے بریلی۔ یو۔پی۔

۴ : شمشیر خاں۔ جمعدار مورائیں اناؤ۔ (یو۔پی)

۵ : شیخ ہمدانی۔ خالص پور۔ ملیح آباد۔ یو۔پی۔

۶ : علی حسن خاں۔ گُتنہ۔ نزد مانک پور۔ پرتاب گڑھ۔ یو۔پی۔

۷ : شیخ بڈھن۔ وطن نامعلوم۔ یو۔ پی۔

۸ : غلام حیدر خاں۔ خالص پور ملیح آباد۔ یو۔ پی۔

۹ : غلام رسول خاں۔ 〃 〃 〃 〃

۱۰ : خدا بخش خاں۔ وطن نامعلوم۔

۱۱ : شادل خاں۔ خیر آباد۔ سیتا پور۔ یو۔پی۔

۱۲ : کریم بخش۔ بدھانہ۔ مظفر نگر۔ یو۔ پی۔

۱۳ : میاں جی احسان اللہ 〃 〃 〃 〃

۱۴ : فہیم خاں۔ حسین پور۔ مظفر نگر۔ یو۔ پی

۱۵ : شیخ رمضانی۔ مورائیں۔ اناؤ۔ یو۔ پی

۱۶ : شیخ معظم۔ جگدیش پور۔ پرتاب گڑھ۔ یو۔پی۔

۱۷ : دین محمد۔ کدا پرستانہ، بسوڑہ۔ ستبانہ۔ یو پی۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۸ : امام خاں - خیر آباد - سیتاپور - یوپی -
۱۹ : عباداللہ - مئو - جھانسی - یوپی -
۲۰ : اولاد علی - ماڑھ ہمیرپور - یوپی -
۲۱ : مرزا ہمایوں بیگ - لکھنؤ - یوپی -
۲۲ : امام الدین - رام پور - یوپی -
۲۳ : اکبر خاں - خالص پور - ملیح آباد - یوپی -
۲۴ : سید محمد - تھاری - مظفر نگر - ؍؍
۲۵ : محمد کمال - خرم پور - یوپی -
۲۶ : عبدالرحمٰن - سیاملی - مظفر نگر - یوپی -
۲۷ : غلام نبی خاں - گوالیار -
۲۸ : جواہر خاں - لکھنؤ - یوپی -
۲۹ : منور خاں - ملیح آباد - ؍؍
۳۰ : عبدالجبار خاں - موراٹیں - اناؤ - یوپی -
۳۱ : عبدالرزاق - دیوبند - سہارنپور - ؍؍
۳۲ : شیخ مخدوم - مسجد فتح پوری - دہلی -
۳۳ : کریم بخش ؍؍ ؍؍ ؍؍
۳۴ : قاضی طبیب - وطن نامعلوم
۳۵ : سید عبدالرحمٰن - سندھ
۳۶ : حسن خاں - ؍؍

www.abulhasanalinadwi.org

اس معرکہ کا سکھوں پر کافی اثر ہوا اور وہ بڑے مرعوب ہوئے۔ اِدھر مجاہدین کے دل بڑھ گئے۔ بدھ سنگھ اکوڑے سے ہٹ کر شیدو میں مقیم ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد حضرو پر جو دریائے سندھ کے دوسری طرف آباد ہے اور اس زمانے میں بھی ایک بڑی منڈی اور کاروباری مرکز تھا۔ ایک مہم روانہ کی گئی جو بڑی کامیاب واپس آئی۔

حضرو کی مہم کے بعد خادی خاں ہنڈ کا حاکم سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت امامت کی۔ آپ کو اور تمام لشکرِ اسلام کو اپنے ساتھ ہنڈ لے گیا۔

ہنڈ اٹک سے سترہ میل دور مشرق میں دریائے سندھ کے دائیں کنارے واقع ہے۔ یہ بہت قدیم مقام ہے پشکلوتی (چارسدّہ) کے بعد ہنڈ ہی گندھارا تہذیب کا اہم مقام تھا۔ اٹک آباد ہونے سے پہلے ہنڈ ہی پر سے دریائے سندھ عبور کیا جاتا تھا۔ مشہور چینی سیّاح ہیون سانگ نے بھی اسی جگہ سے دریا عبور کیا تھا اور دریا عبور کرتے ہوئے بدھ مت کے بعض قیمتی قلمی نسخے کشتی میں پانی بھر آنے کی وجہ سے ضائع ہو گئے تھے بعد میں ان نسخوں کی نقلیں ہیون سانگ نے ہنڈ ہی میں بیٹھ کر کی تھیں۔ سکندرِ اعظم نے بھی دریا اسی جگہ سے عبور کیا تھا۔

ہنڈ میں سید صاحب امام منتخب ہوئے اور آپ کے ہاتھ

www.abulhasanalinadwi.org

پر علاقے کے تمام علماء سادات اور خوانین نے امامت اور جہاد کی بیعت کی، اور جمعہ کے خطبہ میں آپ کا نام پڑھا جانے لگا۔

اس عرصہ میں پشاور کے درانی سرداروں کی فوج نوشہرہ کے قریب خیمہ زن ہوئی اور تینوں درانی سردار یار محمد خاں۔ سلطان محمّد خاں اور پیر محمد خاں ہنڈ میں سید صاحب کی ملاقات کو آئے۔ تینوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی اور سکھوں کے مقابلے میں مدد چاہی۔

حسبِ مشورہ لشکرِ اسلام بھی درانی سرداروں کے ساتھ نوشہرہ روانہ ہوا۔ دریائے کابل (لنڈا) پار کر کے شیدو کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں بدھ سنگھ اکوڑے سے ہٹ کر مقیم ہو گیا تھا اور جنگ کی تیاری میں مشغول تھا۔ اس وقت پورے لشکر کی تعداد تقریباً اسّی ہزار تھی جس میں ملکی اور ہندوستانی مجاہدین سب شامل تھے۔ درانی سرداروں کی فوج کی تعداد بیس ہزار تھی۔ جس میں آٹھ توپیں بھی شامل تھیں۔

دوسری طرف بدھ سنگھ کی فوج تقریباً پینتیس ۳۵ ہزار تھی مگر وہ اعلیٰ اور وافر ساز و سامان سے لیس تھی۔

شیدو اکوڑے سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر اٹک کی سمت میں شاہراہِ اعظم پر واقع ہے۔

سیّد صاحب کا کھانا درانیوں کے ہاں سے آتا تھا۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ جنگ کی رات کھانے میں زہر ملا دیا گیا جس کو کھا کر سیّد صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی۔ غشی طاری ہونے لگی اور آپ بے ہوش ہو گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پچھلی رات کو کچھ ہوش آیا۔ آپ نے اسی حالت میں میدانِ جنگ میں جانے کی تیاری کی۔ ایک ہاتھی پر سوار ہوئے اور مولانا شاہ اسمٰعیل کو اپنے ساتھ رکھا۔

دوسری بدقسمتی یہ ہوئی کہ عین گھمسان کی جنگ میں یار محمد خاں اپنی فوج لے کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کی بھاگتی ہوئی فوج کو دیکھ کر سکھ فوج کے حوصلے بلند ہوگئے اور لشکرِ اسلام جیتی ہوئی بازی ہار گیا۔

سیّد صاحب بے ہوش تھے انھیں بمشکل ہاتھی سے اتار کر ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک پہاڑی کی اوٹ میں لے جایا گیا تاکہ سکھوں کے حملے سے محفوظ رہیں۔ بعد میں سیّد صاحب کو ایک چارپائی پر دریائے کابل پار کر کے چارسدہ کے سادات کے یہاں لے جایا گیا۔ پھر یہاں سے چنگلئی جو زیادہ دور اور محفوظ مقام تھا۔ چنگلئی میں باقاعدہ علاج ہوا اور کئی دن کے بعد آپ کو ہوش آیا۔

اس جنگ کے موقع پر اگر لشکرِ اسلام کو دھوکا اور سیّد صاحب کو زہر نہ دیا جاتا تو جنگ کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا، بلکہ ہندوستان کا نقشہ اور تاریخ ہی بدل جاتی۔

"دریائے اٹک (سندھ) کے پار رہنے والوں کے زبان زدِ عام ہے کہ عالی جاہ یار محمد خاں نے اس اتحاد و یگانگت کی بنا پر جو ان کو سرکار دولت مدار (مہاراجہ رنجیت سنگھ) سے ہے عین معرکۂ کارزار میں احمد شاہ (سیّد صاحب) کو زہر ہلاہل دیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور میدانِ جنگ چھوڑ کر چلا جانا طے کیا۔ اس کے تمام لشکریوں نے بھی اس کی تقلید کی[1]۔

اس خبر سے کہ سید صاحب کو شکست ہوئی لاہور میں جشن اور خوشی منائی گئی۔ چراغاں کیا گیا اور توپیں بھی سر کی گئیں۔

پنجتار میں ایک ماہ تک علاج ہوتا رہا اور خدا کے فضل سے آپ صحت یاب ہو گئے۔ صحت یابی کے بعد آپ نے لشکر کے ساتھ علاقہ بونیر اور سوات کا تبلیغی دورہ شروع کیا۔

بونیر میں آپ نے سید میاں رئیس تختہ بند کے یہاں قیام کیا۔ علاقے کے علماء، خوانین اور عوام نے بیعتِ امامت کی۔ جوڑ جو نواب امیر خاں والئ ریاست ٹونک کے اجداد کا وطن تھا ٹھہرتے ہوئے درہ کڑا کڑ کی ۴۳۸۴ فٹ کی چڑھائی چڑھی اور چوٹی پر گئے۔ وہاں سے سوات اور بونیر کے علاقے دور دور تک نظر آتے ہیں۔ پہاڑ سوات اور بونیر دونوں علاقوں کے درمیان حدِ فاصل بھی ہے۔

سوات میں کوٹی گرام کے سادات نے بڑی مہمان نوازی کی۔ یہاں عید بھی منائی۔ کوٹی گرام سے منگورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے کی ایک بستی میں قطبِ وقت حضرت مولانا یوسف صاحب پھلتی نے انتقال فرمایا اور اسی بستی میں مدفون ہوئے۔

---

[1] عمدۃ التواریخ لالہ سوہن داس بحوالہ سیرت سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

"یوسف جی اس لشکر اسلام کے قطب تھے۔ آج لشکر قطب سے خالی ہو گیا۔ وہ بڑے قانع، زاہد، متوکل، مستقیم الحال اور مستقل مزاج تھے"[1]

اس سفر کے دوران ہندوستان سے کئی قافلے آکر لشکر اسلام میں شامل ہوتے گئے۔ مولوی قلندر صاحب۔ قاضی احمد اللہ صاحب۔ رسالدار عبد الحمید خاں۔ مولوی رمضان صاحب روڑکی والے اپنے اپنے قافلوں کے ساتھ آکر شامل ہوئے۔

منگورہ سے چار باغ اور خیل خوازہ ہوتے ہوئے خونے تشریف لے گئے یہاں سے سید صاحب نے اخوند فیض محمد کی سربراہی میں والئ چترال (کاشتکار) کو ایک خیر سگالی اور دوستی کا وفد بھیجا۔ والی کے لیے ایک قرآن مجید اور ایک پستول بھی تحفے میں بھیجا۔

اخوند صاحب بڑے کامیاب واپس آئے۔ وفد کی واپسی پر والی نے سید صاحب کے لیے ایک سید زادی صاحبزادی، ایک نہایت اعلیٰ پشمینے کی چادر، ایک قرآن مجید، ایک چاندی کے دستہ کی پیش قبض اور ایک خط بھی بھیجا۔

بعد میں سید صاحب نے انھیں صاحبزادی سے جن کا نام بی بی فاطمہ تھا تیسرا نکاح کیا اور آپ کی دوسری صاحبزادی بی بی ہاجرہ تاکوٹ کے

---

[1] سید صاحب۔ بحوالہ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر

www.abulhasanalinadwi.org

مقام پر شعبان ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئیں۔

سیّد صاحب کو جو زہر جنگ شیدو کے موقع پر دیا گیا تھا، اس کے اثرات زائل کرنے کے لیے اطبّا نے شادی کا مشورہ دیا تھا۔ آپ کی دونوں بیویاں پیر جو گوٹھ (سندھ) میں مقیم تھیں اور ان کے اس دور دراز اور دشوار گزار علاقے میں بہت جلد پہنچ جانے کی کوئی امید نہ تھی تاہم شریعت کے مطابق سید صاحب نے دونوں بیویوں سے تیسری شادی کے لیے ان کی رضامندی منگوالی تھی۔

خوٹے سے درش خیلہ اور بانڈا ہوتے ہوئے دریائے سوات پار کر کے چار باغ آئے۔ یہاں ہندوستان سے حضرت مولانا عبدالحئی صاحب پانی پت کرنال، بہاول پور، ڈیرہ اسمٰعیل خاں ہوتے ہوئے تشریف لا کر لشکرِ اسلام میں شامل ہوئے۔

چار باغ سے ہوڈی گرام — یہاں میاں مقیم صاحب رامپوری نہایت اعلیٰ تربیت یافتہ پچاس جوانوں کے ساتھ آکر شامل ہوئے۔ ہوڈی گرام سے بقر عید کے دن پنجتار پہنچے۔ پنجتار میں سب نے عید منائی۔

جب سیّد صاحب ہنڈ میں مقیم تھے تو پنجتار کے رئیس فتح خاں نے آپ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی اور پنجتار کو اسلامی چھاؤنی بنانے کی دعوت دی۔ فتح خاں بڑا لائق، مخلص اور دیندار رئیس تھا۔ لہٰذا پنجتار ہی میں آپ نے پورے لشکر کے مستقل قیام کا ارادہ کیا اور چھاؤنی

www.abulhasanalinadwi.org

قائم کی۔ یہ چھاؤنی بالاکوٹ کی روانگی تک مجاہدین کا مرکز رہی۔

پنجتار علاقہ سوات کے قریب پہاڑوں کے درمیان ایک نہایت محفوظ مقام تھا۔ پہاڑوں میں گھرے ہوئے اس مقام کا راستہ ایک درہ میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ درہ کے دونوں طرف کے پہاڑوں پر مناسب مقامات پر چوکیاں قائم کر دی گئی تھیں۔ آبادی کے چاروں طرف سنگین فصیل تھی، جس کے چاروں کونوں پر چار برج تھے۔ آبادی کے اندر آنے کا دروازہ مشرقی دیوار میں تھا۔ آبادی دو پہاڑی نالوں کے درمیان تھی۔ یہ دونوں نالے مل کر ایک بڑے نالے میں تبدیل ہو گئے تھے اور یہی بڑا نالہ درّہ میں سے گزرتا تھا۔ درّے کے دہانے سے پنجتار کا فاصلہ تقریباً چار میل ہوگا۔

پہاڑی چشموں کا پانی بکفایت میسر تھا انھیں چشموں پر پن چکیاں بھی بنی ہوئی تھیں جن میں آٹا پیسا جاتا تھا۔

چھاؤنی میں گولہ بارود اور اسلحہ بنانے کے کارخانے فنونِ سپہ گری سیکھنے اور مشق کرنے کے میدان بنائے گئے، مسجد، کنوئیں اور پختہ مکانات بھی بنائے گئے۔ اطراف کی بستیوں اور گاؤوں میں قاضیوں کا تقرر کیا گیا۔ نظامِ شریعت کا نفاذ کیا گیا۔ شریعت کے مطابق عشر (پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ) بھی وصول کیا جانے لگا۔ گویا ایک محدود علاقے میں چھوٹی سی شرعی حکومت قائم ہو گئی اور یہ حکومت ہندوستان میں شاید پہلی اور آخری شرعی حکومت کا نمونہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی زمانے میں ضلع ہزارہ کے حالات مسلمانوں کے حق میں بڑے خراب ہو گئے تھے۔ ہری سنگھ نلوہ نے جو رنجیت سنگھ کی طرف سے ہزارہ کا گورنر تھا۔ ہری پور میں گڑھی تعمیر کر کے ہزارے کے ان مسلمانوں کو جو اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے بڑی سخت سزائیں دیں۔ ان کے مکانات جلا دیے۔ عورتیں بچے پکڑ لیے جوانوں کو قتل کر ڈالا اور کھیتیاں ویران کر ڈالیں۔ غرض شدید ظلم توڑے۔

ان حالات سے متاثر ہو کر ہزارے کے سرداروں اور خوانین نے سید صاحب سے مدد کی درخواست کی۔ پکھلی کے سردار سربلند خاں نے خود آ کر سید صاحب سے بیعت کی اور مدد کا طلب گار ہوا۔

ہزارے اور پکھلی کے حالات معلوم کرنے کے لیے سید صاحب نے حضرت شاہ اسمٰعیل کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ مولوی خیر الدین شیر کوٹی، سید محمد مقیم اور ملا شاہ سید چتر منگی بھی ہمراہ تھے۔

شاہ صاحب کھبل اور ستھانہ ہوتے ہوئے امب پہنچے۔ امب میں پائندہ خاں سے ملاقات ہوئی۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوا کہ یہ سید صاحب کی مدد کو تیار نہیں ہے۔ امب سے دریائے سندھ عبور کیا۔ علاقہ پکھلی میں نکا پانی اور شیر گڑھ ہوتے ہوئے اگرور آئے۔

یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہاں کے سرداروں کی نیتیں بھی مخلص نہیں ہیں۔ صرف ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے ہیں۔ حالانکہ

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے دشمن (سکھوں) نے ہر طرف تباہی اور بربادی مچا رکھی ہے مگر بدقسمتی سے خود غرضی، نفاق اور آپس کی رنجشیں انھیں متحد نہیں ہونے دیتیں تاکہ بڑے دشمن کا متحد ہو کر مقابلہ کر سکیں۔

حضرت شاہ صاحب کی آمد سے کسی نے خبر اُڑا دی کہ مجاہدین ڈمگلا پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ڈمگلا فوجی اہمیت کا مقام تھا۔ اس کی فتح کے بعد مجاہدین کے لیے کشمیر کی طرف پیشقدمی کا راستہ کھل جاتا تھا۔ لہٰذا ہری سنگھ نلوہ نے چھول سنگھ کو تقریباً چھ ہزار فوج کے ساتھ ڈمگلا کی حفاظت کے لیے روانہ کیا۔ یہ فوج ڈمگلا میں آکر خیمہ زن ہوئی۔

شاہ صاحب نے مشورہ کر کے تقریباً ڈیڑھ ہزار ملکی اور ہندوستانی مجاہدین کے ساتھ رات کو سکھ فوج پر شبخون مارا۔ جو بڑا کامیاب رہا۔ سکھ بھاگ نکلے اور اُن کے تقریباً تین سو سپاہی مارے گئے۔ مجاہدین میں سے تقریباً سات شہید ہوئے۔

سکھوں کی فوج کا ایک دستہ جو شنکیاری کی گڑھی سے نکل کر حملہ آور ہوا۔ اس کو بھی پسپا ہونا پڑا۔ اس معرکہ میں خود شاہ صاحب نے بڑی بہادری دکھائی کئی سکھوں کو اپنی بندوق سے ہلاک کیا۔

اگرور سے مولانا اوگی تشریف لے گئے مگر یہاں سیّد صاحب کا قاصد پہنچا کہ آپ جلد واپس تشریف لے آئیں۔ لہٰذا آپ پنجتار واپس لوٹ آئے۔

مجاہدین کی کامیابی کی خبریں سن سن کر جہاد میں حصّہ لینے کے لیے

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان سے جوق در جوق قافلے آنا شروع ہوئے۔ تقریباً چودہ پندرہ قافلے آئے جن میں علماؑ اور روساء کے علاوہ بڑے جوشیلے مجاہد شامل تھے۔ یہ قافلے سکھر، شکارپور، ڈیرہ اسماعیل خاں، کالا باغ اور نوشہرہ کے راستے ہو کر پنجتار پہنچے۔ ان میں مندرجہ ذیل مشہور تھے:

۱ : میاں سید احمد علی۔ خواہرزادہ سید صاحب۔

۲ : مولانا عنایت علی صاحب۔ برادر مولانا ولایت علی صاحب۔

۳ : مولوی منظہر علی صاحب عظیم آبادی۔

۴ : مولانا سید محمد علی صاحب رامپوری۔

۵ : حافظ قطب الدین صاحب پھلتی۔

۶ : مولوی جعفر علی نقوی صاحب۔ سید صاحب کے میر منشی اور مصنف "منظورۃ السّعداءٗ"۔

انھیں قافلوں میں مولوی محبوب علی صاحب جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے تشریف لائے مگر یہاں کی رہائش اور حالات سے مطمئن نہ ہونے کے سبب ہندوستان واپس لوٹ گئے۔

اس اثناء میں سیّد صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب پانی پتی کو بھیجی۔ مولانا محمد علی رامپوری اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو حیدر آباد (دکن) اور مولانا عنایت علی عظیم آبادی کو بنگال تبلیغِ جہاد کے لیے ہندوستان روانہ کیا۔

"دو بھائی (مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی) اوّل اوّل

www.abulhasanalinadwi.org

سید احمد کی رفاقت سے جدا ہونے اور سرحد سے چلے آنے پر دل سے راضی نہ تھے مگر سید احمد نے یہ کہہ کر ان کو آمادہ کر لیا کہ وہ ان کو بیج کی طرح باہر بکھیر رہے ہیں۔ ان کی (سید صاحبؒ) یہ پیش گوئی لفظ بلفظ صادق آئی اور بعد کے سالوں میں ان کی (مولانا عنایت علی اور مولانا ولایت علی) کی مساعی بار آور ہوئیں۔ وہ ہندوستان سے آدمیوں اور روپیہ کی ڈاک چوکی کے ایسے نظام کی تکمیل کے لیے ماہر معمار ثابت ہوئے جو حیرت ناک مہارت کے ساتھ انگریزوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں عرصۂ دراز تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔[۱]"

ایک دن پنجتار میں ارباب بہرام خاں تہکالی ملاقات کو آئے اور بیعتِ امامت کی۔ ارباب صاحب اپنی حق پسندی اور دینداری کی وجہ سے اپنا وطن "تہکال" جو پشاور سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے تھے، پنجتار کے قریب ایک گاؤں مہر علی میں رہتے تھے۔

سرحد کے مخلصین میں جو امتیاز اور مرتبہ ارباب صاحب کو حاصل ہے وہ کسی کو بھی نہیں۔ بالاکوٹ میں سید صاحب کے ساتھ ہی شہادت کے مرتبہ سے سرفراز ہوئے۔ بعد میں آپ کے جسدِ خاکی کو جو بالاکوٹ میں دفن

---

[۱] پروفیسر ڈاکٹر قیام الدین احمد "ہندوستان میں وہابی تحریک"۔

www.abulhasanalinadwi.org

کر دیا گیا تھا چھ ماہ بعد وہاں سے لاکر تھکال میں آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔
پنجتار سے بالاکوٹ کی طرف ہجرت میں آپ کی اہلیہ صاحبزادی اور داماد محمد خاں بھی شریکِ سفر تھے۔

ایک دن سید صاحب نے تبلیغ و اصلاحِ دین کے لیے سوات جانے کا ارادہ کیا۔ بیماروں، معذوروں کو پنجتار میں چھوڑا اور باقی مجاہدین کو ساتھ لے کر دورہ شروع کیا۔ شاہ کوٹ (موجودہ سخاکوٹ) اور لونڈخور ہوتے ہوئے تھر پہنچے اور وہاں تقریباً ایک سال تک قیام رہا۔

تھر ہی کے دورانِ قیام میں حضرت مولانا عبدالحئی صاحب نے بعارضۂ بواسیر داعئ اجل کو لبیک کہا "تھر کے جنوب مشرق میں ایک تپہ کی نزد پر قبرستان تھا، جہاں لشکر مجاہدین کے اس مایۂ ناز شیخ الاسلام کو آغوشِ لحد میں سلایا گیا۔ "بڈھانہ (ضلع مظفر نگر) میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں فضل و کمال کی منزلیں طے کیں۔ ہندوستان کو از سرِ نو اسلام کے زیرِ نگین لانے کی شیفتگی میں سرحد پہنچے سوات میں آخری آرام گاہ پائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔" (مولانا مہر)

حضرت مولانا کی وفات کے تیسرے دن ناگپور سے ان کے عم زاد بھائی مولانا احمد اللہ صاحب جہاد میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ بھائی کی زندگی میں ملاقات نہ ہونے کے سبب بڑے رنجیدہ ہوئے۔ بہر حال جہاد میں برابر شریک رہے اور بالاکوٹ میں شہید ہو کر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تھری میں غور بند کے مولانا سید محمد حبان صاحب جو اس علاقے کے دولت مند اور بڑے عالم فاضل شخص تھے۔ بیعت کرنے تشریف لائے۔ سید صاحب نے قاضی صاحب موصوف کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر سرفراز کیا۔ سید اکبر شاہ ستھانوی اور ارباب بہرام خاں تہکالی کے بعد سرحدیوں میں سے یہ تیسرے بلند پایہ بزرگ تھے جو سید صاحب سے وابستہ ہوئے۔ قاضی صاحب بعد میں جنگ مردان میں شہید ہوئے۔ تھری میں اتمان زئی کے سرداروں نے آکر سید صاحب سے پشاور کے درانی سرداروں کی شکایت کی کہ انھوں نے ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا ہے اور ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا ہے۔ وہ لوگ سکھوں سے ملے ہوئے ہیں۔ جو مجاہد ہندوستان سے جہاد میں حصہ لینے کے لیے آتے ہیں انھیں بھی پریشان کرتے ہیں، چونکہ ہم ان مجاہدین کی مدد کرتے ہیں لہٰذا آپ ہماری مدد فرمائیں۔

ان سرداروں نے پشاور کے سیٹھوں کو مجاہدین کی ہنڈیاں بھنانے سے بھی روک دیا تھا۔ کسی قسم کا قرض دینے سے بھی منع کر دیا تھا۔ اب یہ لوگ سید صاحب سے کھل کر مقابلے پر آ گئے تھے۔ ان کی فوج دریائے کابل عبور کر کے اتمان زئی میں خیمہ زن ہو گئی تھی۔ اور مقامی لوگوں کو پریشان کر رہی تھی۔

سید صاحب نے مقامی علماء کو جمع کیا اور ان کا فتویٰ لے اور ... پوچھے سے طے پایا کہ درانی باغی ہیں ان سے لڑنا شرعاً درست ہے کیونکہ

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے بیعتِ امامت توڑ ڈالی ہے۔ معاہدے سے بھی منحرف ہو گئے ہیں اور لشکرِ اسلام پر حملہ کی نیّت ہے۔

اپنے بھانجے میاں سید احمد علی صاحب کی امارت میں ایک جماعت جس میں ارباب جمعہ خاں، ارباب بہرام خاں، مولانا مظہر علی صاحب عظیم آبادی، شیخ ولی محمد صاحب پھلتی، شیخ ولی محمد دیوبندی اور مولوی نصیر الدین منگلوری شامل تھے۔ درّۂ خیبر کی طرف روانہ کی تاکہ اگر کابل کی طرف سے درانیوں کو کوئی مدد آئے تو اسے خیبر ہی میں روکیں۔ جنگی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر آپ نے اتمان زئی پہنچ کر لشکرِ اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کا امیر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل کو مقرر کیا تاکہ وہ درانیوں پر شبخون ماریں۔ انھوں نے بڑا کامیاب شبخون مارا۔ درّانیوں کی دو توپیں چھین لیں۔ ان کا ایک توپچی بھی مارا گیا۔

دوسرا لشکر لے کر آپ خود اتمان زئی کی بستی کی طرف بڑھے، تاکہ بھاگے ہوئے درانی اگر بستی میں پناہ لینے آئیں تو ان سے نبٹ لیں۔

درانیوں نے ایک ٹیلے کی آڑ لے کر جنگ شروع کر دی۔ ادھر مجاہدین نے بھی مورچے قائم کر لیے۔ دن بھر بندوقوں اور توپوں سے جنگ ہوتی رہی۔ اس عرصہ میں اتمان زئی کا سردار عالم خاں سید صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا بیٹا درانیوں سے مل گیا۔ میرے سب ساتھی بھی اسی کے ساتھ چلے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ سب فریب تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دوسری طرف ارباب بہرام خاں صاحب کی کوشش سے درّہ خیبر کے سرداروں سے جو معاہدہ ہوا تھا وہ بھی درانیوں نے ڈرا دھمکا کر توڑ دیا اور خیبر کے لوگ بھی درانیوں سے مل گئے۔ اس ناکامی کی اطلاع مولانا نصیر الدین منگلوری نے آکر دی۔

سید صاحب نے درانیوں پر ایک اور شبخون مارنے کا ارادہ کیا، مگر عالم خاں نے جو درانیوں سے مل گیا تھا، انھیں اطلاع کر دی اور وہ ہوشیار ہو گئے۔

ان حالات میں آپ نے جنگ بند کر کے فوراً واپس ہو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ بڑی ہوشیاری سے جنگ بند کی اور واپس ہو گئے۔ بعض مجاہدین کو جنگ بندی اور واپسی کی اطلاع نہ ہو سکی وہ اپنے مورچوں ہی میں بیٹھے رہے۔

ان پیچھے رہ جانے والوں میں سلون رائے بریلی کا ایک ہندو راجپوت راجہ رام بھی تھا۔ جب وہ دوسرے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ واپس لشکر میں آگیا تو سید صاحب نے اس کی بہادری کی بڑی تعریف کی اور بڑی شاباشی دی۔ فرمایا "خدا تعالیٰ تمھیں ہدایت دے، تم نے بڑی بہادری دکھائی"۔ ایک دوسرے صاحب شیخ امجد علی کو "زندہ شہید" کا خطاب دیا۔ کیوں کہ سب ان کی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔

نہر میں بھی احکامِ شریعت کا باقاعدہ نفاذ کیا اور وہاں کے سادات علماء اور خوانین سے احکامِ شریعت کے جاری رکھنے کی بیعت لی۔ بجبر

www.abulhasanalinadwi.org

پنجتار واپس ہوئے۔

پنجتار میں ایک مرتبہ پھر سید صاحب نے اتمام حجت کے لیے علاقے کے تمام علماء اور خوانین کو مدعو کیا، اور بیعتِ امامت کی تجدید کی۔ ایک استفتاء تحریر کرایا جس میں امام کی مخالفت اور باغی کے لیے احکام پوچھے گئے تھے۔ علماء نے مفصّل اور مدلّل جواب دیئے کہ آپ کی امامت اور اطاعت شرعی لحاظ سے برحق ہے اور اس کا مخالف از روئے کتاب و سنّت اور اجماع واجب القتل ہے اس کا خون حلال ہے اور اس کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔ استفتاء کے جواب پر مندرجہ ذیل مشہور اور بڑے علماء نے دستخط کیے اور اپنی مہریں ثبت کیں:

۱ : مُلّا[۱] نیاز محمد
۲ : مُلّا ولی محمد
۳ : مُلّا محمد اسماعیل
۴ : اخوند زادہ سعد اللہ
۵ : مُلّا ستار خاں
۶ : سید علی
۷ : اخوند شاہ ولی خاں
۸ : اخوند محمد غلام
۹ : مُلّا محمد عظیم
۱۰ : اخوند مکرم
۱۱ : مُلّا عماد
۱۲ : مُلّا سید احمد
۱۳ : مُلّا محمد عرفان
۱۴ : مُلّا عبد اللہ
۱۵ : مُلّا پیر محمد
۱۶ : اخوند اکبر شاہ

---

[۱] یہاں "مُلّا" عالم مولانا یا صاحبِ علم و فضل کے معنوں میں استعمال ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۷ : اخوند محمد غفران ۱۸ : اخوند محمد وصال

۱۹ : ملا عبد الرحمن ۲۰ : اخوند ولی محمد

۲۱ : اخوند عبد الغفور ۲۲ : اخوندزادہ محمد گل

۲۳ : اخوند صفی اللہ۔

سکھوں کا قاعدہ تھا کہ وہ ہر سال دریائے سندھ عبور کر کے علاقے سمہ (صوابی و مردان) کے سرداروں اور خوانین سے نعلبندی (زادان یا ہرجانہ) وصول کرتے تھے اور یہ لوگ بغیر حیل و حجت نعلبندی دے دیا کرتے تھے اگر کوئی سردار یا خان پس و پیش کرتا تو اس کو سخت سزا دی جاتی۔ یہ نعلبندی وہ سرداران پشاور سے بھی وصول کیا کرتے تھے اور یہ سردار سکھوں کے باجگزار بن کر رہ گئے تھے۔

سید صاحب نے ان لوگوں کو نعلبندی دینے سے منع کیا۔ فرمایا جو نعلبندی تم سکھوں کو دیتے ہو وہی اب تم راہِ خدا میں خرچ کیا کرو جس سے تمہاری دنیا اور آخرت دونوں میں بہتری ہو گی۔

حسبِ معمول سکھ فوج کا فرانسیسی جنرل وینچورا (VENTURA) فوج لے کر نعلبندی وصول کرنے ہنڈ کے قریب آیا تو خادی خاں کے علاوہ جو سکھوں سے مل گیا تھا کسی سردار نے نعلبندی نہ دی۔ بلکہ فتح خاں پنجتاری نے تو صاف جواب دے دیا کہ "ہم نے نہ کبھی خراج دیا ہے اور نہ دیں گے تمہیں اپنی فوج پر اعتماد ہے تو جو چاہو کر لو۔"

وینچورا (VENTURA) کو صورتِ حال کا علم ہوا تو اس نے سید صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کو ایک خط لکھا "آپ سید عالی خاندان حاجی و غازی باخدا اور بڑے صاحبِ تاثیر بزرگ ہیں۔ اس ملک کے لاکھوں آدمی آپ کے مرید ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کی ذات میں کسی طرح کا شر و فساد اور خلق اللہ کو ایذا رسانی کا خیال نہیں ہے ــــ یہ ملک خالصہ جی کے زیرِ حکومت اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری میں ہے۔ یہ سمّہ رئیس ہمارے خالصہ جی کو ہمیشہ نعلبندی دیتے رہے ہیں مگر جب سے آپ اس ملک میں تشریف لائے ہیں تب سے یہ تمام لوگ ہم سے منحرف ہو گئے ہیں اور نعلبندی دینے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں اس ملک میں آپ کے آنے کا ارادہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوا، اس کا جواب تحریر فرما کر اپنے وکیل کے ساتھ ہمارے پاس روانہ کریں۔"

سیّد صاحب نے جواب میں لکھا "جس طرح تم اپنے حاکم کے تابعدار ہو اسی طرح میں بھی اپنے حاکمِ مطلق اور قادرِ برحق کا ایک ادنیٰ فرمانبردار غلام ہوں اسی کے حکم سے میں اس ملک میں آیا ہوں اور ہر ایک کو دعوتِ اسلام دیتا ہوں۔ تم اہلِ کتاب ہو ان باتوں کو جانتے ہو تمھیں اور تمھارے آقا رنجیت سنگھ کو بھی دعوتِ اسلام دیتا ہوں۔

"تمھارا یہ لکھنا غلط ہے کہ ملک خالصہ جی کا ہے۔ یہ ملک مسلمانوں کا ہے۔ اس میں خالصہ جی کا کیا دخل ؟ ! ہم سمجھ بوجھ کر یہاں آئے ہیں۔ تم جانتے ہو کفّار پر جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ تم لوگ مسلمانوں کو اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

ظلم وستم سے تباہ و برباد کر رکھے ہو، بے شمار مسجدوں کو جلا ڈالا ہے۔"

"بہرحال ہم تمھیں دعوتِ اسلام دیتے ہیں اگر قبول کرتے ہو تو ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور تمھارا ملک تمھارا ہی رہے گا، ورنہ ہم تمھارے خلاف جہاد کریں گے۔ یہ باتیں تمھیں سمجھانے کے لیے ہم اپنا وکیل بھیج رہے ہیں۔"

آپ نے مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی کو اپنا وکیل بنا کر وینچورا کے پاس بھیجا۔ وینچورا اور مولوی صاحب کی گفتگو کا حاصل وہی تھا جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

وینچورا جب لاجواب ہو گیا تو اس نے مولوی صاحب سے خفا ہو کر کہا :

"یہ ملک ہمارے خالصہ جی کا ہے۔ ہم ہمیشہ یہاں کے رئیسوں سے نعلبندی لیتے آئے ہیں اور اب بھی لیں گے۔ تمھارے واسطے بہتر یہی ہے کہ تم اس ملک سے کوچ کر جاؤ۔ ورنہ ہم پنجتار پر آتے ہیں۔"

مولوی صاحب نے بھی ترکی بہ ترکی سپاہیانہ جواب دیا "پنجتار پہ حملے کا خیال ہے تو بسم اللہ ہم بھی تیار ہیں۔" اور واپس آ گئے۔

دوسرے دن سید صاحب نے مولوی صاحب کو تین سو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ پنجتار کے درّے کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ مولوی صاحب درّے سے باہر نکل کر خیمہ زن ہو گئے۔ چھ سات میل کے فاصلے پر وینچورا کی فوج پڑی تھی، وینچورا کو خیال ہوا کہ سید صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کا لشکر کہیں اس پر شبخون نہ مارے، رات میں کافی حفاظت کا انتظام کیا۔ مگر کسی نے شرارت یا غلط فہمی سے یہ خبر اُڑا دی کہ خلیفہ[1] صاحب کا لشکر آرہا ہے۔ اس خبر سے دینچورا بہت گھبرایا اور گھبراہٹ میں اپنا کافی مال و اسباب، ڈیرے خیمے وغیرہ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور دریائے سندھ پار کر گیا۔

دینچورا کی واپسی کے بعد اٹک کے قلعے پر قبضہ کرنے کے لیے ارباب بہرام خان کی کمان میں ایک مہم بھیجی گئی مگر خادی خاں اور ایک مقامی نے سکھوں کو خبر کر دی جس کی وجہ سے مہم ناکام رہی۔

خادی خاں کی مسلسل غداری اور سکھوں سے ساز باز کی وجہ سے لشکرِ اسلام کو بڑے نقصانات ہو رہے تھے اس لیے سیّد صاحب نے ایک مرتبہ پھر علاقے کے علماء، روساء اور خوانین کو بیعتِ امامت کے لیے مدعو کیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد سب کے سامنے ایک تقریر کی پشتو زبان میں اس تقریر کی ترجمانی کے فرائض منگل تھانہ کے اخوان زادے صاحب نے انجام دیے۔

آپ نے فرمایا: "ہم دارالحرب ہندوستان سے ہجرت کر کے دارالامان میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں مال و دولت کی کوئی لالچ نہیں ہے۔ جب ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کا ارادہ ظاہر

---

[1] سکھ سید صاحب کو خلیفہ صاحب کہتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کیا تو اس ملک کے ولایتی بھائی جو میرے وطن میں حاضر تھے انھوں نے صلاح دی تھی کہ ہمارے ملک میں چلیں وہاں لاکھوں مسلمان آپ کے اس نیک کام میں شریک ہوں گے۔ رنجیت سنگھ نے وہاں کے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ ایذا رسانی، مسلمانوں کی بے آبروئی، مسجدوں کو جلانا، کھیتیاں ویران کرنا، مال واسباب لوٹ لینا، عورتوں بچوں کو پکڑ کر لے جانا اور پنجاب میں لے جا کر بیچ دینا اس کا شیوہ ہو گیا ہے۔

"خود پنجاب میں مسلمانوں کو مسجدوں میں اذان نہیں دینے دیتے۔ مسجدوں میں گھوڑے باندھتے ہیں۔ غرض کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے تنگ کرتے ہیں۔"

"میں نے ان بھائیوں کی باتیں سن کر یہی مناسب سمجھا کہ ہجرت کر کے اس ملک میں قیام کروں اور آپ سب کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کروں۔ آپ لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت امامت کی۔ اپنا امام بنایا۔ اب آپ ہی میں سے بعض لوگ اس نیک کام کی مخالفت کر رہے ہیں اور دشمنوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ آپ سب عالم ہیں۔ سب باتیں سمجھتے ہیں ہم سب کو مل کر ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ اسلام کی ترقی اور بول بالا ہو۔"

سید صاحب کی اس تقریر کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ سید صاحب کی اس تقریر کے بعد حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بڑی عالمانہ اور حکیمانہ

www.abulhasanalinadwi.org

تقریر کی۔

حضرت مولانا نے قرآن مجید کی آیت پڑھی :

ترجمہ : "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔"

پھر سوال کیا "جب آپ سب علماء کرام سادات عظام اور خواتین ذوالاحترام نے سید صاحب کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی ہے تو پھر بیعت کرنے اور اپنا امام تسلیم کرلینے کے باوجود کوئی ان کی اطاعت نہ کرے بلکہ اس کے خلاف عمل کرے تو آپ سب علماء دین کے نزدیک اس کے لیے کیا حکم ہے؟"

سب نے یک زبان ہو کر کہا "وہ شخص مجرم اور قصوروار ہے۔"

مولانا نے فرمایا "مجرم و قصوروار ہی نہیں بلکہ باغی ہے اور اس پر جہاد کا حکم ہے۔" آپ نے فقہ کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیئے۔

پھر مولانا کی تقریر تحریر میں لائی گئی اور تمام علماء نے اپنے اپنے دستخط کرکے مہریں ثبت کیں۔ اس کے بعد سید صاحب نے دعائے خیر کی۔

خادی خاں بھی اس مجلس میں موجود تھا وہ ناراض ہو کر مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور دعائے خیر میں بھی شریک نہیں ہوا۔

بعد میں سید صاحب نے خادی خاں کو بلوایا اور علماء کے درمیان میں

www.abulhasanalinadwi.org

بٹھا کر بہت دیر تک سمجھاتے رہے مگر وہ کسی طرح نہ مانا۔
کہنے لگا "ہم پٹھان لوگ ہیں کاروبارِ حکومت ہمارا کام ہے۔ مُلّا ہماری خیرات کھانے والے ہیں۔ انھیں ریاست کے معاملات کا کیا شعور؟ ان کا مشورہ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے اس کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس کو ہم نہیں مانتے۔ ہمیں ان کے صلاح مشورے کی کوئی پروا نہیں۔ یہ ہمارے تابع ہیں ـــــ ہم ان کے تابع نہیں۔"

خادی خاں کی گفتگو سن کر سید صاحب کا چہرہ غُصّہ سے متغیّر ہو گیا۔ مگر آپ پھر بھی کمال نرمی سے گفتگو کرتے رہے مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوا اور رخصت ہو کر منہ چڑھا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد سکّھوں کا نعلبندی وصول کرنے کا زمانہ آیا اور حسبِ معمول جنرل وینچورا نے سکّھ فوج کے ساتھ علاقہ سمّہ کا رخ کیا، اور حضرو پہنچ کر معمول کے مطابق اپنی آمد کی اطلاع توپیں چلا کر کی۔
سکّھ اپنی آمد کی اطلاع اسی طرح کیا کرتے تھے۔ دریائے سندھ کے کنارے پر علاقہ سمّہ کی طرف رخ کر کے توپیں سر کرتے تھے یہ اس بات کا اعلان تھا کہ وہ نعلبندی وصول کرنے آرہے ہیں۔

خادی خان نے دستور کے مطابق وینچورا کو ایک گھوڑا، ایک باز اور کتّا نذر میں دیا۔ اس کو یہ بھی بتا دیا کہ سیّد صاحب کی وجہ سے دوسرا کوئی سردار نعلبندی یا مالیانہ نہ دے گا۔ آپ میں ہمّت ہے تو دریا کے

www.abulhasanalinadwi.org

پار چلنے میں بھی آپ کے ساتھ ہوں لہٰذا وینچورا دس ہزار سکھ فوج کے ساتھ دریائے سندھ کے پار اتر گیا۔

سید صاحب کو معلوم ہوا کہ سکھ فوج دریا کے پار اتر گئی ہے تو وہ سمجھ گئے کہ خادی خاں وینچورا کو پنجتار پر حملہ کرنے کے لیے ضرور لائے گا۔ آپ نے فوراً تیاری شروع کر دی۔ مقامی معاون و مددگار علماء اور خوانین کو مدد کے لیے خطوط لکھے۔

پنجتار کے درّے کے درمیان ایک چار فٹ چوڑی اور تقریباً آٹھ فٹ اونچی دیوار تعمیر کرنے کی تجویز رکھی۔ جو بہت جلد تیار کر لی گئی۔ مجاہدین کو چوکس اور ہشیار کر دیا گیا۔ رات میں پہرے بٹھا دیے گئے۔

تیسرے دن صبح کی نماز سے پہلے سکھ فوج درّے کے قریب نمودار ہوئی۔ مجاہدین بھی کمربستہ ہو گئے۔ سکھوں نے حسب عادت قریب کے گاؤں میں آگ لگا دی اور ایک میدان میں صف بندی کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

سید صاحب بھی تقریباً تین ہزار مجاہدین کے ساتھ نکلے درّے کے دونوں طرف کے پہاڑوں پر مجاہدین کے دستے چھپا کر بٹھا دیے کچھ مجاہدین کو ریزرو میں رکھا۔

حضرت شاہ صاحب نے آیت بیعت رضوان کی تلاوت فرما کر اس کا ترجمہ اور فضائل مؤثر انداز میں بیان فرمائے اور سید صاحب کے ہاتھ پر اس نیت سے مجاہدین سے بیعت کرائی کہ ہم میدان نہ چھوڑیں

www.abulhasanalinadwi.org

گے۔ کفّار پر فتح پائیں گے یا میدان میں شہید ہو جائیں گے اور سب سے پہلے خود بیعت کی۔ جب بیعت ہو چکی تو سیّد صاحب نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس جنگ میں کامیابی کے لیے دعا مانگی۔

اس اثناء میں ونچورا نے دوربین سے دیکھا تو اُسے پہاڑوں پر ہر طرف بڑی کثرت سے مجاہدین نظر آئے جو پوزیشن لیے بیٹھے تھے وہ اس نظّارے سے بڑا مرعوب ہوا اور خادی خاں سے کہنے لگا کہ "تم نے ہمارے ساتھ بڑا دھوکا کیا۔ تم تو کہتے تھے کہ پنجتار میں بہت کم لوگ ہیں مگر یہ اتنے آدمی کہاں سے نکل آئے ؟!"

بہر حال وہ فوج لے کر دیوار کے بہت قریب آ گیا۔ سکّھوں نے دیوار گرانا شروع کی تو اوپر سے مجاہدین کی بندوقیں سر ہونے لگیں۔ دوسری طرف سے مجاہدین کی گھوڑ سوار فوج حملہ آور ہوئی۔ دونوں طرف سے پہاڑوں پر سے مجاہدین حملہ کر کے نیچے اُترنے لگے، سکّھ فوج پر ہر طرف سے یورش ہونے لگی تو ونچورا بڑا گھبرایا۔ ہر طرف سے یورش دیکھی تو اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر بھاگ نکلا۔ مجاہدین نے درّے کے آخری سرے تک سکّھ فوج کا تعاقب کیا۔

اس فتح کی خوشی میں سیّد صاحب نے نمازِ شکرانہ ادا کی۔ اس فتح کی بڑی شہرت ہوئی اور جن علماء، رؤساء اور خوانین نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی انھوں نے بھی آ آ کر سیّد صاحب کی بیعت کر لی۔

اس فتنے سے نمٹنے کے بعد سیّد صاحب نے خادی خاں کو ایک

www.abulhasanalinadwi.org

مرتبہ پھر پنجتار میں بات چیت کے لیے مدعو کیا تاکہ وہ راہِ راست پر آ جائے یا کم از کم سکھوں کا ساتھ نہ دے۔ وہ پنجتار تو نہ آیا مگر پنجتار کے قریب ایک گاؤں "سلیم خاں" میں آکر مقیم ہوا اور سیّد صاحب کو کہلایا کہ یہاں آکر مل لیجیے۔

سیّد صاحب جب خادی خاں سے ملنے کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت شاہ صاحب کی رائے ہوئی کہ سیّد صاحب کی جگہ وہ خود جائیں۔ لہٰذا خادی خاں سے ملنے کے لیے سیّد صاحب کے بجائے شاہ صاحب تشریف لے گئے اور سیّد صاحب کا پیغام پہنچایا کہ "ہمیں آپ سے یہ امید نہ تھی کہ آپ کافروں کو مسلمانوں پر چڑھا لائیں گے اور اُن کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغاوت ہی پر کمر باندھ لی ہے ـــــ آپ توبہ کریں اور شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کریں خدا غفور الرحیم اور معاف کرنے والا ہے۔"

خادی خاں نے بڑا کھرا جواب دیا "آپ ناراض نہ ہوں ـــــ ہم رئیس اور حاکم ہیں ـــــ سیّد بادشاہ کی طرح "مُلّا" یا "مولوی" نہیں ہیں ـــــ ہماری شریعت جدا ـــــ اور ان کی جُدا ـــــ سیّد بادشاہ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ ـــــ ان کا جو جی چاہے کریں ـــــ ؟!" اس جواب کے بعد وہ ہنڈ واپس ہو گیا اور شاہ صاحب سیّد صاحب کے پاس واپس آ گئے۔

ان حالات میں اب کوئی چارہ نہ رہا لہٰذا سیّد صاحب نے ہنڈ تسخیر

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے لیے اسکیم بنائی۔ خفیہ طور سے لکڑی کی سیڑھیاں بنوائیں پانچ سو نہایت ہوشیار اور بہادر مجاہدین کا انتخاب کیا۔ حضرت شاہ صاحب امیر اور ارباب بہرام خاں صاحب نائب امیر مقرر ہوئے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ ہوا کہ معاملہ کیا ہے؟ دونوں امیروں کو الگ الگ راستوں سے روانہ کیا۔ سیڑھیاں چھپا کر خچروں پر لادی گئیں۔

یہ لوگ صبح ہوتے ہی قلعہ ہنڈ کے قریب پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے تقریباً پچیس نہایت ہوشیار اور نشانہ باز بندوقچی بڑی خاموشی کے ساتھ قلعہ کے دروازے پر پہنچا دیے تاکہ دروازہ کھلتے ہی حملہ کر کے دروازے پر قبضہ کرلیں اور خود موقع کے منتظر رہے۔

صبح کو جیسے ہی دروازہ کھلا ان بندوقچیوں نے پہرے داروں کو گولیوں سے اڑا دیا اور دروازے پر قبضہ کر لیا۔ اتنے میں شاہ صاحب اپنے مجاہدین کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور قلعے میں داخل ہو گئے جو سپاہی مقابلے پر آئے مارے گئے باقی بھاگ گئے۔

خادی خاں نے جب اس ہنگامہ آرائی کی آواز سنی تو وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا مگر مجاہدین نے اسے وہاں گھیر کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اس معرکہ میں مجاہدین میں سے کوئی بھی زخمی نہ ہوا۔ فریقِ مخالف میں سے صرف خادی خاں اور اس کا ایک ملازم مارے گئے۔

کچھ دنوں بعد خان کے بھائی امیر خاں نے

کے لیے اُن مجاہدین کو راستے میں شہید کر ڈالا جنھیں شاہ صاحب نے چھوٹی توپیں اور اسلحہ لانے کے لیے پنجتار بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ خادی خاں کے بعض حمایتی سرداروں نے ہندوستان سے آنے والی ڈاک اور مجاہدین کے قافلوں کا اپنے علاقوں سے گزرنا بند کر دیا۔

اسی زمانے میں سیّد صاحب کو زیدہ کے فتح خاں اور ارسلان خاں نے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ زیدہ ہنڈ سے چار میل کے فاصلے پر ہے سید صاحب تقریباً دو سو مجاہدین کے ساتھ زیدہ تشریف لے گئے۔ زیدہ جانے کا یہ بھی مقصد تھا کہ شاہ صاحب کو ہنڈ میں کمک اور مدد ملتی رہے۔

زیدہ سے آپ نے امیر خاں کو صلح کا پیغام بھیجا کہ اگر بیعت اور اطاعت کرتے ہو تو ہنڈ کا قلعہ تمھیں دے دیا جائے گا۔ امیر خاں ایک طرف تو صلح کی بات چیت کرتا رہا مگر دوسری طرف خفیہ طور سے یار محمد خاں سردار پشاور سے مدد کا طلب گار ہوا اور اس مدد کے لیے بارہ ہزار روپیہ کی پیش کش کی۔

یار محمد خاں نے امیر خاں کے مرکز ہریانہ میں اپنے چار سو سوار بھیج دیے اور خود کافی جنگی ساز و سامان اور ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ہریانہ آیا اور توپیں چلا کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔

سید صاحب نے حضرت شاہ صاحب کو ہنڈ سے زیدہ بلوا لیا اور مشورہ کے بعد لشکرِ اسلام کو بھی تیار کر لیا۔ اسی اثناء میں یار محمد خان کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرف سے صلح کا پیغام آیا۔ سید صاحب نے اس پیغام کو بڑا پسند کیا اور
جواب میں کہلوایا "صلح ہمیں منظور ہے کیونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی
بھائی ہیں۔ ہمیں مسلمان بھائیوں کی آپس میں لڑائی منظور نہیں۔ مگر ہم چاہتے
ہیں کہ تمام مسلمان شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور خدا اور ا
کے رسول کے احکام بجالائیں ــــ شرعی نظام جاری و ساری کریں۔ اس
کے علاوہ ہمارا دوسرا کوئی مطالبہ نہیں۔"

اس نیک دعوت کے جواب میں یار محمد خاں نے کہلوایا کہ "ہمیں ایسی
صلح منظور نہیں" بلکہ اس کے بعض آدمیوں نے تو یہاں تک کہا کہ اگر
کوئی صلح کی بات چیت کے لیے آیا تو ہم اس کا سر اڑا دیں گے۔

اب تو مجاہدین بھی تیار ہو گئے۔ تقریباً آٹھ سو مجاہدین حضرت شاہ صاحب
کی کمان میں حملہ کرنے کے روانہ ہوئے۔ دو سو کے قریب سید صاحب
کے ساتھ رہے تاکہ اگر شاہ صاحب کو ضرورت ہو تو یہ کمک کے طور
پر کام آئیں۔

شاہ صاحب نے بڑی بے جگری اور بہادری سے اچانک حملہ کر
کے یار محمد خاں کی توپوں پر قبضہ کر لیا۔ توپوں پر حملہ ہوتے ہی درانیوں کی
فوج بھاگ نکلی۔ اس حملہ میں یار محمد خاں شدید زخمی ہوا اور اپنا وطن پہنچنے
سے پہلے راستے میں مرگیا۔ اس جنگ میں یار محمد خاں کے سات بڑے
جنرل اور تقریباً تین سو فوجی جوان مارے گئے۔ مجاہدین میں سے صرف
چار مجاہد شہید اور سات زخمی ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مالِ غنیمت میں چھ بڑی اور آٹھ چھوٹی توپیں، چالیس اونٹ اور ایک ہاتھی مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ اس کے علاوہ زیادہ تر سامان مقامی مجاہدین نے لوٹ لیا۔

مالِ غنیمت میں یار محمد خان کے جو کاغذات ملے ان میں رنجیت سنگھ کا ایک خط بھی ملا جس میں یار محمد خاں کو لکھا گیا تھا کہ :

۱ : غازیوں پر لشکر کشی کی جائے۔

۲ : لیلی، مرواریدہ اور سبھ کہار گھوڑے ونتجرا کے حوالے کر دیئے جائیں۔

۳ : سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جلد سے جلد ملک سے نکال دیا جائے۔

۴ : ہنڈ کو خادی خاں کے متعلقین کے حوالے کیا جائے۔

اگر ان تمام ہدایات کی تعمیل نہ ہوئی تو مجھے خود لشکر لے کر آنا پڑے گا۔

اس فتح کے بعد سید صاحب زیدہ سے پنجتار واپس لوٹ آئے۔ راستے بھی کھل گئے۔ ہندوستان سے ڈاک کی آمد کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا اور دور و نزدیک مجاہدین کی بہادری اور جنگی مہارت کا سکہ بیٹھ گیا۔

ء از "سید احمد شہید" مولانا غلام رسول مہر۔

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ عرصہ بعد امیر خاں نے اپنے ہی ساتھیوں کے ساتھ کوئی جعلسازی کی جس کی وجہ سے انھیں کے ہاتھوں مارا گیا اور اپنے انجام کو پہنچا۔

اس جنگ میں بھی مقامی مجاہد حسب معمول لوٹ مار میں لگ گئے تھے۔ اس طرح کی لوٹ مار سید صاحب کے مشن کا ہرگز حصّہ نہ تھا۔ لہٰذا ایک دن آپ نے لوٹ مار کی مذمت میں ایک وعظ کہا۔ فرمایا کہ "عین معرکہ میں لوٹ مار کرنا دین کی شکست کے مترادف ہے اس غلط عمل سے جہاد کا نیک عمل اور مقصد فوت ہو جاتا ہے"

حاکم امب پائندہ خاں تنولی نے سیّد صاحب کو اپنے یہاں امد آنے کی دعوت دی اور سیّد حسن شاہ کو دعوت کا پیغام دے کر بھیجا اس کے علاوہ محمد زماں خاں نے جو کنگر کے سرداروں میں سے تھے اور سیّد صاحب کے بڑے معتقد اور مخلص تھے۔ سید صاحب کو تربیلا پر جو دریائے سندھ کی دوسری طرف ضلع ہزارہ میں سکھوں کی عملداری میں واقع تھا حملہ کرنے کی دعوت دی اور مقام کھبّل پہنچنے کی درخواست کی۔

آپ نے رسالدار عبدالحمید خاں صاحب کو ڈیڑھ سو سواروں، تین پیادوں، کچھ قندھاری جوانوں اور آٹھ عدد توپوں کے ساتھ کھبّل کو کوچ کیا۔ رات کے پچھلے پہر محمد زماں خاں نے سید صاحب کے لشکر کے ساتھ مل کر تربیلا پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ ہری سنگھ نلوہ گورنر ہزارہ کو جب معلوم ہوا کہ سیّد صاحب کا تربیلا پر قبضہ ہو گیا ہے تو وہ چھ ہزار

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ تربیلا پر حملہ آور ہوا۔

محمد زمان خان کو جب اس حملہ کا علم ہوا تو وہ دوسری طرف پہاڑوں میں سے ہو کر واپس آ گئے اور مہم ناکام ہو گئی۔

اس مہم کی ناکامی کے بعد ایک دن ستھانہ کے سیّد اکبر شاہ صاحبؒ سیّد اصغر شاہ منڈی والے، سیّد نور جمال شاہ اور سیّد کامل شاہ صاحبان سیّد صاحب سے ملنے کے لیے کھبّل تشریف لائے اور بیعتِ امامت سے مشرف ہوئے۔

سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ہزارہ کے سادات میں سے تھے۔ ہزارہ اور پکھلی کے بیشتر لوگ ان کے خاندان کے معتقد اور مخلص تھے۔ سخاوت، اخلاص اور استقامتِ دین اس خاندان کا طرۂ امتیاز تھا۔ سیّد صاحب اور ان کی تحریک سے وفاداری، اخلاص اور امداد میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ سیّد صاحب کی شہادت اور معرکہ بالاکوٹ کے بعد سیّد اکبر شاہ کی اس تحریک سے وابستگی کی وجہ سے بعد میں ستھانہ ہی باقی ماندہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور مرکز بنا۔

سید محمد اکبر شاہ صاحب کے پانچ بھائی اور تھے۔ سب سے بڑے سیّد اعظم شاہ تھے۔ ان کے بعد سید اکبر شاہ پھر سید عمر شاہ، سید عمران شاہ۔ سید اصغر شاہ اور سب سے چھوٹے سید مدار شاہ تھے ان سب بھائیوں نے بھی سید صاحب کی بیعت کی۔

سیّد اکبر شاہ نے سید صاحب کو ستھانہ چلنے کی دعوت دی کھبّل

www.abulhasanalinadwi.org

ہی میں سید حسن شاہ پائندہ خاں تنولی کا پیغامِ ملاقات لائے۔ آپ نے سید حسن شاہ سے کہا کہ ہم ستھانہ آرہے ہیں۔ آپ اپنے خان کو مطلع کردیجیے۔

سید صاحب نے سارا لشکر کھبل میں چھوڑا اور صرف ڈیڑھ سو مجاہدین اور سید اکبر شاہ صاحب کے ساتھ ستھانہ تشریف لے گئے۔

سید صاحب نے سید اکبر شاہ صاحب سے پائندہ خاں کے بارے میں رائے لی اور اس کے بار بار شوقِ ملاقات کا ذکر کیا۔ سید اکبر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس قوم کے اکثر لوگ غدار اور بڑے مکّار فریبی ہوتے ہیں جن لوگوں سے ان کا واسطہ پڑا ہے ان سے انھوں نے بدعہدی کی۔ یہاں یہ عام مثل مشہور ہے "تنولی بے قولی"۔ اس ملاقات میں کوئی فریب یا مکر معلوم ہوتا ہے۔ آپ میرے ایک عزیز بزرگ سید نادر شاہ سے جو پائندہ خاں کے مشیر رہ چکے ہیں مزید معلوم کرلیجیے۔

سید نادر شاہ نے سید اکبر شاہ صاحب کی تصدیق کی اور فرمایا کہ اگر آپ کو ملاقات ہی کرنا ہے تو آپ یہاں سے قریب ایک گڑھی ہے اس میں بلاکر ملاقات کرلیں۔ اگر وہ مخلص اور سچّا ہے تو بلا تکلف چلا آئے گا ورنہ نہ آئے گا اور اس طرح اس کا فریب کھل جائے گا۔

سید صاحب نے فرمایا "ہم صرف اس وجہ سے اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے اور نامی رئیس ہے۔ اگر وہ ساتھ ہو جائے تو کشمیر کا راستہ جو اس کی عملداری میں سے ہو کر جاتا ہے ہمارے لیے کھل جائے گا۔ وہ اگر مکر و فریب کرے گا تو اس کا بدلہ

www.abulhasanalinadwi.org

اسے نہلا دے گا۔ وہ جہاں بلاتا ہے میں اس سے وہیں ملاقات کرنے جاؤں گا آپ لوگ کوئی اندیشہ دل میں نہ لائیں سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں؛

دوسرے دن پھر سید حسن شاہ پیام لائے کہ "خان" مقام عشرہ میں میں آیا ہوا ہے اور بستی کے قریب ایک برگد کے درخت کے نیچے ملاقات کے لیے حاضر ہوگا آپ بھی وہیں تشریف لے آئیں۔

عشرہ ستھانہ سے تقریباً تین میل شمال میں واقع تھا۔ عشرہ اور ستھانہ کے درمیان ایک کم بلند پہاڑ کی دیوار (RIDGE) دریائے سندھ کے کنارے تک چلی گئی تھی۔ لوگ اس پہاڑ کی دیوار ہی کو پار کر کے آتے جاتے تھے۔ برگد کا پرانا درخت ۱۸۴۱ء کی طغیانی میں بہہ گیا۔ بعد میں اسی جگہ پر نیا درخت لگا دیا گیا جو آج بھی موجود ہے۔

سید صاحب ظہر کی نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب اور بارہ مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شاہ صاحب نے پیش بندی اور ہنگامی حالت سے نبٹنے کے لیے تقریباً پچیس چیدہ مجاہدین کو جو دریائے سندھ کے کناروں کی اوٹ میں جو مقام ملاقات سے بہت قریب تھا چھپا دیا۔

جب برگد کا درخت تھوڑی دور رہ گیا تو آپ نے سب مجاہدین کو وہیں روک دیا اور آپ صرف جناب شاہ صاحب اور منشی خواجہ محمد صاحب کے ساتھ درخت کے قریب گئے۔ پائندہ خاں بھی وہیں دو آدمیوں کے ساتھ آ گیا۔ درخت کے قریب ہی ایک اونچی جگہ سید حسن شاہ

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنی لپشاوری لنگی بچھا دی اور اسی پر سلام اور مصافحہ کے بعد سب بیٹھ گئے۔

پائندہ خاں باقاعدہ مسلح تھا۔ زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی دشمن سے ملاقات کو آیا ہے۔ نیت صاف نہ تھی۔

ابھی باتیں ہی شروع ہوئی تھیں کہ ایک طرف سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مگر یہ گھڑسوار پائندہ خاں کے پاس پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ مجاہد جو دریائے سندھ کے کناروں میں چھپے بیٹھے تھے نکل کر بجلی کی سی پھرتی اور تیزی کے ساتھ آکر سید صاحب اور پائندہ خاں کے گرد کھڑے ہو گئے ــــ قرابینیں اور بندوقیں تیار کر لیں ــــ وہ مجاہد بھی آ گئے جن کو سید صاحب کچھ دور چھوڑ آئے تھے۔

سواروں نے آکر سب کا محاصرہ کر لیا، مگر انھوں نے جب پائندہ خاں کو مجاہدین کے نرغے میں دیکھا تو سمجھ گئے کہ اگر ہم نے کوئی حرکت کی تو پھر "خان" کی خیر نہیں ــــ وہ کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے۔

پائندہ خاں پر مردنی چھا گئی۔ چہرہ فق ہو گیا۔ سید صاحب نے اس کی گھبراہٹ پہچان لی۔ تسلی دے کر فرمایا "خان بھائی کسی بات کا اندیشہ نہ کریں ــــ آپ ہمارے بھائی ہیں۔ آپ سے ملاقات صرف خدا واسطے کی ہے۔ دریا کے گھاٹ پر آپ کا قبضہ ہے، کشمیر کا راستہ آپ کی عملداری میں سے ہو کر گزرتا ہے ــــ ہماری درخواست ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے آدمی اللہ کے کام کے لیے جب آپ کی عملداری میں جائیں تو آپ کوئی روک ٹوک نہ کریں۔ اس کا اجر آپ کو خدا دے گا ــــ بہتر تو یہ ہے کہ آپ بھی اس نیک کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔"

پائندہ خاں کہنے لگا "آپ میرے پیرومرشد اور امام ہیں ــــ میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ کا فرمانا مجھے منظور ہے ــــ ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

سید صاحب نے اسے اپنی دستار دی پھر کہا "خان بھائی آپ اس کارِ خیر میں شریک ہوئے۔ آپ سکھوں کی سرحد کے قریب ہیں اس لیے ہم آپ کو ایک بھاری توپ اور ایک ہاتھی پیش کریں گے۔" پھر مجلس برخاست ہوگئی۔

سید صاحب موضع چنئی میں ایک بزرگ سے ملنے گئے ہوئے تھے وہیں ایک پیغام رساں خبر لایا کہ سلطان محمد خاں حاکم پشاور نے قلعہ ہنڈ پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا ہے اور ہنڈ کے قبضے کے بعد پنجتار پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔

بات یہ ہوئی کہ سلطان محمدؐ خاں کو اس کی ماں نے بھائی (یار محمد خاں) کا بدلہ لینے کے لیے غیرت دلائی۔ اس لیے وہ اپنے دونوں بھائیوں پیر محمدؐ خاں اور سید محمدؐ خاں کے ساتھ ہنڈ پر حملہ آور ہوا۔ ایک یورپی باشندہ مسٹر کیول بھی ساتھ تھا۔

ہنڈ میں جو مجاہد قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے، انھوں نے حسب

www.abulhasanalinadwi.org

استطاعت خوب مقابلہ کیا اور قلعہ پر قبضہ نہ ہونے دیا۔ مسٹر کیول کی رائے ہوئی کہ صلح کر لی جائے اور مجاہدین کو قلعہ خالی کر کے بحفاظت نکل جانے دیا جائے۔ لہٰذا مسٹر کیول نے قلعہ میں مجاہدین کے امیر اخوند ظہور اللہ سے بات چیت شروع کی اور خود جان بخشی اور حفاظت سے نکل جانے کی ضمانت لی۔

اس صلح اور ضمانت پر ہتھیار رکھ دیے گئے اور قلعہ خالی کر دیا گیا۔ مگر سلطان محمد خاں نے بدعہدی کی۔ سارے مجاہدین کو گرفتار کر لیا اور ان سب کے سامنے کہا کہ "میں تم سب کو اپنے بھائی کی قبر پر ذبح کروں گا" پھر سب کو ہشتنگر (چارسدہ) بھیج دیا۔ مسٹر کیول اس بدعہدی پر ناراض ہو کر سلطان محمد خاں کا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔

سلطان محمد خاں قلعہ ہنڈ پر قبضہ جمانے کے بعد پنجتار پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنانے لگا۔

سید صاحب نے شاہ صاحب کو جو ابھی تک کھبل میں مقیم تھے اس واقعے کی اطلاع کی اور انھیں پنجتار واپس پہنچنے کے لیے پیغام بھیجا۔ جب شاہ صاحب بھی آ گئے تو آپ نے شاہ صاحب، رسالدار عبدالحمید خاں صاحب، ارباب بہرام خاں صاحب اور سردار فتح محمد خاں پنجتاری کے ساتھ مشورہ کیا۔ مشورہ کے بعد تمام لشکر میں اطلاع کرا دی کہ ہم پشاور پر فوج کشی کرنا چاہتے ہیں اور آج رات ہی پشاور روانہ ہونا چاہیے۔ لشکر میں جو پانچ سو گھوڑے ہیں ان پر دو دو آدمی پورے

www.abulhasanalinadwi.org

ہتھیار لگا کر سوار ہوں اور ہر شخص دو دو روٹی بھی پکا کر باندھ لے۔

پشاور کے درانی سرداروں کے جاسوس لگے ہوئے تھے انھوں نے فوراً ہی یہ خبر سلطان محمد خاں کو پہنچائی۔ اس اطلاع سے اس کی فوج پر گھبراہٹ اور سراسیمگی طاری ہوگئی۔ سپاہیوں کو اپنے گھروں، بیوی بچّوں، مال و دولت کی فکر ہوئی۔ ایسا نہ ہو کہ مجاہدین کہیں ہمارے بال بچّوں کو نہ پکڑلیں، شہر کو تباہ نہ کر دیں اور مال و اسباب نہ لوٹ لیں۔ اپنے سپاہیوں کی اس گھبراہٹ اور پریشانی سے سلطان محمد خان خود پریشان ہوگیا۔ لہٰذا اسی وقت واپسی کا حکم دے دیا اور قلعہ ہنڈ خالی کرکے پشاور جاکر دم لیا۔

مجاہدین تیار ہوکر رات بھر کوچ کرنے کے منتظر رہے۔ رات کے پچھلے پہر خبر آئی کہ درانی ہنڈ کا قلعہ خالی کرکے پشاور کی طرف بھاگ نکلے۔ سید صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور سواروں کو کمریں کھولنے کی اجازت دے دی۔ اس وقت سب کو معلوم ہوا کہ یہ تدبیر درانیوں کو بھگانے کے لیے کی گئی تھی۔

جن مجاہدین کو سلطان محمد خاں نے قید کر لیا تھا انھیں ایک کچّے مکان میں بند کرکے پہرہ لگا دیا تھا، مگر وہ بھی رات میں کچّی دیواروں میں چھید کر کے راستہ بنا کر لڑتے بھڑتے نکل کر پنجتار پہنچ گئے۔

کچھ دنوں کے بعد جاسوسوں نے اطلاع دی کہ سمہ کے اکثر خوانین اور سردار سکھوں سے مل گئے ہیں اور وہ سردار جو سکھوں کے خلاف

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور جنھیں ہرگز سکھوں کی اطاعت گوارہ نہیں وہ بھی ملک چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے ہیں۔ پائندہ خاں بھی سکھوں سے مل گیا ہے اور سید صاحب کے خلاف ہوگیا ہے۔

ان خبروں سے متاثر ہو کر بعض بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ کشمیر کی طرف نکل چلنا چاہیئے۔ کشمیر اور ہزارہ کے اکثر سرداروں کی طرف سے بھی ان کی طرف آنے کے پیغامات آرہے تھے۔ ان سرداروں میں ناصر خاں ھبٹ گرامی، سر بلند خاں تنولی، کمال خاں اگروری، مدد خاں (پائندہ خاں کا بھائی) راجہ زبردست خاں مظفر آبادی مشہور تھے۔ مشورہ کے بعد طے ہوا کہ کچھ لوگ حالات کا جائزہ لینے کے لیے مظفر آباد تک جائیں۔ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی امارت میں تقریباً دو سو مجاہدین کی جماعت روانہ ہوئی۔ مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی نائب امیر تھے۔

شاہ صاحب نے ستھانے پہنچ کر پائندہ خاں کو اس کے مرکز امب میں خط لکھا کہ ہم سید صاحب کے حکم سے پکھلی (ہزارہ) جا رہے ہیں۔ آپ اپنے علاقے سے ہمیں گذر جانے کی اجازت دے دیں۔ پائندہ خاں نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ ادھر سے گذریں گے تو آپ کی وجہ سے سکھ ہمیں خواہ مخواہ پریشان کریں گے کہ تم نے خلیفہ صاحب کے آدمیوں کو کیوں جانے دیا؟ حالانکہ اس میں اور سکھوں میں کبھی بھی مصالحت نہ تھی۔ لہٰذا مخالفت ہو یا موافقت کا سوال ہی

www.abulhasanalinadwi.org

نہ پیدا ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے پھر لکھا کہ آپ سید صاحب کی بیعتِ امامت اور اطاعت کے خلاف کر رہے ہیں۔ بہر حال اگر آپ ہمیں اپنے علاقے میں سے نہیں جانے دیتے تو ہم بھیٹ گلی کے راستے سے ہو کر چلے جائیں گے۔

پائندہ خاں اس بات سے غصّہ میں آگیا اور جواب دیا کہ آپ کسی طرف سے بھی ہو کر نہیں جا سکتے اگر جائیں گے تو جنگ کے لیے تیار رہیے۔

شاہ صاحب نے سیّد صاحب کو ان حالات سے مطلع کیا۔ لہٰذا سیّد صاحب نے شاہ صاحب کو واپس بلا لیا اور پائندہ خاں کو لکھا کہ ہم خدا کے کام کے لیے آپ کی عملداری میں سے جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہم سے اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کیا تھا ـــــ امید ہے کہ آپ ہمارے راستے میں مزاحم نہ ہوں گے اور ہمیں اپنے علاقے میں سے گزر جانے دیں گے۔

پائندہ خاں نے جواب دیا "میں آپ کا فرمانبردار اور تابعدار ضرور ہوں مگر آپ ہرگز ادھر تشریف نہ لائیں۔"

سیّد صاحب نے پائندہ خاں کا جواب علماء اور لشکر کو سنایا۔ علما نے پائندہ خاں کے باغی ہونے کی تصدیق کی۔

جنگ کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ توپوں کو محفوظ مقام پہ دفن کرا دیا۔ بی بی صاحبہ اور بعض دوسرے مجاہدین کی خواتین کو ایک

www.abulhasanalinadwi.org

محفوظ مقام پر بھیج دیا۔ سید احمد علی صاحب اور رسالدار عبدالحمید خاں کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے ستھانہ روانہ کیا۔ انھوں نے جائزہ لینے کے بعد لکھا کہ پائندہ خاں بھی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

سید صاحب نے بھی پنجتار سے امب کی طرف مجاہدین کے ساتھ کوچ کیا۔ صرف ساٹھ مجاہد اپنے ساتھ رکھے باقی تمام لشکر حضرت شاہ صاحب کی امامت میں عشرہ خیل کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت مولانا ڈیگرہ پر جو بھیٹ گلی ندی کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے قبضہ کر کے تین میل مقام فروسہ پہنچ گئے اور سید احمد علی صاحب کو جو ستھانے میں تھے اطلاع بھجوائی کہ وہ مدد کے لیے تیار رہیں۔

ارباب بہرام خاں نے اپنی جماعت کے ساتھ جنگی اہمیت کی پہاڑی "کبنر ڑی" پر قبضہ کر کے اپنے مورچے بنا لیے اور پائندہ خاں کی عملداری کا فوجی مقام عشرا اپنی زد میں لے لیا۔

جنگ کا نقشہ کچھ یوں تھا:

۱ : مجاہدین کی بڑی فوج ستھانے میں تھی۔ اس کے سپہ سالار میاں سید احمد علی اور نائب سالار عبدالحمید خاں تھے۔

۲ : پوری فوج کے سپہ سالار اور امیر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل تھے۔ اور وہ فروسہ میں خیمہ زن تھے۔

۳ : دو سو مجاہدین ڈیگرہ میں متعین تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۴ : ارباب بہرام خاں صاحب اپنے مجاہدین کے ساتھ کوہ کینرطری پر مورچے بنائے بیٹھے تھے۔

۵ : قندھاری مجاہدین فردسہ سے کچھ دور امب کی طرف ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔

۶ : خود سید صاحب "خپلئی" میں مقیم تھے۔

پائندہ خاں کا مرکز امب میں تھا اور اس کی زیادہ تر فوج وہیں رہتی تھی۔ فوج کا ایک حصہ عشرہ میں بھی مقیم تھا۔

مندرجہ بالا مقامات کا ایک دوسرے سے فاصلہ تقریباً دس بارہ میل سے زیادہ نہ تھا۔ اس جنگی نقشے کو دیکھنے اور سمجھنے سے معلوم ہوگا کہ پائندہ خاں چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ اور اس نقشے سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ مجاہدین محض علمائے دین فنونِ حرب اور جنگی چالوں سے ناواقف تھے۔

پائندہ خاں اس ناکہ بندی اور گھیراؤ سے بڑا پریشان ہوا اور حضرت شاہ صاحب کو خط لکھا "میں آپ کا فرمانبردار ہوں مجھ سے جو قصور ہوا وہ آپ معاف فرمائیں۔ میں اپنی گستاخی پر معافی مانگتا ہوں آپ سے صلح کا طالب ہوں۔ آپ دس بارہ آدمیوں کے ساتھ "باندہ" تشریف لائیں۔ میں بھی اتنے ہی آدمیوں کے ساتھ وہاں حاضر ہوں گا اور صلح کی بات چیت کروں گا۔" چال یہ تھی کہ شاہ صاحب جیسے ہی باندہ آئیں انھیں فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا پائندہ خاں کا صلح کا پیغام دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ لڑائی مقصود نہ تھی۔ آپ نے اس خط کی نقل ارباب صاحب اور سید احمد علی صاحب کو بھیجی اور لکھا کہ تا اطلاعِ ثانی آپ لوگ کسی قسم کی پیشقدمی نہ کریں۔

مولانا نے جب پائندہ خاں سے اس کی شرائط اور مقررہ کردہ جگہ پہ ملنے کا ارادہ کیا تو شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور قاضی سیّد حبّان صاحب نے کہا کہ ہم آپ کو اتنے کم آدمیوں کے ساتھ ہرگز نہ جانے دیں گے۔ کیونکہ پائندہ خاں کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ صرف اس وقت تشریف لے جائیں جب پائندہ خاں حسبِ وعدہ "پانڈہ" آجائے۔ مولانا نے اس رائے کو پسند فرمایا اور فردسہ ہی میں پائندہ کی طرف سے کسی پیامبر کے آنے کے منتظر رہے۔

اس عرصہ میں پائندہ خاں نے امب کے میدان میں اپنی ایک ہزار فوج کو مرتب کر لیا اور رات میں ارباب بہرام خاں کے مجاہدین پہ جو کوہ کینرڑی پہ مورچے جمائے بیٹھے تھے، حملے کا پروگرام بنایا۔ امب کے میدان میں پائندہ خاں کی فوج کو تیار دیکھ کر سیّد احمد علی صاحب اپنے سواروں کے ساتھ ستھانے کی گڑھی سے باہر نکلا۔ اس وقت تک مولانا صاحب کا قاصد سیّد احمد علی صاحب کے پاس پہنچا تھا۔ انھیں راستے میں مولانا کا قاصد ملا۔ انھوں نے خط پڑھ کر سوارو کو واپسی کا حکم دے دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پائندہ خاں نے سید احمد علی صاحب کے سواروں کو واپس ہوتے دیکھا تو اپنی فوج کو آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

اس کی فوج کا ایک حصہ کینر ڑی کے مجاہدین کی طرف اور دوسرا حصہ عشرہ کی طرف روانہ ہوا۔

کینر ڑی کے مورچوں میں دست بدست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں شیخ بلند بخت دیوبندی، ارباب بہرام خاں صاحب اور مولوی خیر الدین شیر کوٹی نے بڑی بہادری اور بے جگری دکھائی اور بڑی سخت جنگ لڑی۔ پیچھے سے لشکر مجاہدین کے قندھاری سواروں کا ایک دستہ مدد کے لیے آگیا۔ انھیں دیکھ کر پائندہ خاں کی فوج عشرہ کی طرف بھاگ نکلی۔ اس جنگ میں سید دلاور علی اور امام خاں خیر آبادی شہید ہوئے۔

پائندہ خاں عشرہ میں تھا اس نے قندھاری مجاہد سواروں کو پسپا کرتے ہوئے دیکھا تو امب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

اس عرصہ میں شیخ ولی محمد صاحب، قاضی سید حبان صاحب اور مولوی نصیر الدین صاحب نے اپنے مجاہدین کی مدد سے عشرہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔

عشرہ کے بعد مجاہدین امب کی طرف بڑھے پائندہ خاں امب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ امب بھی مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔ سید صاحب اور حضرت مولانا کو اس فتح کی خوشخبری دی گئی۔

حافظ عبد اللطیف صاحب کی غلط روی کی وجہ سے چھتر بائی کی گڑھی

www.abulhasanalinadwi.org

پر قبضہ نہ ہو سکا۔ کئی مجاہدین شہید ہوئے جن میں شیخ بلند بخت کے بھائی شیخ علی محمد دیوبندی بھی شامل تھے۔ بعد میں مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ مزاحمت کے بغیر گڑھی پر قبضہ کر لیا۔

جیسا کہ پہلے اوپر لکھا جا چکا ہے سید صاحب کا ارادہ کشمیر کی طرف بڑھنے کا تھا۔ کیونکہ والی چترال شاہ سلیمان نے بھی وعدہ کیا تھا کہ مجاہدین کے کشمیر تک پہنچ جانے کے بعد وہ بھی گلگت کی طرف سے ہو کر امداد کے لیے پہنچ جائے گا۔ اور کشمیر کا راستہ پائندہ خاں کی عملداری ہی میں سے ہو کر جاتا تھا۔ لہٰذا طے ہوا کہ راستے کے اہم مقامات سری کوٹ (شاہ کوٹ) اور پھولڑہ پر قبضہ کیا جائے تاکہ مجاہدین کے لیے کشمیر جانے کا راستہ صاف ہو جائے۔

پھولڑہ دریائے سندھ کی دوسری طرف مانسہرہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر پہاڑوں کے درمیان سرن ندی کے کنارے ایک بلند سطحِ زمین پر آباد ہے۔

سید صاحب نے لشکرِ مجاہدین کو میاں سید احمد علی صاحب کی سپہ سالاری میں تین حصوں میں تقسیم کر کے تین مختلف گھاٹوں سے دریا کو عبور کرنے کی ہدایت کی۔

سردار محمد خاں اور میر فیض علی منشی گورکھپوری کر پلیاں کے گھاٹ سے پار ہوئے۔ ماما نور الحسن سنبھالنے کی طرف سے اور سید احمد علی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

امیر لشکر مولوی محمد حسن صاحب رامپوری نے ایک دوسرے گھاٹ سے دریا عبور کیا۔

بعد میں ایک چوتھا لشکر حضرت شاہ اسماعیل کی امارت میں دریا پار کر کے شیر گڈھ، لنگا پانی، شنگلئی اور جھیڑی پر قابض ہو گیا۔

سیّد احمد علی صاحب نے دریا پار کر کے شاہ کوٹ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ پائندہ خاں کے آدمی بھاگ کر پائندہ خاں کے پاس "بروٹی" پہنچے اور سارا حال بیان کیا۔ یہ حال سن کر وہ بروٹی چھوڑ کر شیر گڈھ ہوتا ہوا اگرور چلا گیا اور اگرور سے ہری سنگھ نلوہ گورنر ہزارہ کو درخواست بھیجی کہ میرا ملک سیّد بادشاہ نے چھین لیا ہے۔ آپ میری مدد کیجیے۔

ادھر سید احمد علی صاحب نے شاہ کوٹ کے بعد پھولڑے پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھولڑے میں دوسرے دو لشکر بھی آکر مل گئے۔ ان دونوں لشکروں سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ سیّد صاحب کی ہدایت کے خلاف کھلے میدان میں خیمہ زن ہوئے۔

سید صاحب نے ہدایت کی تھی کہ کسی پہاڑ یا پہاڑی کی اوٹ ضرور لے لیا کریں۔ یہ ہدایت کسی کو یاد نہ رہی۔ ان دونوں لشکر والوں نے جنھوں نے ایک کھلے میدان میں خیمے لگائے تھے سیّد احمد علی صاحب کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ کھلا میدان ——— پہاڑ دور ——— پھر بھی رات میں پہرے کا مناسب انتظام کر لیا گیا تھا۔

دو دن تک افواہ اڑتی رہی کہ رات میں سکھ حملہ آور ہوں گے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوشیار رہیے، مگر کچھ نہ ہوا۔ لوگ غافل سے ہو گئے۔ اس غفلت کے نتیجے میں موقع غنیمت جان کر سحر کے قریب سکھ سوار فوج نے اچانک حملہ کر دیا۔

مجاہدین صبح کی تیاری میں مشغول تھے، کوئی ناشتہ پکا رہا تھا۔ کوئی وضو اور نماز کی تیاری کر رہا تھا۔ بہرحال سب مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر حملہ بڑا اچانک تھا۔ اس کے علاوہ سکھوں نے مجاہدین کو دھوکا دینے کے لیے یہ چال چلی کہ بعض سکھ سوار مختلف سمتوں کو بھاگنے لگے۔ مجاہد یہ سمجھے کہ سکھ فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ ان کا تعاقب کرنے لگے اور اپنا مقام چھوڑ دیا۔ سکھ سوار فوراً پلٹ پڑے اور ان مجاہدین کو جو دو۔ دو تین تین کی ٹکڑیوں میں ان کا تعاقب کر رہے تھے شہید کر ڈالا۔ اس طرح لشکرِ اسلام میں افراتفری پھیل گئی۔ سید احمد علی صاحب اور فیض علی صاحب بڑی بہادری سے آخری وقت تک مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس معرکہ میں ان دو حضرات کے علاوہ مرزا عبدالقدوس کشمیری، میر احمد علی بہاری، امام خاں سہسرامی، شیخ برکت اللہ گورکھپوری، سید عبدالرزاق نگرامی، کریم بخش سہارنپوری، فیض الدین بنگالی، رحیم بخش جرّاح، علی خاں اور ایک فقیر بھی شہید ہوئے۔

"سیّد احمد علی امیر لشکر اور میر فیض علی گورکھپوری یک جا تھے۔ دونوں اپنی جگہ پر جمع ہوئے۔ مردانگی سے لڑتے رہے۔ بیسیوں کو ٹھنڈا کیا۔ سیّد احمد علی کا سنگِ چقماق خراب ہو گیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور بندوق سے کام لینے کی کوئی صورت نہ رہی تو نالی کو ہاتھ میں لے کر بندوق کو لٹھ کے طور استعمال کرنے لگے۔ اس طرح بھی کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ آخر تیروں، تلواروں اور گولیوں کے زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔ گرتے ہی روح اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی۔ غور فرمائیے۔ کہاں رائے بریلی ہے اور کہاں پھولڑہ؟ پھر اہل و عیال کہیں، بھائی اور دوسرے اقرباء کہیں۔ دو فرزند ہندوستان میں ایک جگہ بند امب میں، تنہا پھولڑے میں جان دی۔ وقتِ رخصت نہ کسی عزیز کا چہرہ دیکھا نہ اپنا چہرہ کسی عزیز کو دکھایا۔ نہ کسی کی بات سنی، نہ اپنی بات سنائی۔ نہ اس مبارک ساعت میں ایسا کوئی خیال دل میں گزرا۔ وہ جلیل المرتبت ماموں بھی دور بیٹھا تھا جس کی دعوتِ حق نے جہاد فی سبیل اللہ کی آرزو سے دل کا گوشہ گوشہ معمور کر دیا تھا۔ راویوں نے لکھا ہے کہ بے شمار زخم لگے تھے، لیکن سب جسم کے اگلے حصّے میں تھے، پچھلے حصّے میں خراش تک نہ تھی۔ جن بزرگانِ ملّت نے سوا سو سال تک سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کو ناقابلِ ذکر طعنوں کا ہدف بنائے رکھا، ان میں سے کتنے ہیں جن کی سرگزشتہائے حیات میں کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے اس نوع کے ایثار کی خفیف سی جھلک بھی مل سکتی ہے؟[1]

---

[1] مولانا غلام رسول مہرؔ "سید احمد شہیدؒ"

www.abulhasanalinadwi.org

"محبوب بھانجے کی شہادت کی خبر سُنی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے ہوئے فرمایا "الحمد للّٰہ" وہ جو مراد لے کر آئے تھے، اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں اس مراد کو پہنچایا" پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر آنسو پونچھ ڈالے۔"[1]

شاہ صاحب جو مزید پیش قدمی کے لیے سید احمد علی صاحب کی طرف سے کسی خبر کے منتظر تھے اور چھیتڑی میں مقیم تھے اس حادثہ کی اطلاع سن کر امب لوٹ آئے۔

لشکرِ اسلام کے ساتھ سرحدی معرکوں کی وجہ سے رنجیت سنگھ بڑا فکرمند رہا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے تاکہ یہ روز روز کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔

اس لیے اس نے اپنے مشیر اور معتمدِ خاص حکیم فقیر عزیز الدین دہلوی اور وزیر سنگھ کو گفت و شنید کے لیے سید صاحب کے پاس امب میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ایک خط بھی دیا جس میں تعریف و توصیف کے بعد سید صاحب کو دریائے اٹک (سندھ) کے پار نو لاکھ روپے آمدنی کا علاقہ بطور جاگیر دینے کی پیش کش کی۔ اس کے علاوہ جس علاقے کی تعلیم وصول کی جاتی تھی وہ بھی نذر میں دینا چاہا۔ سید صاحب نے جواب میں فرمایا کہ "ہم نہ تو کسی کا ملک چھیننے

---

[1] مولانا مہر۔

www.abulhasanalinadwi.org

آئے ہیں اور نہ ہی ہمیں کسی جاگیر اور ملک گیری کی خواہش ہے ہم تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمتہ الحق کے لیے آئے ہیں تاکہ خدا کی زمین پر اس کا قانون نافذ ہو۔ ہم اسے (رنجیت سنگھ کو) اسلام پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو ہمارا بھائی ہے اور جو علاقے ہمارے تصرف میں آچکے ہیں وہ ہم اس کو دے دیں گے۔"
یہ جواب سن کر حکیم صاحب اور وزیر سنگھ واپس ہو گئے۔

وزیر سنگھ کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ سید صاحب سے بڑا متاثر تھا۔ شاید پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا تھا اور سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی۔

کچھ عرصہ بعد حسب معمول ونیچورا اور الارڈ (A L L O R D) بارہ ہزار فوج کے ساتھ سمہ اور پشاور کی تعلقداری وصول کرنے آئے اور دریائے کابل کے کنارے خیمہ زن ہوئے۔

ونیچورا نے خواہش ظاہر کی کہ سید صاحب کے یہاں سے کوئی سمجھدار شخص آکر ہم سے بات چیت کرے۔ آپ نے مولوی خیرالدین شیرکوٹی اور حاجی بہادر خاں کو اپنا سفیر بنا کر ونیچورا کے پاس بھیجا۔

ونیچورا فارسی خوب جانتا تھا۔ فارسی میں گفتگو شروع ہوئی اس نے بھی حکیم صاحب ہی جیسی باتیں کیں۔ مولوی صاحب نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ ہمیں ہوس ملک گیری ہرگز نہیں ہے ہم تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمتہ الحق کے لیے آئے ہیں اور اپنی معقول

www.abulhasanalinadwi.org

مدلل اور علمی گفتگو سے وینچورا کو قائل کر دیا۔

وینچورا زچ ہو گیا تو کہنے لگا "ہم پنجتار پر حملہ کر دیں گے"۔

مولوی صاحب نے فرمایا "آپ کو تو معلوم ہے کہ پنجتار کیسا مقام ہے۔ ہمارے مجاہد اور فتح خاں پنجتاری کی جماعت اور ساتھی مل کر آپ کی فوج کو درہ میں گھیر لیں گے۔ پھر آپ بچ کر نکل نہ سکیں گے"۔

وینچورا نے بات کا رُخ بدل کر کہا "ہمیں خلیفہ صاحب سے بڑی محبت ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم میں اور ان میں ایک دوسرے کو تحائف بھیجنے کی رسم جاری ہو جائے"۔

مولوی صاحب نے کہا "خلیفہ صاحب" کو آپ سے دوستی کی کوئی غرض نہیں۔ اگر آپ کو غرض ہو تو آپ سلسلہ شروع کر دیں۔ وہ بڑے بلند حوصلہ اور عالی ہمّت ہیں۔ ضرور آپ کے تحفہ کا جواب دیں گے۔ مگر وہ تحائف میں سر بلند کلاہ، جبّہ یا دستار بھیجتے ہیں۔

وینچورا نے کہا "ہم ایسی چیزیں لے کر کیا کریں گے ـــــ ہاں ہم چاہتے ہیں وہ ہمیں گھوڑا بھیجیں"۔

مولوی صاحب معاملے کو سمجھ گئے کہنے لگے "ہم گھوڑا تو کیا گدھا بھی تم کو نہ دیں گے بلکہ اُلٹا تم سے جزیہ اور خراج وصول کریں گے"۔

وینچورا کا مقصد تھا کہ کسی طرح سید صاحب سے گھوڑا وصول کر کے مشہور کر دے کہ سید صاحب نے نعلبندی دینا منظور کر لی ہے اور مہاراجہ کا باجگزار ہونا بھی منظور کر لیا ہے۔ کیوں کہ دستور کے مطابق

www.abulhasanalinadwi.org

خوانین و سرداران سمہ و پشاور سکھوں کو نعلبندی کی ادائیگی سے قبل ایک گھوڑا، ایک کتا اور ایک باز بھیجا کرتے تھے اور یہ حقیر رسم اس بات کی دلیل تھی کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ مولوی صاحب اس رسم کی قباحت کو خوب سمجھتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے ایسا کھرا جواب دیا تھا۔

مولوی صاحب و بنچورا سے رخصت ہو کر حکیم فقیر عزیز الدین کے خیمے میں آئے۔ دوسرے دن وزیر سنگھ نے انھیں آکر بتایا کہ پنجتار پر حملے کی تیاری ہے۔

مولوی صاحب نے اسی وقت اپنا ایک قاصد حضرت شاہ صاحب کے پاس پنجتار روانہ کیا اور سکھوں کے اس مجوّزہ حملہ سے آگاہ کر دیا۔

رات میں سکھوں کی ساری فوج دریا عبور کر کے زیدہ کے مقام پر جہاں سے پنجتار تقریباً بارہ میل رہ جاتا ہے خیمہ زن ہوئی۔ مگر دوسرے شام کے وقت کسی نے افواہ اڑا دی کہ آج رات مجاہدین شب خون ماریں گے۔ اس افواہ سے تمام فوج پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ رات بھر فوجی کمربستہ اور ہتھیار بند رہے۔ بہر حال صبح ہوتے ہوتے ساری سکھ فوج بھاگ کر دریائے کابل عبور کر گئی اور راہ میں پل بھی توڑ دیا تاکہ مجاہد پیچھا نہ کر سکیں۔

ادھر مولوی خیر الدین صاحب سید صاحب کے پاس امب پہنچے اور و بنچورا سے اپنی گفتگو کا سارا حال سنایا۔

سید صاحب امب ہی میں تھے کہ ایک دن قاضی سید جان صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

نے سید صاحب سے درخواست کی کہ ملک سمہ کے سردار اور خوانین ہم لوگوں سے باغی اور مخالف ہوتے جارہے ہیں۔ میں اس علاقے سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں اور امیر لشکر مقرر فرمائیں اور ساتھ میں میری رہنمائی کے لیے حضرت شاہ صاحب کو بھی میرے ساتھ کر دیں تو میں ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اور اگر نہ مانیں تو پھر بزور راہ راست پر لانے کی کوشش کروں۔

آپ نے یہ تجویز پسند فرمائی۔ مجاہدین کا یہ لشکر تین سو سواروں اور ڈھائی سو پیادوں پر مشتمل تھا۔ رسالدار عبدالحمید خاں سواروں کے امیر تھے۔

قاضی صاحب اور شاہ صاحب امب سے پنجتار آئے۔ یہاں اطراف کے خوانین اور سرداروں کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ مسلمانوں کی جن زمینوں پر سکھ قابض ہیں انھیں جہاد کر کے آزاد کرایا جائے۔ سب نے یہ تجویز پسند کی۔ فتح خاں پنجتاری نے کہا کہ ہم اپنے لوگوں سے سید صاحب کو بھی عشر دلائیں گے اور جب زمینیں سکھوں سے آزاد ہو جائیں گی تو ان پر بھی عشر دیں گے مگر ملاؤں نے پہلے تو قیل و قال کی۔ کیوں کہ یہی ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ بہرحال بعد میں بحث و دلائل سے وہ بھی مان گئے۔

قاضی صاحب نے کھلابٹ، مرتمزئی، ٹھنڈ کوئی، کڈی اور پنج پیر پر تصرف کرلیا۔ ہنڈ جو دوبارہ سکھوں کے قبضے میں چلا گیا تھا اسے بھی فتح کرلیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی کا سردار احمد خاں عشر دینے اور اطاعت کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اپنے بھائی رسول خاں کو مردان بھیجا تاکہ وہ مردان والوں کو عشر دینے اور مجاہدین کی اطاعت کرنے سے باز رکھے۔ خود مدد حاصل کرنے کے لیے پشاور چلا گیا اور ہوتی کی حفاظت کے لیے اپنی فوج چھوڑ گیا۔

قاضی صاحب نے خفیہ طور سے ہوتی کے حالات معلوم کیے ایک طرف سے مولوی مظہر علی عظیم آبادی اور دوسری طرف سے رسالدار عبدالحمید خاں نے حملہ کیا۔ خود قاضی صاحب بستی کے دروازے کی طرف بڑھے اور حملہ کر کے بستی میں داخل ہو گئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ ہوتی کی گڑھی میں سے بندوقوں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ ایک گولی مولوی مظہر علی صاحب کے سر میں لگی وہ شدید زخمی ہو گئے۔ بہر حال گڑھی پر بھی حملہ کر کے قبضہ کر لیا گیا۔ گڑھی والوں نے امان چاہی جو دے دی گئی۔

شاہ صاحب اور قاضی صاحب ہوتی کے بعد مردان کی طرف بڑھے۔ وہاں شہر کے ایک برج پر سے فائرنگ ہونے لگی۔ مجاہدین کو ایک گلی میں سے ہو کر گزرنا تھا اور وہی گلی برج والوں کے نشانے کی زد پر تھی

قاضی صاحب چند مجاہدین کے ساتھ اس گلی میں سے نکلنے لگے، مجاہدین تو گلی میں سے صحیح سلامت نکل گئے مگر ایک گولی قاضی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

سے کے سر میں لگی وہ وہیں گر گئے اور شہادت کا مرتبہ پایا۔

شاہ صاحب نے یہ خبر سنی تو انا للہ کے بعد فرمایا "الحمد للہ قاضی القضاۃ نے اپنی دلی مراد پالی" لیکن اس واقعہ کو علی الاعلان بیان نہ کرو تاکہ دشمنوں پر ظاہر نہ ہو کہ لشکرِ اسلام کا امیر شہید ہو گیا۔"

"قاضی صاحب کی شہادت کا واقعہ حقیقتاً بہت المناک تھا۔ وہ بڑے دیندار اور مخلص مجاہد تھے۔ سرحدی علماء میں سے جتنے لوگ سید صاحب کے رفیق اور ارادت مند بنے ان میں سے ایک بھی علم و فضل، غیرت و حمیّت، دین اور زہد و تقویٰ میں ان کا مثیل نہ تھا۔ اعلائے کلمۃ الحق میں بڑے جری اور بے باک تھے۔ سمہ میں انھیں کی ہمّت و کوشش سے عشر کا پختہ انتظام ہوا تھا۔ وہ کانٹر اغوا بند کے رہنے والے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ بڑے فارغ البال بلکہ امیر گھرانے کے فرد تھے محض اللہ کے لیے سیّد صاحب کی خدمت میں پہنچے پھر آپ کا دامن اس مضبوطی سے پکڑا کہ تادمِ واپسیں نہ چھوڑا۔ ان کے ایک حقیقی بھائی بھی ساتھ تھے وہ جنگِ مردان کے بعد قاضی صاحب کی میّت کو اپنے وطن واپس لے گئے اور وہیں دفن کیا۔"[1]

---

[1] مولانا غلام رسول مہر

www.abulhasanalinadwi.org

رسالدار عبدالحمید خاں نے توپوں سے گولہ باری کر کے برج کی فائرنگ بند کرائی۔ اس عرصے میں بعض مجاہد مکانوں کی آڑ لیتے ہوئے برج کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ ملا لعل محمد قندھاری نے پشتو میں پکار کر کہا "اندر پائی راوڑا"۔ اندر پائی راوڑا" یعنی "سیڑھی لاؤ۔ سیڑھی لاؤ" برج والے سمجھے کہ مجاہد سیڑھی لگا کر برج کے اندر آجائیں گے۔ حالانکہ وہاں کوئی سیڑھی نہ تھی محض یہ ایک چال تھی۔ ان پر خوف طاری ہو گیا۔ لہٰذا انھوں نے امان چاہی جو دے دی گئی۔ انھوں نے ہتھیار رکھ دیے اور برج خالی ہو گیا۔

مردان کی فتح کے بعد وہاں کا انتظام کر کے حضرت مولانا امازئی تشریف لے گئے اور حسبِ وعدہ وہاں کے خوانین اور سرداروں سے عشر کے طالب ہوئے۔

یہاں سید صاحب کا خط پہنچا کہ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ اس لیے آپ نے اس علاقے کا حاکم اور مختار رسالدار عبدالحمید خاں کو بنایا۔ مولوی نصیر الدین منگلوری حاجی محمود خاں اور فتح خاں کو ان کی مدد کے لیے وہیں چھوڑا اور خود پنجتار اور کھبل ہوتے ہوئے امب پہنچ گئے۔

کچھ عرصہ بعد موضع توردہ کے دلیل خاں نے سید صاحب کو مطلع کیا کہ پشاور سے احمد خاں درانیوں کی فوج لے کر آ رہا ہے آپ ہوشیار رہیں۔ لہٰذا سید صاحب نے مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور حافظ مصطفیٰ کاندھلوی کو چینر بائی میں حضرت مولانا اور شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کو امب

www.abulhasanalinadwi.org

میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ چھوڑا اور خود تقریباً تین سو مجاہدین کے ساتھ پنجتار کو کوچ کیا۔

کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ درانیوں کی فوج چمکنی ہوتی ہوئی دریائے کابل عبور کر کے چارسدہ پہنچ گئی ہے۔ سید صاحب نے بھی تیاری کر کے چار سو مجاہدین کے ساتھ امان گڑھی ہوتے ہوئے موضع تورڈو پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ درانی فوج بھی چارسدہ سے اتمان زئی اور وہاں سے ہوتی (مردان) آکر ٹھہری۔

سید صاحب نے مولوی عبدالرحمن صاحب کو اپنا سفیر بنا کر سلطان محمد خاں کے پاس صلح کا پیغام دے کر بھیجا اور کہلایا کہ "ہم ہندوستان سے محض جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آئے ہیں تاکہ رنجیت سنگھ سے لڑ کر مسلمانوں کو اس کے ظلم وستم سے نجات دلائیں۔ آپ مسلمان ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔ آپ نے کابل میں ہماری پذیرائی کی۔ عزت اور مہمان نوازی کی۔ آپ نے ہمارے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم میں آپ میں جنگ ہو۔ بلکہ ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو کر سکھوں کے خلاف جہاد میں ہمارا ہاتھ بٹائیں جس سے دین اور دنیا دونوں میں سرخروئی ہو۔"

سلطان محمد خاں نے اپنے بھائی یار محمد خاں کے قتل کا بہانہ بنایا اور بڑی رعونت سے جواب دیا کہ ہم آپ کے فریب میں آنے والے نہیں۔ آپ نے ہمارے بھائی کو قتل کیا اور اس کا مال واسباب

www.abulhasanalinadwi.org

لوٹ لیا ـــــ مردان اور ہوتی کو تاراج کیا ـــــ کیا اسی کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے؟ ـــــ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو واپس کردیا۔

انھوں نے واپس آکر بتایا کہ علاقے سمّہ کے اکثر خوانین اور سردار خفیہ طور سے سلطان محمد خاں سے ملے ہوئے ہیں اور ان کی اسکیم یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب پر جن کے حملہ سے یار محمد خاں زخمی ہو کر فوت ہوگیا تھا اور جو اب میں تنہا رہ گئے ہیں۔ آپ کے وہاں سے ہٹ آنے پر اچانک حملہ کردیا جائے اور اس طرح ان سے یار محمد خاں کی موت کا بدلہ لیا جائے۔

سیّد صاحب نے حضرت مولانا کو فوراً اپنے پاس آنے کے لیے لکھا۔ انھوں نے امب کا انتظام سید اکبر شاہ صاحب کو سونپا اور تقریباً دو سو مجاہدین اور شیخ ولی محمد صاحب کے ساتھ تورو روانہ ہو گئے۔

تورو اور ہوتی کے درمیان مایار کے مقام پر کلیانی ندی کے قریب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ درانیوں کی فوج تقریباً بارہ ہزار تھی۔ چار ہزار پیادے اور آٹھ ہزار سوار ـــــ ان کے پاس دو بڑی اور چار چھوٹی توپیں بھی تھیں۔ سید صاحب کے ساتھ تقریباً ساڑھے تین ہزار مجاہد تھے۔ سوار صرف پانچ سو تھے۔ توپ بھی کوئی نہ تھی ـــــ ان کا ارادہ جنگ کا ہرگز نہ تھا مگر اب جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

سیّد صاحب نے مُلّا لعل محمد قندھاری اور مُلّا قطب الدین ننگرہاری کو دو سو مجاہدین کے ساتھ کلیانی ندی پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

درانیوں نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ تین سواروں کے اور ایک پیدل فوج کا۔ مجاہدین کے لشکر کی بھی تین صفیں تھیں۔ اگلی اور پچھلی صف میں ہندوستانی مجاہد اور درمیانی صف میں ملکی تھے۔

رسالدار عبدالحمید خاں اپنے سواروں کے ساتھ پشت پر کھڑے تھے درانیوں نے اپنی توپیں چلا کر جنگ کی ابتدا کی۔ ان کی توپوں کے گولے مجاہدین کی صفوں میں آکر گرنے لگے تو درمیانی صف جو ملکیوں کی تھی اور جو در پردہ درانیوں سے ملے ہوئے تھے کھسک گئے۔ اب صرف ہندوستانی مجاہدین اور ان کی سوار فوج بعض ملکی مخلصین اور ان کے سوار و پیدل۔ کل ملا کر تقریباً دو ہزار فوج رہ گئی۔

پنجتار کے فتح خاں۔ گھڑیالہ کے منصور خاں، ہشیوہ کے مشکار خان اور آنند خاں، کھلابٹ کے اسمٰعیل خاں، گڑھی امان زئی کے سردار خان اکوڑے کے خواص خاں خٹک اور شہباز خاں۔ زیدہ کے فتح خاں، تورو کے دلیل خاں، لونڈ خور کے نسیم خاں، کوٹھے کے ملا سید امیر اخوندزادہ، ٹوپی کے ملا بہاؤ الدین اور منگلئی کے ملا باقی صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اخیر وقت تک جنگ میں شریک رہے۔

اس جنگ کے پہلے شہید سوار کالے خاں آفریدی سا کن ... دشمن ہوئے۔ ان کو توپ کا ایک گولہ لگا اور وہ گھوڑے سے گر کر شہید راہ حق ہوئے۔ پھر لشکر کا سقہ اور کریم بخش گھاٹم پوری بھی گولے لگنے سے شہید ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

امان اللہ خاں ملیح آبادی اور شیخ ریاست علی مہانی بڑے پُرجوش انداز میں قدسی کی نعت پڑھ پڑھ کر رجز خوانی کر رہے تھے۔

اس عرصہ میں درانی فوج کے سواروں کا ایک دستہ حملہ آور ہوا۔ سوار ننگی تلواریں اٹھائے اپنی داڑھیاں دانتوں میں دبائے "سید کجا است"، "سید کجا است؟" کہتے ہوئے مجاہدین کی صفوں میں گھس پڑے۔

رسالدار عبدالحمید خاں کے سوار جو اسلامی لشکر کی پشت پر کھڑے تھے، ان کی طرف بھی درانی سوار حملہ آور ہوئے، مگر رسالدار عبدالحمید خاں کے سواروں میں سے ملکی سوار جو درپردہ درانیوں سے ملے ہوئے تھے، بھاگ کھڑے ہوئے اور صرف ہندوستانی سوار رہ گئے۔

رسالدار صاحب بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ سید موسیٰ بن سید احمد علی شہید پھولتا اور سید اسمٰعیل رائے بریلوی بھی شدید زخمی ہوئے۔ تین ہزار درانی سواروں کا پانچ سو مجاہد سواروں سے مقابلہ تھا۔ آخر میں مجاہد سوار درانیوں کے ہجوم سے نکل آئے۔ درانی سواروں نے کچھ دور تک تعاقب کیا، مگر بعد میں وہ اپنی فوج کی طرف واپس ہو گئے۔

ادھر سید صاحب کے اوپر دو مرتبہ "سید کجا ست؟" "سید کجا است؟" کا نعرہ مارتے، داڑھیاں دانتوں میں دبائے ننگی تلواریں بلند کیے ہوئے درانی سپاہیوں نے یورش کی مگر سید صاحب اور ان کے ساتھ کے مجاہدین نے بڑی بہادری اور پامردی سے ہر حملہ لپا کیا۔ سید صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

خود ہر فائر کے ساتھ "سید ہمیں است" کہتے جاتے تھے۔

اس اثنا میں درانیوں پر چار پانچ توپیں چلائی گئیں جن سے درانی سوار میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بات یہ ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب پھلتی نے بڑی بے جگری اور بہادری سے درانیوں کی توپوں پر قبضہ کر لیا تھا اور انھیں کی توپوں سے انھیں پر گولہ باری کرنے لگے تھے۔

یکایک درانی سوار جو بھاگنے لگے اور منتشر ہو گئے تھے دوبارہ صف بندی کر کے کھڑے اور ایک دوسرے حملے کی تیاری کرنے کے لیے اپنے کو مجتمع کرنے لگے۔ مگر شیخ مولا بخش الہ آبادی نے جو بڑے اچھے گولہ انداز تھے، مسلسل گولہ باری کر کے درانیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح اُن کی ساری فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔

اس جنگ میں کالے خاں شمس آبادی، کریم بخش گھاٹم پوری کے علاوہ سید ابو محمد صاحب، سید صاحب کی اہلیہ کے ماموں زاد بھائی، شیخ عبدالرحمٰن رائے بریلوی، میر رستم علی چل گانوی، مولوی عبدالرحمٰن تورو والے (سفیر) حاجی عبدالرحیم پکھلی (ہزارہ) والے اور شیخ عبدالحلیم پھلتی شہید ہوئے اور سید موسیٰ بن سید احمد علی صاحب، شیخ محمد اسحٰق گورکھپوری، شیخ امیر اللہ تھانوی، عبدالکریم خاں آنولہ والے۔ میاں جی سید محی الدین پھلتی، مولوی عبدالحکیم بنگالی، مولوی احمد اللہ برادرِ محترم حضرت مولانا عبدالحئی صاحب، عبدالرحمٰن دکنی اور پیر محمد پانی پتی شدید زخمی ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجاہدین کے لیے سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ رسالدار عبدالحمید خاں صاحب نے جو شدید زخمی ہو کر گر گئے تھے، بعد میں پنجتار پہنچ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

جنگ کے بعد شہدا کو دفنایا گیا اور زخمیوں کو ساتھ لے کر سارا لشکر مردان کی طرف بڑھا۔ راستے میں مولوی رحمٰن علی صاحب مولوی خرّم علی صاحب کی جہادیہ نظم بڑی خوش الحانی اور جوش کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

شعریّت کا خیال نہ کیجیے صرف جذبہ دیکھیے۔

اے برادر تو حدیثِ نبوی کو سن لے
باغِ فردوس ہے تلواروں کے سائے تلے
دینِ اسلام بہت سست ہوا جاتا ہے
غلبۂ کفر سے اسلام مٹا جاتا ہے
پیشوا لوگ اسی طور نہ کرتے جو جہاد
ہند پھر کس طرح اسلام سے ہوتا آباد
تھے مسلمان پریشاں بغیر از سردار
ہوا سردار ہے از آلِ رسولِ مختار

اے خداوندِ سماوات و زمین ربِ عباد
اب مسلمانوں کو دے جلد سے توفیقِ جہاد
ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ
کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا نے آگے بڑھ کر رسول خاں برادر احمد خاں سے مٹے مردان کی گڑھی خالی کرا لی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ مردان میں دو دن قیام رہا۔ یہاں حاجی بہادر خاں کو نسلو مجاہدین کے ساتھ حفاظت کے لیے چھوڑا۔ رسالدار عبدالحمید خاں کی جگہ حاجی حمزہ علی خاں ساکن تھماری کو مقرر کیا گیا۔

فتح مایار کے بعد بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ پشاور پر ضرور پیشقدمی کرنا چاہیے۔ لہٰذا پیدل اور سوار ملا کر تقریباً سات ہزار لشکر مجاہدین کے ساتھ درانیوں کے تعاقب میں چارسدہ ہوتے ہوئے پشاور کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

چارسدہ میں دریائے کابل (لنڈا) عبور نہ کر سکے کیوں کہ درانیوں نے دریا عبور کر کے تمام کشتیوں کو جلا دیا تھا۔ لہٰذا شمال کی طرف دریائے سوات کے ساتھ ساتھ اتمان زئی، ترنگ زئی شبیر پاؤ ہوتے ہوئے اباز ئی کے مقام پر جہاں دریا پایاب تھا، دریائے سوات کو عبور کیا اور مٹہ کے مقام پر پہنچے ـــــ مٹہ سے شب قدر۔

شب قدر کے قریب مینچیٹی کے گھاٹ سے دریائے کابل کو عبور کرنا تھا۔ عبدالرحمٰن علی، مُلّا قطب الدین اور مُلّا لعل محمد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ غروب آفتاب سے قبل دریا عبور کر کے سامنے کے پہاڑ پر قبضہ کر لیا اور گھاٹ کی حفاظت کے لیے مورچے بنا کر بیٹھ گئے تاکہ جب دوسرے دن لشکر دریا عبور کرے تو درانی کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

شرارت نہ کرسکیں۔ یہ مجاہدین رات بھر چوکس رہے اور صبح کو کل لشکر گمٹ فروسے پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔

یہاں ارباب فیض اللہ خاں جو سیّد صاحب کے معتقد اور بیعت تھے، سردار سلطان محمد خاں کی طرف سے سفیر ہو کر آئے اور سلطان محمد خان کی طرف سے سید صاحب کی خدمت میں عرض کیا "مجھ سے قصور ہوا کہ آپ کا مقابلہ کیا۔ اب اپنے قصور سے توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرمائیں۔ ہمیشہ آپ کا تابعدار رہوں گا مگر آپ واپس ہو جائیں"۔

آپ نے ارباب صاحب سے فرمایا "انشاءُ اللہ پشاور چلیں گے۔ اگر سلطان محمد خاں اپنے عہد پر سچے دل سے قائم ہیں تو ہم انھیں اپنی طرف سے پشاور کا حاکم مقرر کر کے واپس ہو جائیں گے کیونکہ ہمارا مقصد کسی ملک یا علاقے پر قبضہ کرنا نہیں ہے بلکہ مسلمان بھائیوں کو ساتھ ملا کر کافروں کے خلاف جہاد کرنا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو ــــــ آپ انھیں میری طرف سے یہ بتا دیں"۔

دوسرے دن ارباب فیض اللہ خاں پھر تشریف لائے اور سلطان محمد خاں کی طرف سے عہد کی پابندی اور پشاور میں ورود کی منظوری پہنچائی۔

ارباب بہرام خاں نے اپنے بھائی حجّہ خاں کے ساتھ تقریباً ستّر سوار اور پیدل جوان پشاور کی طرف پہلے سے روانہ کر دیے تاکہ سید صاحب کی آمد کا اعلان ہو جائے۔

سیّد صاحب شام کے قریب کابلی دروازے سے تمام لشکر کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ پشاور میں داخل ہوئے ۔ گورگھتری کی سرائے کے اندر ایک دو منزلہ حویلی میں قیام پذیر ہوئے ۔ حضرت مولانا اپنی جماعت کے ساتھ حویلی کے قریب ایک دوسرے مکان میں مقیم ہوئے ۔ لشکر سرائے کے باہر ٹھہرا ۔

رسالدار حاجی حمزہ علی خاں کو رات میں پشاور شہر کی حفاظت کا انتظام سپرد ہوا ۔ مولانا صاحب نے سرائے کی چھتوں پر مناسب مقامات پہ پہرہ بٹھایا ۔ ارباب بہرام خاں صاحب کو پورے شہر کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا ۔

دو دن بعد ارباب فیض اللہ خاں صاحب سلطان محمد خاں کی طرف سے یہ پیغام لائے :

" انشاء اللہ اب بغاوت یا نافرمانی نہیں ہوگی ۔ کافروں کی دوستی سے توبہ کرتا ہوں ۔ خدا اور رسول کا جو حکم ہے وہ سر آنکھوں پر ۔ جس وقت بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سید بادشاہ یاد کریں گے اسی وقت اپنی جان و مال اور فوج کے ساتھ حاضر ہو جاؤں گا ۔ میں چاہتا ہوں کہ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعتِ امامت کروں ۔ منہیاتِ شرعیہ سے توبہ کروں ۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ سید بادشاہ کی خدمت میں چالیس ہزار روپیہ اخراجات کے لیے نذر کروں جس میں سے بیس ہزار اس وقت جب سید بادشاہ پشاور کا قبضہ مجھے سونپ کر کوچ کریں گے اور بقیہ نصف بعد میں جب وہ پنجتار پہنچ جائیں گے ۔"

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب نے ارباب فیض اللہ خاں سے جواب میں فرمایا "خان بھائی ـــ ہم تو دل سے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان متحد ہو کر کفار کا مقابلہ کریں ـــ ہم کسی ریاست پر قبضہ جمانے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو صرف جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے آئے ہیں تاکہ کفار کو شکست ہو اور اسلام کی ترقی اور بول بالا ہو ـــ اگر سلطان محمد خان سچے دل سے عہد کرتے ہیں تو انشاء اللہ ہم بھی اپنے عہد سے نہ پھریں گے۔"

رات میں آپ نے مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب، شیخ ولی محمد صاحب پھلتی، ارباب بہرام خاں صاحب، مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی، ملا لعل محمد قندھاری، ملا قطب الدین ننگرہاری اور ستمہ کے خوانین جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔ سب سے مشورہ کیا گیا اور صلح کے اس پیغام کو منظور کیا۔

اسی مجلس میں یہ بھی طے ہوا کہ سیّد صاحب سے پہلے جناب مولانا صاحب سلطان محمد خاں سے ملاقات کرنے جائیں گے تاکہ اس کا رویہ معلوم ہو جائے۔

ارباب فیض اللہ خاں کے گاؤں ہزار خانی میں ملاقات طے ہوئی حضرت مولانا تقریباً پچاس مجاہدین کے ساتھ ہزار خانی پہنچے مگر اس دن سلطان محمد خاں نے ملاقات ملتوی کرا دی کیوں کہ اسے مولانا صاحب بلکہ سید صاحب کی طرف سے بھی اطمینان نہیں تھا۔ بہر حال دوسرے دن مولانا پھر تشریف لے گئے مگر اب کی اپنے ساتھ چیدہ چیدہ سو مجاہد بھی لے گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہزار خانی گڈھی کے باہر ملاقات ہوئی۔ سلطان محمد خاں نے اپنے گزشتہ اعمال سے توبہ کی اور حضرت مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دین کی خدمت اور جہاد میں شریک رہنے کا وعدہ بھی کیا۔ مولانا نے سید صاحب کے نائب کی حیثیت سے بیعت لی۔ پھر مولانا رخصت ہوئے۔ رات میں مولانا نے سید صاحب کو تمام روداد سنائی۔

دوسرے دن عصر کے وقت مولانا اپنے مجاہدین کے ساتھ پھر سلطان محمد خاں سے ملاقات کو گئے۔ اس ملاقات میں بھی سلطان محمد خاں نے اپنے اس عہد و پیمان کو دہرایا جو ارباب فیض اللہ خاں کی معرفت کیا تھا اور سید صاحب سے بالمشافہ گفتگو کی خواہش کا اظہار کیا۔

مولانا صاحب نے واپس آکر روداد سنائی۔ کچھ عرصہ بعد ارباب فیض اللہ خاں صاحب ملاقات کا دن معلوم کرنے کے لیے آئے۔ مولانا شہید کی تجویز سے دن اور مقام مقرر ہوا اور یہ بات بھی طے ہوئی کہ دونوں امیر اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ملاقات کو آئیں۔

دونوں لشکر ہزار خانی کے میدان میں صف آرا ہوئے۔ سلطان محمد خاں تقریباً پچیس آدمیوں کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر آگے آیا۔ سید صاحب بھی اتنے ہی مجاہدین کے ساتھ آگے بڑھے۔ جب دونوں کا فاصلہ تقریباً سو قدم رہ گیا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو ٹھہرا دیا اور گھوڑے سے اتر کر مولانا صاحب اور ارباب بہرام خاں صاحب کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ مولانا صاحب صرف تلوار باندھے ہوئے تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ارباب صاحب کے پاس تلوار اور ہاتھ میں شیر پنجہ تھا۔ سلطان محمد خاں نے اپنے آدمیوں کو روک دیا اور ارباب فیض اللہ خاں اور مراد علی کو ساتھ لے کر آگے آیا۔ علیک سلیک کے بعد مصافحہ کیا اور ایک زین پوش پر بیٹھ کر گفتگو شروع کی۔

سید صاحب نے کابل کے استقبال سے لے کر جنگ مایار تک کی ساری سرگزشت سنائی اور پوچھا کہ بار بار عہد شکنی، فوج کشی اور کافروں کا ساتھ دینے کا کیا سبب ہے؟

سلطان محمد خاں نے بڑی معذرت کی۔ اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا۔ پھر اپنی جیب سے ایک لپٹا ہوا کاغذ نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو وہ ایک بڑا سا محضر تھا اور اس پر ہندوستان کے بہت سے علماء اور پیرزادوں کی مہریں ثبت تھیں ؎

کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

"تم سرداروں اور خوانین کو اطلاعاً لکھا جاتا ہے کہ سید احمد نامی ایک آدمی چند علمائے ہند کو متفق کر کے اس قدر جمعیت کے ساتھ تمہارے ملک میں گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ صرف ان کا مکر و فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے دین و مذہب کے خلاف ہیں۔ انھوں نے ایک نیا دین و مذہب نکالا ہے۔ وہ کسی ولی بزرگ کو نہیں مانتے سب کو برا کہتے ہیں۔ وہ انگریزوں کے بھیجے ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

تمھارے ملک کا حال معلوم کرنے گئے ہیں۔ تم کسی طرح ان کے وعظ و نصیحت کے دام میں نہ آنا۔ عجب نہیں کہ تمھارا ملک چھنوا دیں۔ جس طرح سے ہو سکے ان کو تباہ کر دو اور اپنے ملک میں جگہ نہ دو۔ اگر اس معاملے میں سستی اور غفلت سے کام لو گے تو پچھتانا پڑے گا اور ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔"[1]

سید صاحب یہ محضر پڑھ کر حیران رہ گئے۔ بہر حال آپ نے سلطان محمد خان سے فرمایا "ہندوستان میں دنیا دار علماء اور مشائخ قبر پرستی، پیر پرستی میں مبتلا تھے اور انھیں باتوں کو دین و ایمان سمجھتے تھے۔ حلال و حرام میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ ہمارے وعظ و نصیحت سے اللہ تعالے نے لاکھوں آدمیوں کو ہدایت نصیب فرمائی۔ وہ پکے موحد اور سنّت کے پیرو ہو گئے۔ ان دنیا دار عالموں اور پیروں کا بازار سرد ہو گیا اور اہل اللہ کی نگاہوں میں گر گئے۔ ان سے جب کچھ نہ ہو سکا تو انھوں نے ہم پر یہ بہتان اور افترا باندھا —— آپ سے غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے ابھی تک ہم سے اس بات کو چھپائے رکھا۔ اپنا دین و دنیا کا نقصان کیا —— ہمیں معلوم ہوتا تو ہم پہلے ہی یہ شک و شبہ دُور کر دیتے —— بہر حال اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت

---

[1] سیرت سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

ہی ہو گی۔"[1]

سید صاحب نے وہ مختصر لپیٹ کر شاہ صاحب کو دے دیا اور بڑی حفاظت اور خفیہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ پھر آپ نے سردار سلطان محمد خاں سے مخاطب ہو کر فرمایا ــــ "خان بھائی، آپ نے ارباب فیض اللہ خاں کے ذریعے جو چالیس ہزار روپے اخراجات کے بدلے دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہم نے معاف کیے۔ کیونکہ آپ ہمارے بھائی ہیں، لہٰذا بھائی سے کسی قسم کا تاوان یا جرمانہ لینا ہمیں منظور نہیں"۔ اس کے بعد آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بغلگیر ہو کر رخصت ہوئے۔

سلطان محمد خاں کی درخواست پر کہ آپ اپنا ایک قاضی مقرر فرما دیں جو احکام شریعت کے مطابق فیصلے کیا کرے اور جمعہ کو وعظ بھی کہے آپ نے مولانا مظہر علی عظیم آبادی کو پشاور میں اپنا قاضی مقرر فرمایا اور ان کی معیت میں تقریباً پندرہ مجاہد چھوڑے۔

سلطان محمد خاں کو پشاور کا قبضہ سونپنے کے بعد آپ مع لشکر مجاہدین چمکنی، ہشتنگر اور مردان ہوتے ہوئے امان زئی کی گڑھی میں جا کر فروکش ہوئے۔

امان زئی کی گڑھی میں میر عالم خاں باجوڑی کا سید صاحب کو پیغام پہنچا کہ ہم لوگ پشاور کی فتح سے بہت خوش ہیں۔ آپ ہمارے علاقے

---

[1] سیرت سید احمد شہید

www.abulhasanalinadwi.org

میں بھی تشریف لاکر احکام شریعت اور سنّت جاری کریں۔

آپ نے سب کی رائے سے جناب شاہ صاحب کو تقریباً سو چیدہ مجاہدین کے ساتھ باجوڑ کی طرف روانہ کیا اور خود پنجتار کی طرف کوچ کیا۔

شاہ صاحب امان گڑھی سے چل کر لونڈخور پہنچے اور یہاں تحصیل عشر کا انتظام کیا۔ پھر آپ سوات کی طرف روانہ ہوئے۔ جب شاہ صاحب کوہ کڑاکڑ کو عبور کرتے ہوئے اس کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں مُلّا کلیم اور مُلّا سیّد عمران سے ملاقات ہوئی انھوں نے بتایا کہ سوات کے سردار اور خوانین آپ کی آمد سے سخت پریشان ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ آپ آکر قوانین شریعت جاری کریں گے جو انھیں بالکل پسند نہیں۔ وہ سب مقام ڈیری میں جمع ہیں اور باجوڑ کے راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے تاکہ آپ وہاں نہ جا سکیں۔

مولانا مقامِ خارنک تشریف لے گئے۔ وہاں کے خوانین اور سرداروں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ ہمارا راستہ روکنے کا کیا سبب ہے؟

سردار عنایت اللہ خاں نے کہا "آپ باجوڑ جا رہے ہیں۔ وہاں احکامِ شریعت نافذ کریں گے۔ وہاں کے بعد آپ ہمارے اوپر بھی ان احکام کا نفاذ کریں گے جو ہمیں منظور نہیں لہٰذا ہم آپ کو کسی صورت باجوڑ نہ جانے دیں گے۔ ہم جنگ کے لیے بھی تیار ہیں"۔

سید صاحب نے شاہ صاحب کو جنگ کرنے یا زبردستی کرنے سے منع کر دیا تھا لہٰذا آپ نے واپسی کا قصد فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس عرصے میں سید صاحب نے پنجتار پہنچنے کے بعد مولوی رمضان علی صاحب سہارنپوری کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا۔ رسالدار حمزہ علی خاں کے ساتھ شیخ ناصرالدین اور شیخ عبدالرحمٰن پھلتی کو شیوہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ وہاں شریعت کا نفاذ اور تحصیلِ عشر کا انتظام کریں۔ لونڈخور اور کاٹ لنگ کے لوگوں کی خواہش پر مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی کو تقریباً ستر مجاہدین کے ساتھ نظامِ شریعت کے نفاذ اور تحصیلِ عشر کے لیے روانہ کیا۔

پشاور کے سپردگی کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ سمہ اور پشاور کے تمام علاقے میں سید صاحب کے مقرر کردہ قاضیوں اور ان مجاہدین کو جو علاقے میں بطور منتظم اور عشر کی وصولی کے لیے مقرر کیے گئے تھے ایک مقررہ دن اور وقت پر قتل کر دینے کی سکیم بنائی گئی۔

اس اسکیم کا پہلا سبب یہ تھا کہ اس علاقے میں جو کچھ بھی پیداوار ہوتی تھی اس کا بیشتر حصّہ قدیم رواج کے مطابق یہاں کے سردار، خوانین اور مساجد کے "ملّا" مقررہ حصّے کے مطابق آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ لشکرِ مجاہدین کے آجانے کے بعد یہ صورت نہ رہی۔ نظامِ شریعت کے نفاذ کے بعد عشر وصول کیا جانے لگا جس سے یہ لوگ محروم ہو گئے۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ یہاں کے لوگ اپنے باپ دادا کے رسم و رواج چھوڑنے پر ہرگز تیار نہ تھے۔ انھوں نے ان رسوم کو شریعت کا درجہ دے رکھا تھا۔ انھیں رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ لڑکی کا

www.abulhasanalinadwi.org

نکاح اس وقت تک نہیں ہو سکتا تھا جب تک لڑکے والوں سے کچھ نقد رقم وصول نہ کر لی جاتی تھی۔ اس طرح بے چارے لڑکے والے روپے کے حصول میں سرگرداں رہتے اور لڑکیاں بے چاری برسوں انتظار میں بیٹھی رہتیں یہاں تک کہ بوڑھی ہو جائیں۔

نفاذِ شریعت کے بعد لڑکیوں کے نکاح بغیر رقم کی ادائیگی کے ہونے لگے۔ بعض ایسی لڑکیاں جن کے نکاح ہو چکے تھے مگر نقد رقم نہ ملنے کے سبب ان کی رخصتی رکی ہوئی تھی ان کی رخصتی شرعی حکومت کے حکم سے کرائی جانے لگی جو یہاں کے لوگوں کو ناگوار گزرا۔

تیسرا سبب ہندوستانی علماء کا محضر تھا جس کی نقلیں تیار کر کے پورے علاقے میں پھیلا دی گئی تھیں کہ یہ گروہ جو جہاد کا نام لے کر آیا ہے وہ دین کا دشمن اور "وہابی" ہے۔

ایک سبب یہ بھی تھا کہ بعض مجاہد جنھیں دین کا زیادہ علم اور تربیت نہ تھی، ان سے کبھی کبھی بدعنوانیاں بھی سرزد ہوئیں جو یہاں کے لوگوں کے لیے آزردگی اور ناراضگی کا سبب بنیں۔

مجاہدین کے ساتھ جنگوں میں جو مسلمان سردار اور باغی قتل ہوئے ان کا قتل اور ان کے علاقوں پر قبضہ بھی مجاہدین کے خلاف ایک الزام تھا۔

سید صاحب کے بارے میں بھی مخالفین نے مشہور کر دیا تھا کہ وہ نہایت سخت مزاج اور غضب ناک شخص ہیں۔ اپنی بات کے آگے

www.abulhasanalinadwi.org

کسی کی نہ تو سنتے ہیں اور نہ مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ان کے قول وفعل سے بالکل بعید تھی۔

انھوں نے خود ان سب باتوں کی تردید اپنے ایک خط میں کی تھی جو علماء پشاور کو لکھا گیا تھا۔

"افترا پردازوں کا ایک افترا یہ ہے کہ اس فقیر، بلکہ پوری جماعتِ مجاہدین کو الحاد و زندقہ کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان پردیسیوں کا کوئی مذہب نہیں اور یہ کسی مسلک کے پابند نہیں۔ محض نفسانیت پرست اور لذاتِ نفسانی کے جویا ہیں خواہ کتاب اللہ کے موافق ہو یا مخالف ــــ خدا کی پناہ! ــــ واضح ہو کہ ہم غریبوں کو اس امرِ شنیع کی طرف نسبت محض افترا و بہتان ہے ــــ اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں ــــ ہزاروں ہزار آدمی کیا خاص اور کیا عام اس فقیر کو اور اس کے بزرگوں کو جانتے ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ اس فقیر کا مذہب اَباً عَن جَدٍ حنفی ہے اور اس وقت بھی خاکسار کے تمام اقوال و اعمال احناف کے اصول و قوانین اور قواعد کے مطابق ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ان اصول سے باہر نہیں۔ ہاں انسان سے بمقتضائے بشریت جو کچھ غلطی ہو جائے اس کا امکان ہے اور اس کے [illegible] کے بعد اس کا اعتراف

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اور اگر کوئی تنبیہ کرے تو رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں۔ البتہ ہر مذہب میں محققین کا طریقہ اور ہوتا ہے اور غیر محققین کا اور ـــــ بعض روایتوں کو بعض پر ترجیح دینا دلیل کی قوت کا لحاظ کر کے سلف سے منقول عبارتوں کی توجیہ مختلف مدوّن مسائل میں تطبیق دینا اور اس طرح کی باتیں اہل تدقیق و تحقیق کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔ محض اتنی سی بات پر وہ مذہب سے خارج نہیں ہو جاتے، بلکہ ان لوگوں کو اس مذہب کے پیروں کا لب لباب سمجھنا چاہیے کہ اس فقیر کے پاس آکر زبانی اور رو در رو ان اشکال کو حل کرتے یا خود سمجھ لیتے یا اس فقیر کو سمجھا دیتے ::

ان افترا پردازوں کا ایک افترا یہ ہے کہ اس فقیر پر ظلم اور دست درازی کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جان و مال پر بلا وجہ شرعی دست اندازی کرتا ہے اور اس بارے میں چرب زبانی اور حیلہ سازی سے کام لیتا ہے سبحٰنک هٰذا بهتانٌ عظيمٌ ! اس فقیر نے تو کبھی کسی کو بلا وجہ شرعی ایک کوڑا بھی نہ مارا ہوگا۔ بلکہ بلا وجہ کتّے کو بھی مارنا اس کی عادت نہیں۔ جس شخص کو چند دن بھی اس کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے اس کو ضرور اس بات کا علم ہوگا۔ باقی اللہ نے اس ناچیز کے ذریعے بعض منافقین و مرتدین کی جو

سرزنش اور گوشمالی فرمائی ہے اس کو میں اپنی انتہائی سعادت اور اللہ کے یہاں مقبولیت کی علامت سمجھتا ہوں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اہانتِ دین میں غیرت اور معاندین کی اہانت و تذلیل کا شوق ایمان کے لوازم میں سے ہے جس میں غیرتِ ایمانی نہیں حقیقت میں ایمان سے عاری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

" اے لوگو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا (تو اللہ کو کچھ پروا نہیں) کہ وہ عنقریب ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو مومنین کے حق میں نرم ہوں گے کافروں کے حق میں سخت۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔" (المائدہ)

(اور فرمایا) " اے نبیؐ۔ کفّار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا جہنّم ہے۔" (التوبہ)

" اور اگر بالفرض کوئی چیز اس فقیر کے ہاتھ سے ایسی صادر ہوئی ہو تو فقیر کو وعظ و نصیحت کے ذریعے اس پر آگاہ کر دیا جائے۔ نہ یہ کہ محفلوں اور مجلسوں میں اس کی غیبت کی جائے اور اس فقیر کو سہو و نسیان پر نشانۂ طعن بنایا جائے اور محض اس بناء پر جہاد میں اس کی رفاقت اور جماعت مجاہدین کا ساتھ چھوڑ دیا جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حدیث میں آیا :

"جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔ کسی ظالم کا ظلم اور کسی منصف کا انصاف اس کو اٹھا نہیں سکتا۔"

یہ حدیث علمائے حدیث کے ہاں مشہور ہے

مختصراً اس فقیر کی تمام علماء سے وقت سے یہی درخواست ہے کہ تمام مسلمانوں کو بالعموم اور اس فقیر کو بالخصوص بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) اور سیدھے راستے کی رہنمائی کریں اور جس اعتراض و اشکال کا غیبت میں ذکر کرتے ہیں اس کو رد و در رد شرعی دلائل سے ثابت کریں اور اس فقیر کا رخ خود پرستی سے خدا پرستی کی طرف موڑ دیں۔ وہ اس کے لیے بالکل تیار ہے کہ اگر اپنے اقوال و افعال میں سے کوئی چیز اس کو معلوم ہو جو خدا اور رسول کے حکم کے مخالف ہو تو وہ فی الفور اس سے توبہ کرے گا اور سیدھے راستے کی طرف لوٹ آئے گا۔ اگر معترضین جو اس فقیر کے اقوال و افعال پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کو مخالف شرع سمجھتے ہیں اگر خود اس کو اس کی اطلاع نہ کریں گے اور کچھ زحمت سفر برداشت کر کے بالمشافہ اس کو ثابت نہ کریں گے تو اس کا وبال انھیں کی گردن پر ہوگا۔

° اور بعض دروغ گو کم عقل اور مفسدوں نے یہ جو مشہور کیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ علماء و فضلاء میں سے جو صاحب اس فقیر کو بھلائی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں تو یہ فقیر ان کے ساتھ قہر و غضب سے پیش آتا ہے اور ان کی جان و مال کو نقصان پہنچاتا ہے اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کو کسی نہ کسی طرح آزار پہنچاتا ہے۔ بس یہ بات محض بے اصل و بے بنیاد ہے اور محض بہتان و افترا ہے۔ بارہا کفّار و منافقین کے جاسوس گرفتار ہوئے ہیں اور ان سے خفگی کی بات بھی نہیں کی۔ بلکہ ان کو تکلیف دینے سے بھی احتراز کیا ہے اور ان کو عافیت و سلامتی کے ساتھ رہا کر دیا گیا ہے جب کفّار اور منافقین کے جاسوسوں کے ساتھ ایسا معاملہ روا رکھا ہے تو کوئی عقلمند آدمی یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فقیر علماء و فضلاء کے ساتھ محض فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری کی پاداش میں غصّہ کی بات یا خلافِ شان گفتگو کرے گا؟ یہ بات ایمانی اخلاق اور انسانی مروّت سے بہت بعید ہے۔ ایسے کام سے اللہ کی پناہ[1]!"

ایک دن مولوی مظہر علی صاحب کا پشاور سے شاہ صاحب کے نام خط آیا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ "ارباب فیض اللہ خاں نے مجھے

---

[1] فارسی سے ترجمہ۔ از سیرت سید احمد شہیدؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

معتبر ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ سردارانِ پشاور کی نیتیں اچھی نہیں ہیں۔ وہ حضرت امیر المومنین سے بغاوت کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے علاوہ میرے اور آپ کے ساتھ بھی کسی فریب کا ارادہ ہے۔"

ایک دن سلطان محمد خاں نے مجھے اپنی مجلس میں بلایا اور پوچھا کہ میرے بھائی یار محمد خاں کا قتل جائز تھا یا ناجائز؟ یہاں کے علماء بھی اس بحث میں شریک تھے۔ میں نے ہر سوال کا جواب دلیل سے دیا۔ آخر اہلِ مجلس میں سے ایک نے پوچھا سردار یار محمد خاں کو کیوں قتل کیا گیا؟ ان کے مال کو کس طرح حلال سمجھ کر کھایا گیا؟ کیا وہ مسلمان نہ تھے؟

میں نے کہا سردار یار محمد خاں اور خادی خاں دونوں نے حضرت امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی تھی۔ مگر جب ان دونوں نے بغاوت اختیار کی اور اپنی بیعت توڑ ڈالی تو ان کا قتل شرعِ شریف کی رُو سے جائز ہو گیا —— باغیوں کا مسئلہ فقہ کی کتابوں میں دیکھیے۔

علمائے شہر میں سے ایک نے کہا آپ امامت اور بغاوت کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں مگر آپ کے گروہ کے لوگ ہمارے سرداروں کے بھائیوں کو منافق کہتے ہیں۔ حالانکہ نفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھا۔ اُس زمانے میں یا تو کھلا کفر ہوا یا اسلام۔ دوسرے یہ کہ منافقوں کا قتل ممنوع ہے۔ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن اُبی وغیرہ

لہ Oath of Allegiance حلفِ وفاداری

www.abulhasanalinadwi.org

منافقین کو قتل نہیں کیا"

میں نے جواب میں کہا "ہم نے ان کے قتل کی علت بغاوت کو قرار دیا ہے نہ کہ نفاق کو ۔۔۔ اس پر مجلس برخواست ہوگئی"

اس خط کے بعد ایک دن پنجتار کے قریب کی ایک مسجد کے امام سیّد اصغر نے ایک مجاہد شیخ عبدالعزیز صاحب سے کہا "میں مسلمان ہوں کافر نہیں ۔۔۔ یہاں کے سب لوگ کافر ہو گئے ہیں ۔۔۔ انھوں نے طے کیا ہے کہ جس جس بستی میں سیّد بادشاہ کے غازی متعین ہیں ۔۔ آج سے چھٹے دن ایک ہی وقت میں انھیں قتل کر دیا جائے۔ آپ سیّد بادشاہ کو بتا دیں تاکہ وہ سب کو بروقت بلوا لیں"

سیّد صاحب سمجھے کہ یہ خبر اُن کے اور یہاں کے خیر خواہ لوگوں کے درمیان نا اتفاقی اور پھوٹ ڈالنے کے لیے اڑائی گئی ہے حالانکہ یہ خبر بالکل سچ تھی۔

اس خبر کے معلوم ہونے کے تیسرے دن میاں امام الدین نے پشاور سے آکر اطلاع دی کہ سردار پیر محمد خاں نے مولوی سیّد مظہر علی صاحب اور ارباب فیض اللہ خاں اور دوسرے مجاہدین کو دعوت میں بلا کر دھوکے سے شہید کر ڈالا۔

سیّد صاحب نے اسی وقت مجلسِ مشاورت بلائی اور حضرت شاہ صاحب، شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور ارباب بہرام خاں صاحب کی رائے سے جو مجاہدین مختلف جگہوں پر متعین تھے، انھیں بلانے کے لیے سیّد

www.abulhasanalinadwi.org

اسمٰعیل صاحب رائے بریلوی کو روانہ کیا۔ پنجتار میں بھی لشکر کو ہوشیار اور چوکس کر دیا گیا۔ مناسب مقامات پر توپیں بھی نصب کر دی گئیں۔

سیّد اسمٰعیل صاحب نے شیوہ میں مولوی رمضان شاہ اور رسالدار حمزہ علی خاں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور واپسی کے لیے کہا۔ وہیں سے دوسرے مجاہدین کو جو مختلف گاؤں اور بستیوں میں تحصیلِ عشر کے لیے مقرر تھے آگاہ کیا اور فوراً واپسی کے لیے کہا۔

ادھر سازشیوں نے مجاہدین کے قتلِ عام کے لیے اشاراتی اصطلاح (CODEWORD) "جوار کوٹنا" مقرر کی تھی۔ پشاور والوں نے مقررہ دن سے دو دن قبل ہی "جوار کوٹنا" شروع کر دی تھی اور جس کی اطلاع مجاہدین کو کر دی گئی تھی تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں مگر پھر بھی بہت سے مجاہدین اس اصطلاح کے شکار ہو گئے اور اچانک گھیر کر بڑی بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔

حاجی بہادر خاں کو جن کے لوگ بڑے معتقد تھے عشاء کی نماز میں امامت کرتے ہوئے سجدہ کی حالت میں اسماعیلیہ کے خان اسمٰعیل خان نے تلوار ماری اور سر تن سے جدا ہو گیا۔

مولوی رمضان شاہ کے پاس آنند خاں اور منگار خاں آئے اور ان کے ساتھی مجاہدین کو اپنے گھر لے گئے مگر سازشیوں نے ان کا گھر گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا۔

موضع منئی میں ببر خاں کچھ مجاہدین کے ساتھ ایک مسجد میں پناہ لینے

www.abulhasanalinadwi.org

کے سبب سے محصور ہو گئے۔ علماء اور سادات نے خدا اور رسول کا واسطہ دیا کہ خدا کے غضب سے ڈرو۔ یہ مجاہد حاجی اور مہاجر لوگ ہیں۔ بستی کی عورتوں اور ہندو بنیوں تک نے ان کی جاں بخشی کی سفارش کی مگر ظالموں نے کسی کی نہ سنی۔ مسجد میں آگ لگا دی۔ جب یہ لوگ باہر نکلے تو گھیر کر سب کو شہید کر ڈالا۔

حاجی محمود خاں رامپوری اور ان کے ساتھیوں سے دھوکا دے کر ہتھیار رکھوا لیے اور نہتے مجاہدین کو شہید کر دیا۔

حاجی محمود خاں کے بھائی عظیم اللہ خاں نے ایک گاؤں میں اپنی ہم قوم میں نکاح کر لیا تھا۔ ان کو انھیں کے خسر نے شہید کیا۔

مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی اور ان کے ساتھی اخوند گل پشاوری جو بڑے عالم، دیندار اور سید صاحب کے مخلص اور باہمت تھے کی مدد سے جلالہ ہوتے ہوئے پڑاں غار میں ملک لعل محمد کے یہاں مقیم ہوئے اور ایک ماہ تک رہے۔ پھر محمود خاں بارک زئی کی مدد سے پہاڑوں میں ہو کر مکدرہ آئے۔ سید صاحب کو مولوی صاحب موصوف کے بخیریت مکدرہ پہنچ جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ تین سو مجاہدین کے ساتھ بہ نفس نفیس ان کی پیشوائی کے لیے تشریف لے گئے اور پنجتار پہنچنے کے بعد مولوی صاحب اور تمام مجاہدین کی بخیریت واپسی پر خوشی میں گیارہ توپیں سر کی گئیں۔

پنجتار سے ہجرت
اور
معرکۂ بالاکوٹ

اس مذموم سازشی اسکیم اور مجاہدین کی مظلومانہ شہادت سے آپ سخت متاثر ہوئے۔ ایک دن آپ نے علاقے کے علماء، سادات اور خوانین کو جمع کیا۔ اور ان سے پوچھا کہ "آپ لوگوں نے ہمارے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی، ہمیں اپنا امام اور مرشد بنایا اور خود ہی بہ رضا و رغبت شریعت کے احکام قبول کیے۔ آپ ہی کی مرضی سے قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا جو احکامِ شریعت کی پابندی کراتے اور فیصلے صادر کرتے۔ آپ ہی نے شریعت کے مطابق عشر دینا منظور کیا۔ یہ سب باتیں ایک عرصے سے جاری ہیں۔ اب کیا وجہ ہوئی کہ تمام لوگ مخالف ہو گئے اور بدعہدی کر کے ہمارے سینکڑوں مجاہدین بے خبری اور دھوکے سے شہید کر ڈالے"

جواب میں ہندوستان کے علماء کے اس محضر کی نقلیں پیش کی

www.abulhasanalinadwi.org

گئیں جو سلطان محمد خاں نے پشاور میں ملاقات کے وقت پیش کیا تھا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ ہم نے اس محضر سے ہی متأثر ہو کر یہ اسکیم بنائی تھی۔

سیّد صاحب نے بڑے رنج اور افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا "بھلا اس منافقانہ بیعتِ امامت کی کیا ضرورت تھی؟ صدہا مسلمانوں کا خونِ ناحق ہوا۔"

اس مجلس میں ہی اعلان کیا کہ اب ہم یہاں نہ ٹھہریں گے اور یہاں سے ہجرت کر جائیں گے ـــ خدا تعالے جدھر لے جائے گا ادھر ہی چلے جائیں گے۔ دوسرے دن جمعہ کے خطبے میں بھی اس ارادے کا اعلان کیا۔

ہجرت کی خبر سے آپ کے معتقدین اور مخلصین کو بڑا رنج ہوا سب مل کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پنجتار سے نہ جانے کی درخواست کی۔

سید صاحب نے فتح خاں پنجتاری سے کہا "اگر تمام لوگ کہیں یہاں سے نہ جاؤ اور تم اکیلے کہو تو میں چلا جاؤں گا اور تمام لوگ کہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ اور تم اکیلے کہو نہ جاؤ تو میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ تمہارے دل میں کوئی بات ہو اور زبان پر لانے میں ہچکچاہٹ ہو تو میرے کان میں کہہ دو۔"

سیّد صاحب اور فتح خاں تنہائی میں کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر سید صاحب نے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم یہاں سے کسی مصلحت کی بنا پر جاتے ہیں۔ ممکن ہے اس میں خدا کی کوئی مرضی ہو۔"

جب ہجرت کا فیصلہ ہو گیا تو آپ نے روانگی سے قبل تمام مجاہدین کو جمع کر کے ان کے سامنے فرمایا "مسلمانو! اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس عبادت میں شریک کیا اور اپنی رضا کے راستے میں گرم و سرد اور فتح و شکست کو برداشت کر لینے کی توفیق بخشی۔ آپ نے سعی و نصرت و شراکت کا حق ادا کیا۔ اب ہم اس ملک سے ایک دور دست علاقے کا قصد کر چکے ہیں۔ معلوم نہیں کہاں جائیں؟ سفر کو "قطعۃ من العذاب" کہا گیا ہے۔ خصوصاً پہاڑی علاقے کا سفر جس میں آب و دانہ کی تکلیف اور مالوفات کا ترک لازماً پیش آئے گا۔ پس وہی شخص ہماری معیت اختیار کرے جس میں صبر و استقامت کی ہمت ہو اور مالک حقیقی کے خلاف حرف شکایت زبان پر نہ لائے ۔۔۔۔ میں سب کو آگاہ کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تکلیف پیش آنے پر کوئی کہے کہ سید نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا یا کہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ایسی تکلیف پیش آئے گی جس شخص میں صبر و استقامت کی قوت ہے وہی ہمارا ساتھی بنے۔"

ہم اپنی ساری عمر پروردگار کی رضا میں صرف کر دینے کا پختہ ارادہ کیے ہوئے ہیں۔ جو بھائی جسمانی اور نفسانی تکالیف پر صبر نہ کر سکے وہ ہم سے جدا ہو جائے، لیکن جدا ہونے والے بھائی کو خراسان

www.abulhasanalinadwi.org

یا ہندوستان یا کسی دوسرے ملک میں جاکر نہیں بسنا چاہیے بلکہ وہ عرب کے سوا کہیں توطن اختیار نہ کرے اس لیے کہ عرب کے سوا ہر جگہ ایمان کی حفاظت مشکل ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ حرمین شریفین زادہما شرفاً و تعظیماً) کی راہ لے اور وہاں کے حکام یا دوسرے اشخاص کی زیادتیوں پر صبر کرے۔ وہی سرزمین ہے جہاں دین خلل سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ بدعات سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔"

پھر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "میاں صاحب! آپ قرآن شریف کی تلاوت پر زیادہ توجہ فرمائیں میں کثرتِ مراقبہ میں مشغول رہوں گا۔ یہاں تک کہ ہم ایسے مقام پر پہنچ جائیں جہاں سے جہاد کا انتظام ہو سکے[1]۔"

روانگی سے قبل آپ نے پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اوّل پیر صاحب پگاڑا شریف اور اپنی دونوں بیبیوں کو سندھ میں اطلاعی خطوط لکھے حضرت پیر صاحب کو لکھا "اگر ہماری زندگی اس عبادت میں صرف ہو جائے تو ازراہِ خیرخواہی ان مستورات کو جو اپنے وطن سے ہجرت کر چکی ہیں حرمین شریفین پہنچا دیں۔"

بیبیوں کو لکھا کہ "اگر ہمارا پیمانۂ عمر اسی عبادت کے دوران پُر ہو جائے تو تم حرمین شریفین چلی جانا۔"

---

[1] از سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر

www.abulhasanalinadwi.org

فتح خاں پنجتاری کو خلافت نامہ دے کر اپنا کرتا پہنایا اور اپنا عمامہ اس کے سر پہ باندھا۔

پنجتار سے روانگی کی تیاری شروع ہوگئی۔ زائد سامان فروخت کر دیا گیا یا مقامی لوگوں کو دے دیا گیا پوری چھاؤنی خالی چھوڑ دی گئی۔

"جو بزرگ ہستی اپنے عزیز وطن کو اللہ کے لیے چھوڑ چکی تھی۔ جہاں زندگی کے چالیس برس گزرے تھے، جہاں آباؤ اجداد کی عمریں بسر ہوئی تھیں، جہاں قرابت و عزیزداری کے بیسیوں سلسلے موجود تھے، جس کے چپے چپے پر خولیشی مہریں ثبت تھیں، اسے پنجتار چھوڑنے میں کیا تامل ہوسکتا تھا جو بہر حال ایک اجنبی مقام تھا؟ تاہم پنجتار کے ساتھ چار برس کے قیام میں کئی وابستگیاں ہو چکی تھیں۔ یہ مقام جہاد و اجرائے شریعت کا مرکز رہ چکا تھا۔ اس کی آغوشِ خاک میں سینکڑوں مجاہد محوِ خوابِ ابدی تھے جنھوں نے اپنی جانیں راہِ خدا میں قربان کیں اور سید صاحب انھیں پدری شفقت کے ساتھ ہندوستان کے مختلف خطوں سے اٹھا کر لائے تھے۔ پنجتار سے سید صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے اوج و عروج کی بہاریں دیکھ چکا تھا۔ وہاں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے اسلامیت کے نقشے تیار ہوئے تھے اگر ان نقشوں کی عمل پیرائی میں بالکل غیر متوقع موانع پیش نہ آتے

www.abulhasanalinadwi.org

تو ہندوستان کی تقدیر کا دھارا بالکل دوسرے رُخ پر بہنے لگتا۔ سیّد صاحب کو اپنے اس دوسرے وطن سے بھی روگردانی کا مرحلہ پیش آگیا تو بے تکلف اٹھے اور اس طرح باہر نکل پڑے گویا ان کی سرگزشتِ حیات میں پنجتار کی حیثیت ایک کاروان سرائے سے زیادہ نہ تھی کہ رات بسر کی اور پھر رختِ سفر باندھ کر روانہ ہو گئے[1]

آپ کا ارادہ مانسہرہ اور گڑھی حبیب اللہ ہو کر کشمیر کی طرف جانے کا تھا یہ راستہ قریب کا اور صاف بھی تھا۔ توپیں بھی ادھر سے جا سکتی تھیں، مگر بعض خوانین سکھوں کے خوف سے مزاحم تھے۔ اس کے علاوہ ہزارہ کے بعض علاقوں پر جو راستے میں آتے تھے سکھوں کا تسلط تھا۔ لہٰذا آپ نے طویل اور دشوار گزار مگر محفوظ راستہ وادی جیلہ میں سے ہو کر تجویز کیا۔

لشکرِ مجاہدین پنجتار سے روانہ ہو کر منگل تھانہ ہو کر کن گلی پہنچا۔ یہاں آپ کے نواسے سید موسیٰ ابن سید احمد علی شہید بھی آملا جو جنگِ مایار میں شدید زخمی ہوئے تھے اور سخت نازک حالت میں تھے موضع دکھاٹا سے لا کر سید صاحب سے آخری بار ملائے گئے۔ یہاں ایک دن قیام رہا۔

---

[1] مولانا مہر۔

www.abulhasanalinadwi.org

کن گلئی ہی میں تو ہیں جو اگلے پہاڑی راستے سے ساتھ نہ لے جائی جاسکتی تھیں ایک محفوظ مقام پر دفن کر دی گئیں۔ بعض دوسرا بھاری سامان بھی سید حسن رسول ساکن ناواگئی کو سونپ دیا گیا۔

یہاں سے چل کر نگری اور پھر برڈھیری میں قیام کیا۔ برڈھیری ہی میں میاں سید موسیٰ کے انتقال کی خبر ملی۔

"باپ پھولڑا میں شہید ہوا تھا۔ بیٹے نے مایار کی جنگ میں دادِ شجاعت دے کر مہلک زخم کھائے اور کئی ماہ کی علالت کے بعد کن گلئی کی خاک میں آسودگی پائی۔ سادات رائے بریلی نے احیائے اسلامیت کے لیے جو بےمثال قربانیاں کیں ان کی نظیر یہاں کا کون سا خاندان پیش کرسکتا ہے[1]۔"

برڈھیری سے برو ندی پار کر کے تین سے چار ہزار فٹ بلند بیواڑ پہاڑ کی چڑھائی چڑھنا شروع کی۔ راستہ ناہموار اور چڑھائی سخت دشوار گذار تھی۔ پورے دن لشکر چڑھائی چڑھتا رہا۔ راستے کی ناہمواری اور دشوار چڑھائی کی وجہ سے ایک اونٹ اور ایک گھوڑا پھسل کر گر پڑے۔

یہ پہاڑ عبور کر کے مقام "کرنا" میں قیام ہوا۔ یہاں سے نیچ نما

---

[1] مولانا غلام رسول مہر

www.abulhasanalinadwi.org

پنجتاری جو آپ کے ساتھ آیا تھا واپس ہو گیا ــــ کرنا سے کابل گرام ــــ کابل گرام میں دریائے سندھ عبور کرنا تھا۔ دریا عبور کرنے میں تین دن لگ گئے۔ دریا عبور کرکے آپ نے شکرانے کی دو رکعت نماز تمام لشکر کے ساتھ ادا کی۔ کیوں کہ اب سب محفوظ علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ مگر یہاں شدید سردی محسوس ہونے لگی۔

کابل گرام سے روانہ ہو کر تاکوٹ پہنچے ــــ تاکوٹ میں دس دن قیام رہا۔

تاکوٹ ہی میں سیّد صاحب کی دوسری صاحبزادی کی ولادت ہوئی اور دوسری ہجرت کی مناسبت سے ہاجرہ نام رکھا گیا۔ کیونکہ برفباری کا موسم شروع ہونے والا تھا۔ لہٰذا یہاں مشورہ ہوا کہ مرکزی اور بڑے مقام راج دواری میں یہ موسم گزارا جائے۔

راج دواری ہی میں اخوند بہاؤالدین نے آکر بتایا کہ مجاہدین کی پنجتار سے روانگی کے بعد ستّمہ والوں کی سکھوں نے خوب درگت بنائی۔ ہری سنگھ نے پچیس ہزار فوج کے ساتھ خوب لوٹ مار مچائی مکانوں کو آگ لگادی عورتوں اور بچّوں کو پکڑ کر لے گیا۔

مجاہدین کے میزبان حبیب اللہ خاں اور ناصر بٹ گرامی نے رائے دی کہ درّہ بھوگڑمنگ، سچّون اور بالاکوٹ پر قبضہ کرلیا جائے تاکہ ان درّوں سے سکھ ادھر نہ آسکیں۔

سکّھوں کا قاعدہ تھا کہ سردی کا موسم گزر جانے کے بعد ان علاقوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں بھی نعلبندی وصول کرنے آتے تھے اور ظلم وزیادتی کر کے زبردستی نعلبندی وصول کر لے جاتے تھے۔ لہٰذا آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور جناب مولانا صاحب اور مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی کو کافی لشکر کے ساتھ ان درّوں پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ بہت تھوڑا لشکر اپنے ساتھ رکھا۔

مولانا نے تمام لشکر پر مولوی خیر الدین صاحب کو امیر مقرر کر کے درّہ بھوگڑمنگ کی طرف روانہ کیا اور خود ساٹھ مجاہدین کے ساتھ سچّون کی طرف روانہ ہوئے اور پھر وہاں سے بالاکوٹ کا قصد کیا۔

اس زمانے میں پکھلی (ہزارہ) اور کاغان کے اکثر خوانین اور سردار سیّد صاحب کی مدد کے طالب تھے۔ بعض آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے اور بعض سکھّوں کے ظلم وتشدد کی وجہ سے ــــــ سلطان زبردست خاں کو مظفر آباد کی گڑھی سے اس کے بھتیجے سے بھائی نجف خاں نے سکھّوں کی مدد سے نکال باہر کیا تھا۔ راجہ مظفر خاں اپنے بھائی منصور خاں کی وجہ سے بھاگا ہوا تھا۔ سردار حبیب اللہ خاں سکھوں کے خوف سے اپنی گڑھی حبیب اللہ چھوڑکر بالاکوٹ کے درّہ میں آ کر پناہ گزین ہو گیا تھا۔ انھیں خوانین اور سرداروں کے علاقوں میں سے کشمیر کا راستہ تھا گویا انھیں مدد دینے سے کشمیر پہنچنا آسان ہو جاتا۔ ان کو مدد پہنچانے اور کشمیر کی طرف بڑھنے کی تیاری کرنے کے لیے موزوں مقام بالاکوٹ ہی تھا۔ لہٰذا سیّد صاحب نے حضرت مولانا

اور مولوی صاحب دونوں کو بالاکوٹ جانے کے لیے پیغام بھیجا۔
بھوگڑمنگ سے بالاکوٹ تقریباً چھ میل ہے۔ مولوی صاحب برفباری ہی میں مع اپنے لشکر کے بخیریت بالاکوٹ پہنچ گئے۔ مگر حضرت مولانا کو برف باری کی وجہ سے بڑی شدید تکلیف پہنچی۔ ایک مرتبہ تو آپ برفباری میں سردی اور تھکاوٹ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مقامی گوجروں نے آپ کو اور آپ کے ساتھی مجاہدین کو اس برف باری سے نکال کر اپنے گھروں میں پناہ دی۔ آگ جلا کر گرمی پہنچائی۔ گرم گرم دودھ اور کھانا دیا۔ بہرحال یہ لوگ رات گزار کر دوسرے دن بالاکوٹ پہنچ گئے اور مولوی صاحب سے مل گئے۔

یہاں سلطان زبردست خاں نے مشورہ دیا کہ اس وقت مظفرآباد کی طرف پیشقدمی کی جائے اور گڑھی پر قبضہ کر لیا جائے کیونکہ برفباری کی وجہ سے راستے مسدود ہیں اور سکھ نقل و حرکت کرنے سے مجبور ہوں گے۔

مولانا نے ملّا قطب الدین ننگرہاری، منصور خاں قندھاری اور منشی غوث محمد امازئی کو تقریباً دو سو مجاہدین کے ساتھ سلطان زبردست خاں کی معیت میں مظفرآباد روانہ کر دیا۔

مجاہدین دریائے نیلم (کشن گنگا) پار کر کے مظفرآباد شہر میں داخل ہو گئے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر سکھ گڑھی اور چھاؤنی پر قابض رہے کچھ عرصہ بعد مولوی خیر الدین صاحب بھی سید صاحب کے حکم سے مظفرآباد

www.abulhasanalinadwi.org

پہنچ گئے اور وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔

زبردست خاں کو جب شہر کا قبضہ مل گیا تو اس نے سکھوں سے سازباز کر لی اور خفیہ پیغام بھیجا کہ تم میرا سامان واپس کر دو تو میں مجاہدین کو بہانے سے چلتا کر دوں گا اور ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا۔

مجاہدین کو اس سازش کا علم ہو گیا تو انھوں نے چھاؤنی اور گڑھی پر حملہ کر دیا۔ سکھ چھاؤنی چھوڑ کر گڑھی میں محصور ہو گئے۔ چھاؤنی مجاہدین کے ہاتھ آ گئی۔

اس اثنا میں اطلاع ملی کہ شہزادہ شیر سنگھ نجف خاں کے ساتھ گڑھی حبیب اللہ میں آ گیا ہے۔ زبردست خان شیر سنگھ کی آمد سے سخت پریشان ہوا اور بجائے مقابلے کی تیاری کے مولوی صاحب کو مظفرآباد چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا مشورہ دیا اور دوسرے دن خود اپنے سپاہیوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔

مولوی صاحب عجب پس وپیش میں گرفتار ہو گئے۔

بہرحال انھوں نے بھی اپنے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دے دیا۔ سکھوں نے دیکھا کہ یہ لوگ جا رہے ہیں تو گڑھی سے نکل کر تعاقب کرنے لگے۔

مولوی صاحب نے مجاہدین کو بھاگنے سے منع کر دیا اور مقابلے پر آ گئے۔ سکھ مقابلے سے کترا کر مظفرآباد شہر میں گھس پڑے اور شہر میں لوٹ مار مچا کر آگ لگا دی۔

مولوی صاحب دریائے نیلم عبور کر کے کاغان کے راستے بالاکوٹ

www.abulhasanalinadwi.org

روانہ ہوئے۔ کیونکہ گڑھی حبیب اللہ کا راستہ شیر سنگھ کی وجہ سے بند تھا۔ اور جب وہ چکر کاٹ کر بالاکوٹ کے شمالی پہاڑوں پہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ کھیل ہی ختم ہو چکا ہے۔

ادھر سید صاحب سب کے مشورے سے راج دواری سے ساڑھے تین سو مجاہدین کے ساتھ کوچ کر کے سچّون میں آ گئے تھے۔ کیوں کہ اب سردی کا موسم گزر گیا تھا۔ پہاڑوں کی برف بھی پگھل گئی تھی اور راستے صاف ہو گئے تھے مگر بی بی صاحبہ اور نو مولود صاحبزادی کو دوسرے مجاہدین کی بیویوں اور بچّوں کے ساتھ راج دواری ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس اثناء میں بالاکوٹ سے جناب شاہ صاحب نے سیّد صاحب کو مطلع کیا کہ شیر سنگھ درّہ بھوگڑ منگ کی طرف بڑھ رہا ہے آپ ہوشیار رہیں اور اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے شیر سنگھ کی فوج پر شبخون مارنے کا پروگرام بنایا۔

مگر اس پروگرام پر عمل نہ ہو سکا کیوں کہ سید صاحب نے آپ کو اپنے پاس سچّون میں بلا لیا۔ مولانا نے شیخ بلند بخت کو اپنا قائم مقام بنایا۔ بھوگڑ منگ سے گزر کر جیوڑی میں ایک رات گزاری اور سید صاحب کے پاس سچّون پہنچ گئے۔

حضرت مولانا کے پہنچنے کے دوسرے دن سید صاحب نے اس علاقے کے سرداروں، ملکوں اور خوانین کو جمع کیا اور مولانا نے سب سے

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے وعظ فرمایا:

"آپ لوگوں پر آج تک کفّار (سکھ) حاکم تھے اور آپ اپنے پیداوار کا حاصل ان کو دینے پر مجبور تھے۔ کیوں کہ وہ ظلم و زیادتی سے وصول کرتے تھے۔ اب اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ہم لوگوں کو آپ کی مدد کے لیے لایا ہے۔ بہتر ہو اگر وہی حاصل آپ لوگ ہم لوگوں کو دیا کریں بلکہ اس سے بھی کم دیا کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس میں دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری ہے۔ حضرت امیر المؤمنین تو صرف کفّار کو مغلوب کر کے آپ لوگوں کو ان کے ظلم و تعدّی سے چھڑانے کے لیے اور اسلام کے احکام جاری کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ ملک آپ ہی کا ہے بلکہ اگر خدا کی مہربانی سے کفّار کا ملک بھی ہاتھ آئے تو وہ بھی آپ ہی لوگوں کو دے دیں گے۔ اس نیک کام میں آپ لوگ بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں تو دین و دنیا کی بہتری اور سرخروئی ہو۔"

سب نے منظور کیا۔ انھیں دنوں کاغان کے رئیس سیّد ضامن شاہ صاحب سید صاحب سے ملاقات کے لیے آئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیعت کی اور جہاد میں شرکت کا اظہار کیا۔

اسی اثنا میں سردار حبیب اللہ خاں کا پیغام آیا کہ شیر سنگھ بالاکوٹ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے کنہار کے دوسری طرف خیمہ زن

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، لہٰذا سید صاحب نے مجاہدین کے ساتھ سچّون سے کوچ کیا اور درّہ بھوگڑمنگ ہوکر بالاکوٹ آگئے۔

بالاکوٹ وادیٔ کاغان کے جنوبی سرے پر واقع ہے۔ یہاں وادی تقریباً نصف میل چوڑی ہے۔ دونوں طرف پہاڑ ہیں اور وادی کے درمیان میں دریائے کنہار بہتا ہے۔

بالاکوٹ کے مشرق میں کالوخاں کا گاؤں ہے۔ مغرب میں مٹی کوٹ کا پہاڑ اور چھوٹی سی وادی ہے۔ شمال میں پہاڑ کی چوٹی پر مٹی کوٹ کا گاؤں ہے جس کے بارے میں مشہور ہے "جس کا مٹی کوٹ۔ اس کا بالاکوٹ"۔ مغرب ہی کی طرف سے "ست بنے" کا نالا نکل کر بالاکوٹ کی پہاڑی کے شمال کی طرف بہتا ہوا دریائے کنہار میں جاکر مل جاتا ہے درمیان میں بالاکوٹ کی چھوٹی سی پہاڑی پر بالاکوٹ کی بستی آباد ہے۔

شیر سنگھ اپنی فوج کے ساتھ دریائے کنہار کے مشرقی کنارے پر بالاکوٹ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر دریا کے بہاؤ کی سمت میں خیمہ زن تھا۔

سکھوں کے لیے بالاکوٹ پر حملہ کرنے کی دو ہی صورتیں تھیں پہلی صورت یہ تھی کہ مٹی کوٹ کے پہاڑ کی چوٹی پر اس قدیم افسانوی [1]

---

[1] روایت ہے کہ جس راستے سے سکھ فوج مٹی کوٹ کے پہاڑ پر پہنچی وہ خفیہ تھا۔ کسی مقامی نے لالچ میں آکر سکھوں کی رہنمائی کرکے سکھ فوج اوپر پہنچادی اگر سکھ اس

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

www.abulhasanalinadwi.org

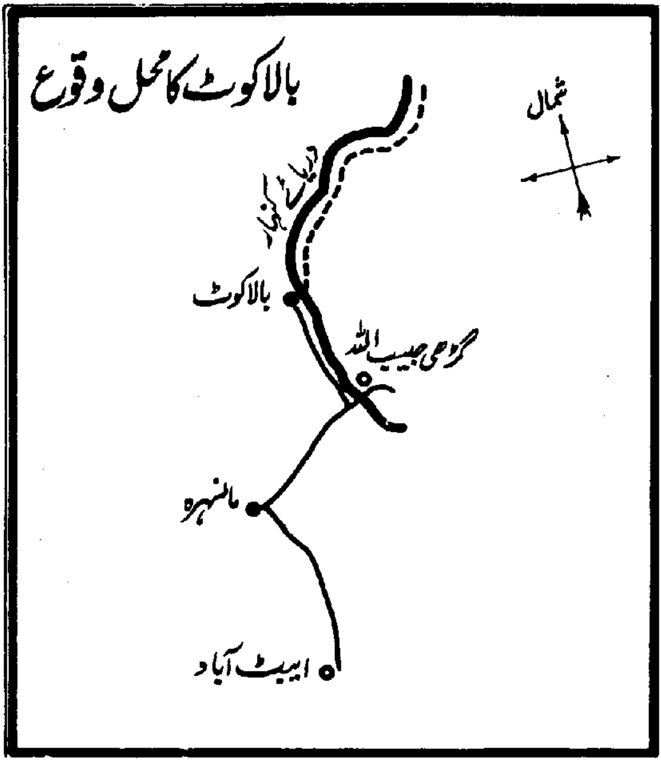

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

راستے سے چڑھ کر جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور پھر نیچے وادی میں عین بالاکوٹ کی بستی کے سامنے اتر کر حملہ کیا جائے۔ اس صورت میں راستہ دشوار گزار تھا۔ توپیں بھی نہ لے جائی جاسکتی تھیں۔

دوسری صورت یہ تھی کہ دریائے کنہار کے کنارے سے چل کر بالاکوٹ کے سامنے پہنچ کر حملہ کیا جائے۔ یہ صورت نسبتاً آسان تھی مگر اس صورت میں بھی دریا عبور کرنا پڑتا تھا اور عبور دریا مجاہد ناکام بنا سکتے تھے۔

بہرحال سید صاحبؒ نے دونوں صورتوں میں حملہ کے امکان سے نبٹنے کا انتظام کرلیا تھا اور دونوں راستوں پر اپنا پہرہ بٹھا کر ناکہ بندی کر دی تھی۔

ملّا لعل محمد قندھاری اور ان کے مجاہدین کو مٹی کوٹ کے راستے کی حفاظت پر معمور کر دیا تھا اور دریا کے دوسرے کنارے پر امان اللہ خاں لکھنوی کو مقرر کیا تھا۔ درّہ بھوگڑمنگ کی حفاظت کے لیے مولوی نصیر الدین منگاوری پہلے سے متعیّن تھے۔

(گزشتہ سے پیوستہ) اس خفیہ راستے سے آنہ جاتے تو شاید شکست نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ تمام پہاڑ اور راستے جانے بوجھے تھے اور کوئی فاصلہ بھی زیادہ نہ تھا۔ بات یہ ہوئی کہ سکھ نہایت خفیہ طور سے اچانک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے اور قابض ہوگئے۔ مرزا احمد بیگ سکھوں کی اس قدر کثیر تعداد کا مقابلہ نہ کرسکے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دریائے کنہار پر لکڑی کا ایک پُل بھی بنا لیا گیا تھا۔ اس کی حفاظت کے لیے دس مجاہد مقرر تھے جو رات دن پہرہ دیتے تھے۔ اسی طرح سکھوں نے بھی اپنے پڑاؤ کے سامنے لکڑی کا پُل بنا لیا تھا۔ اس طرح دونوں فوجیں دریا کے دونوں طرف آجا سکتی تھیں۔

ایک دن لوگوں نے سیّد صاحب سے کہا کہ مُلّا لعل محمد قندھاری کئی دن سے پہاڑ پر متعین ہیں جہاں سردی بہت ہے۔ آپ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو آرام کے لیے تبدیل کر دیں۔ لہٰذا آپ نے ملا صاحب کو اپنے پاس بلوا لیا اور ان کی جگہ مرزا احمد بیگ کو متعین کر دیا۔

شہادت سے گیارہ دن قبل سید صاحب نے بالاکوٹ سے نواب وزیر الدولہ بہادر والیٔ ریاست ٹونک (راجپوتانہ) کو اپنا آخری خط لکھا:

"باقی حال یہ ہے کہ اہلِ سمہ چونکہ بدبخت ازلی تھے انھوں نے جہاد کے بارے میں مجاہدین کی رفاقت اختیار نہیں کی۔ بلکہ کافروں کے ایما سے بعض مجاہدینِ ابرار کو جو بعض ضرورتوں سے اپنے لشکر سے نکل کر گاؤں میں متفرق ہو گئے تھے اور منتشر تھے، بے خبری میں شہید کر دیا۔ اگرچہ لشکر ان کے گزند سے محفوظ اور خدمتِ دین کے لیے مستعد خصوصاً ان منافقین کو زیر و زبر کرنے اور ان سرکشوں سے انتقام لینے کا آرزو مند تھا لیکن چونکہ وہاں ٹھہرنے سے اصل مقصود یہی تھا کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت کی رفاقت اختیار کر کے کفّار کا

www.abulhasanalinadwi.org

مقابلہ کرے اور اس چیز کی اب ان سے بالکل توقع نہیں رہی اس لیے وہاں سے ہجرت کر کے پکھلی کے پہاڑوں میں آگیا ہوں۔ ان پہاڑوں کے رہنے والے حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جہاد کے بارے میں انھوں نے پختہ وعدے کیے اور اپنے وطن میں انھوں نے رہنے کے لیے جگہ دی۔ چنانچہ فی الحال بالاکوٹ کے قصبہ میں کہ اس کے درّوں میں سے ایک درّے میں واقع ہے جمعیّت خاطر کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہوں اور کفّار کا لشکر بھی مجاہدین کے مقابلے کے لیے تین چار کوس پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ لیکن چونکہ مقامِ مذکور نہایت محفوظ ہے لشکر مخالف خدا کے فضل سے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں اگر مجاہدین خود پیشقدمی کریں اور ان سے نکل کر لڑیں تو جنگ ہو سکتی ہے۔ مجاہدین کا ارادہ ہے کہ دو تین روز میں جنگ کی جائے۔ بارگاہ واہب العطیات سے امید یہی ہے کہ فتح و نصرت کے دروازے کھول دے گا۔ اگر اللہ کے حکم سے تائیدِ ربّانی شاملِ حال رہی اور جنگ کامیاب رہی تو انشاء اللہ دریائے جہلم و ملک کشمیر تک مجاہدین کا قبضہ ہو جائے گا۔ دن رات دین کی ترقی اور لشکرِ مجاہدین کی کامرانی کے لیے دعا کرتے رہیں۔ والسلام۔[1]

---

[1] سیرت سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

شیر سنگھ نے مجاہدین پر مٹی کوٹ کی طرف سے حملہ کا پروگرام بنایا پوری فوج نے خفیہ طور سے دریائے کنہار عبور کیا اور غروب آفتاب سے قبل مٹی کوٹ کے پہاڑ کی چوٹی پر اچانک پہنچ گئی۔

مرزا احمد بیگ نے مقابلہ کیا مگر اتنی بڑی فوج کا زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکے۔ سات مجاہد شہید ہوئے۔ چونکہ مجاہدین کی تعداد بڑی قلیل تھی لہٰذا پسپا ہو کر واپس ہونے لگے۔

سید صاحب کو علم ہوا تو انھوں نے تقریباً دو سو مجاہد کمک کے طور پر مرزا احمد بیگ کی مدد کے لیے روانہ کر دیے مرزا صاحب اپنی جگہ سے ہٹ آئے تھے۔ وہ ان مجاہدین کو راستے میں ملے۔ مرزا صاحب نے بتایا کہ اب وہاں جانا بے کار ہے۔ کیوں کہ سکھوں کی پوری فوج اوپر آکر پہاڑ پر قابض ہو گئی ہے۔

اسی دن سلطان نجف خاں کا سیّد صاحب کو پیغام ملا کہ "میں آپ کا خیر خواہ اور خادم ہوں۔ سکھوں کو آپ سے مقابلے کے لیے نہیں بلکہ مظفر آباد پر قبضہ کرنے کے لیے لایا ہوں۔ مگر شیر سنگھ آپ سے مصمّم ارادہ لڑنے کا کیئے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ تقریباً بارہ ہزار بندوقچی ہیں۔ اگر آپ مقابلہ کر سکتے ہوں تو کریں ورنہ بالاکوٹ چھوڑ کر پچھلے پہاڑ پر چلے جائیں۔ وہ اپنا سر مار کر واپس ہو جائے گا۔"

" دوسری تجویز یہ ہے کہ وہ صرف پیدل سپاہ لے کر گیا ہے اپنا توپ خانہ، گھوڑے اور خیمے وغیرہ پڑاؤ میں میرے پاس چھوڑ گیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

آپ رات کو شب خون مار کر سب پر قبضہ کر لیجیے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہو جاؤں گا ورنہ کل دو طرفہ جنگ ہو گی اور مقابلہ شدید ہو گا۔"

یہ پیغام ناصر خاں بٹ گرامی، حبیب اللہ خاں اور کاغان کے سید ضامن شاہ صاحب کو بھی سنایا گیا اور رائے پوچھی گئی۔

ناصر خاں نے کہا اس پیغام میں دھوکا اور فریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ مخلص ہوتا تو وہ اس وقت اطلاع دیتا جب شیر سنگھ مانسہرہ میں آیا تھا اور جب کہ اب پوری سکھ فوج ہمارے مقابلے پر آگئی ہے تو اپنی خیر خواہی جتا رہا ہے!

حبیب اللہ خاں نے کہا دھوکے اور فریب کا حال تو خدا کو معلوم؛ مگر یہ سچ ہے کہ شیر سنگھ کے بارہ ہزار بندوقچی ضرور ہیں اگر آپ یہاں سے اٹھ کر پچھلے پہاڑ پر چلے جائیں تو اس کا کچھ بس نہ چلے گا اور وہ مظفر آباد واپس ہو جائے گا۔

اور یہ بھی سچ ہے کہ آپ پر دو طرفہ زد پڑے گی۔ کیونکہ شیر سنگھ کی پوری فوج ہمارے سامنے موجود ہے اور توپ خانہ دریا کے دوسری طرف ہے۔ جنگ کے وقت دونوں طرف سے حملہ ہو گا۔

اس تجویز میں کہ رات کو پڑاؤ پر چھاپا مارا جائے مجھے بہتری معلوم ہوتی ہے شاید ہم کامیاب ہوں اور اس طرح سکھ فوج اپنی توپیں گھوڑے مال و اسباب چھوڑ جانے سے بھاگ کھڑی ہو!"

ارباب بہرام خاں نے بھی اس رائے کی حمایت کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ نے حبیب اللہ خاں کی بات سن کر کہا "خان بھائی! آپ سچ کہتے ہیں، مگر اب کفّار کے ساتھ چوری چھپے لڑنا ہم کو منظور نہیں اسی بالاکوٹ میں ان سے لڑیں گے ــــــ اسی میدان میں لاہور ہے یا اسی میدان میں جنت ہے۔"

جنگ کے سلسلے میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں ثابت قدمی مستقل مزاجی اور فیصلہ کن جنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر سیّد صاحب بالاکوٹ چھوڑ کر وقتی طور پر ہٹ جاتے تو اس کا کوئی اچھا اثر نہ ہوتا اور انجام یہ ہوتا کہ سکھ اپنی عادت کے مطابق پوری بستی بالاکوٹ کو جلا کر پھونک دیتے اور تہس نہس کر دیتے بے گناہ آبادی کو تہ تیغ کر دیتے جو سیّد صاحب کو ہرگز منظور نہیں تھا۔

۲۵ مئی ۱۸۳۱ء کو فیصلے کے مطابق رات میں دریا کا پل توڑ کر مجاہدین کا پہرہ اٹھا لیا گیا۔ مٹی کوٹ کے مجاہدین کو بھی ــــــ رات ہی میں بلوا لیا گیا۔ بستی اور مٹی کوٹ کے پہاڑ کے درمیان میں جو میدان تھا اور جس میں دھان کے کھیت تھے۔ چشموں کا پانی چھوڑ دیا گیا تاکہ وہاں دلدل بن جائے اور سکھ حملہ آور آگے نہ بڑھ سکیں اور دشواری محسوس کریں۔

ست بنے کے نالے پر جہاں جہاں سے حملہ آوروں کے بڑھ آنے کا امکان تھا۔ مورچے قائم کر دیئے گئے۔ پہلا مورچہ ملّا لعل محمد قندھاری کا نالے اور بستی کے ٹیلے کے درمیان تھا۔ بستی

www.abulhasanalinadwi.org

کی حفاظت کے لیے حضرت شاہ شہیدؒ کا۔ اس کے بعد شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کا پھر ناصر خاں بٹ گرامی اور حبیب اللہ خاں کے مورچے تھے۔ بستی کی تینوں مسجدوں میں اور دوسرے مناسب مقامات پر بھی مورچہ بندی کردی گئی تھی۔

دوسرے دن ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو اچھی طرح سورج نکل آنے کے بعد (تقریباً آٹھ بجے دن کو) سکھوں نے مٹی کوٹ کے پہاڑ سے اترنا شروع کیا۔ مجاہدین طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے اپنے مورچوں میں جمے بیٹھے رہے اور سکھوں کو تلوار کی زد پر آنے کا انتظار کرتے رہے۔

سکھوں نے بندوقوں سے فائر شروع کر دیے۔ سید چراغ علی صاحب جو شوقِ شہادت میں اپنی جگہ سے نکل کر حملہ آور سکھوں کی طرف لپک پڑے تھے ان کی گولیوں کی زد میں آگئے اور معرکۂ بالاکوٹ کے پہلے شہید ہوگئے۔ سکھوں کی گولیاں ان مجاہدین کے سروں پر سے گزرنے لگیں جو مورچوں میں جمے بیٹھے تھے۔ آسمان صاف تھا، دھوپ پھیلی ہوئی تھی، مگر بارود کے دھوئیں سے آسمان پر ابر سا چھا گیا تھا۔ اور قریب کا آدمی ذرا مشکل سے پہچانا جاتا تھا۔

جب سکھ مورچوں کے بہت ہی قریب آگئے تو مجاہدین نے بھی اپنی بندوقوں سے فائر شروع کر دیے۔ ان فائروں سے بے شمار سکھ کھیت رہے۔ پھر تلواریں سونت لیں اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

مورچوں سے نکل نکل کر سکھوں پر جھپٹ پڑے ۔ اس اچانک اور غیر متوقع حملے سے سکھ پیچھے کی طرف مڑ کر بھاگ پڑے اور بھاگتے بھاگتے مٹی کوٹ کے پہاڑ پر واپس چڑھنے لگے ۔

مجاہدین بھی ان کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور انھیں ٹانگوں سے پکڑ کر اور کھینچ کھینچ کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس جوابی حملے میں ان کے دو علمبردار بھی مارے گئے ۔ جن کی وجہ سے سکھوں پر اور بھی سراسیمگی طاری ہو گئی ۔

سیّد صاحب بھی اپنی جائے قیام سے ہتھیار بند ہو کر تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے ارباب صاحب انکے ساتھ تھے ۔ وہ دلدلی میدان بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ پار کر کے ایک چھوٹے نالے کے قریب زمین سے ابھری ہوئی ایک چٹان کی آڑ لے کر بیٹھ گئے اور سکھوں پر گولیاں برسانے لگے ۔

سیّد صاحب چٹان کے قریب زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں شہید ہوئے ۔ ارباب بہرام خاں بھی سید صاحب کے ساتھ ہی شہید ہوئے ۔ ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعتہ المبارک ۔ دس گیارہ بجے دن کا عمل ہو گا ۔

" اس طرح غیرت و حمیّتِ دین کا وہ شہسوار اور رضائے باری تعالےٰ کا وہ علمبردار اس دنیا سے رخصت ہوا جس نے ہندوستان کے اندھیرے میں عشقِ حق کا چراغ روشن کیا جس نے حصارِ

www.abulhasanalinadwi.org

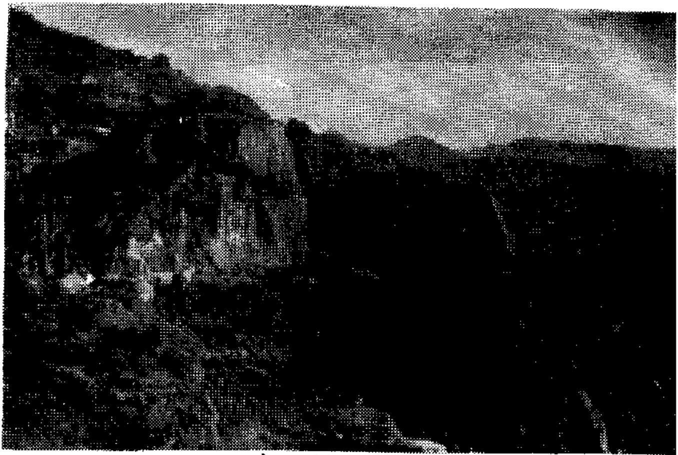

وہ مقام جہاں سید صاحبؒ نے شہادت پائی
بالاکوٹ (فوٹو مصنف)

میدانِ جنگ کا منظر۔ بالاکوٹ
(فوٹو مصنف)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامیت کی تشبیہ و استحکام کے لیے اپنا اور اپنے رفیقوں کا خونِ حیات بے دریغ پیش کر دیا۔" تاریخ کا ایوان ان شخصیتوں کی مدح سرائی کے غلغلوں سے گونج رہا ہے جنھوں نے تاج و تخت اور سلطنت و ثروت کے لیے تلواریں چلا کر انسانی خون کی ندیاں بہائیں اور اس آرزو میں مدت العمر جدال و قتال اور تاراج و غارت کا ہنگامہ بپا رکھا کہ ان کے مقبوضات کی پہنائی مساحت کے عام پیمانوں کی دسترس سے باہر ہو جائے۔ سید احمد شہید نے صرف اس غرض سے جہاد کے لیے قدم اٹھایا کہ کلمۂ حق کا پرچم سربلند ہو، اسلام کا غلبہ اوجِ کمال تک پہنچ جائے۔ شریعت غرائے مصطفویؐ کا سکّہ ہر جگہ رواں ہو۔ بندوں کا پیمانِ عبودیت معبودِ حقیقی کے ساتھ از سرِ نو استوار ہو جائے۔ مخلوق کا رشتۂ نیاز خالق کے ساتھ جڑ جائے۔ ان کے جہاد کا دامن نہ حکومت کی خواہش سے ملوث ہوا نہ اس پر طلب و جاہ و ثروت کا کوئی دھبّہ لگا۔ صرف ایک تڑپ تھی اور صرف ایک اشتیاق تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی خوشنودی حاصل ہو۔"

"آپ اس ترازو میں مشاہیر کے کارنامے رکھ کر تولیے جن کی ناموری کے روبرو دنیا قرن ہا قرن سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہوئی نہیں تھکتی حالانکہ ان میں سے بہت ہی کم افراد

www.abulhasanalinadwi.org

نکلیں گے جنھوں نے للّٰہیت کے اس مقام پر چند لمحوں کے لیے بھی کھڑے ہونا پسند کیا ہو، جس پر سیّد احمد شہیدؒ کی حیاتِ طیبّہ کا ایک ایک ثانیہ بسر ہوا اور جس پر ثبات و استقامت میں سیّد موصوف نے شہادت کو اس خندہ پیشانی سے قبول کیا کہ دوسروں نے شاید زندگی کا خیر مقدم بھی اس رنگ میں نہ کیا ہو۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے مشاہیر میں سے کتنے ہیں؟ جنھیں موقف رضا میں سید صاحب کے برابر کھڑا کیا جا سکتا؟ یا قریب لایا جا سکتا ہے؟ آپ کی جماعت کے سوا کون سی جماعت ہے جس نے صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کو نصب العین بنایا ہے اور ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اتّصال و مماثلت پیدا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں؟ لیکن خیرہ ذوقی کی نیرنگیاں اور حق ناشناسی کی بوقلمونیاں ملاحظہ ہوں کہ یہی فنافی اللہ شخصیت اور یہی فنا فی اللہ جماعت سوا سو سال تک ہر قسم کے مطاعن کا ہدف بنی رہی ہے۔[1]

مولوی جعفر علی صاحب نقوی کے بیان کے مطابق سید صاحب کی ران میں گولی لگی تھی اور سر پر پتھر لگنے سے کاری زخم آیا تھا۔

حافظ وجیہہ الدین باغپتی صاحب کا بیان ہے کہ سیّد صاحب کے

---

[1] مولانا غلام رسول مہر

www.abulhasanalinadwi.org

مونڈھے میں گولی لگی تھی ۔

"سید احمد کی نعش میں داہنے ہاتھ اور سینہ پہ بائیں لپستان کے نیچے
گولی کے نشان تھے۔"[1]

حضرت شاہ شہید کندھے پر اپنی انگریزی رائفل لٹکائے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے گھبرائے ہوئے پوچھتے پھرتے تھے حضرت امیر المومنین کہاں ہیں ؟ آپ کی کن پٹی پر گولی لگی تھی خون جاری تھا۔ داڑھی خون میں تر بتر ہو گئی تھی ۔ اس حالت میں آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور شہید ہوئے ۔

" اس طرح جہد و جہاد کی اس طویل و مسلسل حیاتِ طیبہ کا خاتمہ ہوا جس میں شاید ایک دن بھی فراغت و راحت اور ایک رات بھی غفلت واستراحت کی نہ تھی "

"سرحد کا قیام اور ہجرت کے بعد کا زمانہ ایک مسلسل جہاد کا زمانہ تھا جس میں یا تو عملاً جنگ تھی یا اس کی تیاری یا اس کے مقدمات یا اس کے نتائج ۔ سالہا سال کی اس مدت میں اطمینان کی گھڑی شاید ہی کبھی نصیب ہوئی ہو ۔ جنگ کی تدابیر و انتظامات اور جنگی مہموں کی قیادت میں سب سے بڑا حصہ آپ ہی کا تھا ۔ اس مدت میں میدانِ جنگ کے

---

[1] تواریخ ہزارہ بتوسط ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ ڈاکٹر قیام الدین احمد پٹنہ یونیورسٹی

www.abulhasanalinadwi.org

سب نشیب و فراز اور حالات کے سب تغیرات پیش آئے فتوحات بھی ہوئیں۔ عملداری بھی قائم ہوئی۔ ایک دینی ریاست کا انتظام بھی کرنا پڑا۔ شکستیں بھی ہوئیں۔ فتح کیا ہوا علاقہ بار بار ہاتھ سے نکل گیا۔ سالہا سال کے رفقاء اور معتمدین کے ساتھ دغا بھی کی گئی۔ ایک ایک وقت میں بیسیوں کی تعداد میں برسوں کے ساتھیوں کی اچانک شہادت کی خبر بھی سننے میں آئی۔ دن رات کے ساتھیوں اور عمر بھر کے رفیقوں کو بار ہا اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا۔ وفادار رفیقوں اور جانبازوں کا جو قیمتی سرمایہ ہندوستان سے لے کر چلے تھے اس میں برابر کمی واقع ہوتی رہی۔ جن توقعات کے ساتھ وہ ہندوستان سے رخصت ہوئے تھے ان میں سے بہت کم پوری ہوئیں جن سے مدد کی امید تھی انھوں نے مدد کے بجائے دھوکا دیا اور زک پہنچانے سے باز نہ آئے۔ برسوں کی کھیتی دنوں اور گھنٹوں میں لٹ پھنک گئی۔ تنگی و ترشی، مسلسل فاقے، مسلسل آزمائشیں، لیکن اس مجاہد کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑا۔ بار ہا سید صاحب کی رائے سمجھ میں نہیں آئی لیکن اطاعتِ امیر اور محبت و تعلق میں کبھی فرق نہیں آیا۔ زمانے کے امتداد، سلسلۂ جنگ کی طوالت اور اس کی پیچیدگیوں اور بار بار کی قسمت آزمائی نے کبھی طبیعت پر اثر نہیں کیا جو جذبات

www.abulhasanalinadwi.org

جو یقین اور شوق سے لے کر آئے تھے، اس میں کوئی افسردگی پیدا نہیں ہوئی اور بالآخر عین میدانِ کارزار میں اپنے محبوب مقصد کے لیے اپنے محبوب امام و رفیق کے ساتھ راہِ خدا میں سر دے کر ثابت کر دیا کہ

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے[1]

جب سکھ پسپا ہو کر پہاڑ پر واپس چڑھنے لگے تو اوپر سے شیر سنگھ نے انھیں للکارا اور بھاگنے سے روکا۔ اسی وقت سکھ فوج کے کسی بگلچی نے بگل بجایا۔ بگل کی آواز سن کر بھاگتے ہوئے سکھ رک گئے اور جو مجاہد لڑائی چھوڑ کر گھبراہٹ اور سراسیمگی کی حالت میں سیّد صاحب کو تلاش کرنے لگے تھے ان پر بندوقوں سے فائر شروع کر دیے اور قریب آ کر ان مجاہدین کو گھیر لیا اس طرح ان سب کو شہید کر دیا۔

جب مجاہدین کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا اور وہ تتر بتّر ہونے لگے میدان خالی ہو گیا تو شیخ ولی محمد صاحب پھلتی۔ امان اللہ خاں، مولوی جعفر علی صاحب اور دیگر بقیۃ السیف مجاہد ایک چشمے کے کنارے جمع ہو گئے۔ پانی پی کر تازہ دم ہوئے۔ ہوش و حواس درست ہونے

---

[1] مولانا ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

پر بالاکوٹ کی بستی کی طرف جانے کا ارادہ کیا مگر سکھوں نے خالی بستی کو آگ لگادی تھی اور دھواں اٹھ رہا تھا۔

بستی والوں نے بستی پہلے ہی خالی کر دی تھی صرف چند زخمی اور بیمار مجاہد رہ گئے تھے جنھیں سکھوں نے بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔

اس فتح کی خوشی میں لاہور اور امرت سر میں چراغاں کیا گیا اور سلامی کی توپیں سر کی گئیں۔ رنجیت سنگھ نے خبر لانے والے قاصد کو انعام میں سونے کے کنگن کی ایک جوڑی دی اور شیر سنگھ کو لکھا کہ جب وہ واپس آئیں گے تو اس خدمت کے صلے میں ایک نئی جاگیر عطا کی جائے گی۔

"رنجیت سنگھ اس فتح (بالاکوٹ) کی اطلاع کی خوشی سے باغ باغ ہو گیا جس نے اس کو دردسری سے نجات دی جس میں اس کی حکومت مسلسل کئی سال سے مبتلا تھی۔ اس نے حکم جاری کیا کہ سرکاری طور پر سلامی کی توپیں سر ہوں اور امرتسر میں اس واقعے کی شادمانی میں چراغاں کیا جائے[1]۔"

اس آخری معرکہ میں تقریباً تین سو مجاہد شہید ہوئے جن مجاہدین کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

---

[1] کیپٹن سی ایم ۔ وڈ ۔ پولٹیکل ایجنٹ ۔ بحوالہ سیرت سید احمد شہیدؒ ۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱ : سید المجاہدین۔ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی۔
۲ : صاحب السیف والقلم، امام العصر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی۔
۳ : فخر اربابین، فدائے اسلام ارباب بہرام خاں تہکالی پشاور۔
۴ : دادا سید ابوالحسن نصیر آبادی۔
۵ : مرزا احمد بیگ بانکے صاحب پنجاب۔
۶ : مولوی احمد اللہ صاحب ناگپوری۔ برادر عم زاد مولانا عبد الحیٔ صاحب
۷ : قاضی احمد اللہ میرٹھی
۸ : شیخ محمد اسحٰق گورکھپوری
۹ : اصغر علی درگاہی غازی پوری۔
۱۰ : اللہ بخش انبالوی
۱۱ : اللہ بخش عظیم آبادی۔
۱۲ : اللہ بخش باغپتی۔
۱۳ : اللہ داد عظیم آبادی
۱۴ : اللہ داد (وطن نامعلوم)
۱۵ : محمد اسحٰق ہنج تنی
۱۶ : حافظ الٰہی بخش کیرانوی
۱۷ : امام الدین بمبئی
۱۸ : شیخ امام علی محی الدین پوری الہ آباد۔
۱۹ : شیخ امام علی الہ آبادی (گولہ انداز و قواعد سکھانے والے)
۲۰ : میر امانت علی ساڈھورہ۔
۲۱ : شیخ امجد علی غازی پوری۔ فرزند شیخ فرزند علی رئیس غازی پور۔
۲۲ : حافظ امیر خاں (وطن نامعلوم)
۲۳ : سید امیر علی جائسی
۲۴ : حافظ امیر الدین گڑھ مکتیشری
۲۵ : سید امیر الدین پگھرا۔

www.abulhasanalinadwi.org

۲۶ : شیخ امیر الدین (وطن نامعلوم)
۲۷ : شیخ امیر اللہ تھانوی
۲۸ : بادل خاں۔ بریلوی
۲۹ : مولوی باقر علی عظیم آبادی
۳۰ : بخش اللہ خاں برادر مہر علی انبالوی۔
۳۱ : بخش اللہ خاں بہادر گڑھی۔
۳۲ : بخش اللہ خاں بارہ بستی
۳۳ : بخش اللہ خاں پوری
۳۴ : حاجی برکات عظیم آبادی
۳۵ : شیخ بلند بخت دیوبندی
۳۶ : شیخ بہادر علی پھلتی
۳۷ : بھیکن شاہ پوری
۳۸ : توکل پھلتی
۳۹ : مرزا جان چنئی
۴۰ : پسر مرزا جان (نام نامعلوم)
۴۱ : چاند خاں ناگوری
۴۲ : سید چراغ علی پٹیالہ
۴۳ : حسن خاں بنارسی
۴۴ : حسن خاں زمانیہ (سوات)
۴۵ : مرزا حسین بیگ (وطن نامعلوم)
۴۶ : شیخ حماد (وطن نامعلوم)
۴۷ : حیات خاں خیر آبادی
۴۸ : خدا بخش لکھنوی۔ شاگرد حافظ مولوی عبدالوہاب لکھنوی
۴۹ : خدا بخش الہ آبادی۔
۵۰ : خدا بخش غازی پوری ابن اصغر علی درگاہی۔
۵۱ : منشی خواجہ محمد حسن پوری
۵۲ : خیر اللہ امروہی
۵۳ : خیر اللہ کے والد صاحب (نام نامعلوم)
۵۴ : داؤد خاں خورجوی
۵۵ : داؤد خاں پٹیالوی
۵۶ : شیخ درگاہی غازی پوری
۵۷ : دلاور خاں گورکھپوری

www.abulhasanalinadwi.org

۵۸ : راجہ (وطن نامعلوم)
۵۹ : راحت حسین عظیم آبادی
۶۰ : رحیم بخش الہ آبادی
۶۱ : رحیم اللہ سہارنپوری
۶۲ : روشن سقہ کوٹلی (کشمیر)
۶۳ : سید زین العابدین پشاوری۔
۶۴ : سخاوت رامپوری
۶۵ : سرانداز خاں پکھلی (ہزارہ)
۶۶ : سلو خاں دیوبندی
۶۷ : شیخ شجاعت علی فیض آبادی۔
۶۸ : شرف الدین پنج تنی دہلوی۔
۶۹ : شرف الدین بنگالی۔
۷۰ : شمس الدین ہریانوی
۷۱ : شیر جنگ خالص پوری
۷۲ : حافظ محمد صابر تھانوی۔

۷۳ : صندل خاں پنجابی
۷۴ : سید ضامن شاہ صاحب دادی کاغان۔
۷۵ : شیخ ضیاء الدین پھلتی
۷۶ : عبدالجبار خاں شاہجہانپوری
۷۷ : عبدالرحمن ناگپوری
۷۸ : عبدالرؤف پھلتی
۷۹ : عبدالسبحان خاں گورکھپوری
۸۰ : عبدالعزیز دیوبندی۔
۸۱ : عبدالقادر جھنجھانوی
۸۲ : عبدالقادر غازی پوری
۸۳ : حافظ عبدالقادر دوآبہ
۸۴ : عبدالقادر (وطن نامعلوم)
۸۵ : میاں جی عبدالکریم اینٹھوری
۸۶ : عبداللہ دہلوی۔ (خادم سید صاحب)
۸۷ : عبداللہ خاں گورکھپوری
۸۸ : عبداللہ پانی پتی۔
۸۹ : عبدالمنان بنارسی

www.abulhasanalinadwi.org

۹۰ : مولوی حافظ عبدالوہاب قاسم غلہ لکھنؤی

۹۱ : عبداللہ نومسلم

۹۲ : عظیم اللہ خاں اکوڑہ خٹک

۹۳ : قاضی علاؤالدین بگھیر

۹۴ : علی خاں سہارنپوری

۹۵ : علیم الدین بنگالی

۹۶ : غازی الدین (وطن نامعلوم)

۹۷ : غلام محمد پانی پتی (والد محمد حسین پانی پتی)

۹۸ : فرجام علی خاں سہانپوری

۹۹ : فیض الدین بنگالی۔

۱۰۰ : فیض اللہ تخت ہزارہ

۱۰۱ : فیض اللہ شیدی

۱۰۲ : قادری بخش بہاری

۱۰۳ : قادر بخش گنج پورہ

۱۰۴ : قادر بخش (وطن نامعلوم)

۱۰۵ : گلنبد خاں قندھاری

۱۰۶ : کلیم قمرالدین پھلتی

۱۰۷ : مولوی قمرالدین عظیم آبادی

۱۰۸ : کریم بخش درانی لکھنؤی۔

۱۰۹ : کریم بخش ساڈھورہ

۱۱۰ : کریم بخش (وطن نامعلوم)

۱۱۱ : شیخ کریم بخش سہارنپوری

۱۱۲ : لطف اللہ بنگالی

۱۱۳ : لعل محمد پرّان غارسوات

۱۱۴ : محمد حسین ابن غلام محمد پانی پتی۔

۱۱۵ : شیخ محمد رضا میرٹھی

۱۱۶ : محمد عرب

۱۱۷ : محمد معصوم علی عظیم آبادی

۱۱۸ : شیخ محمد علی غازی پوری

۱۱۹ : شیخ محمد علی غازی پوری

۱۲۰ : منشی محمدی انصاری

۱۲۱ : محمود خاں لکھنؤی

۱۲۲ : مراد خاں خورجوی

www.abulhasanalinadwi.org

۱۲۳ : مرزا مرتضیٰ بیگ لکھنوی	۱۳۵ : نبی حسین عظیم آبادی
۱۲۴ : سید مردان علی میران پوری	۱۳۶ : ننھے خاں ہزارہ
۱۲۵ : مشرف خان گورکھپوری	۱۳۷ : شیخ نصرت بریلوی
۱۲۶ : حافظ مصطفیٰ جھنجھانوی	۱۳۸ : شیخ نصر اللہ خورجوی
۱۲۷ : حافظ مصطفیٰ کاندھلوی	۱۳۹ : نواب خاں گونتی
۱۲۸ : سید مظفر حسین بنگالی	۱۴۰ : مولوی سید نور احمد صاحب نگرامی (مورخ اسلام)
۱۲۹ : معمور خاں لکھنوی	
۱۳۰ : منصور خاں گورکھپوری	۱۴۱ : نور بخش جرّاح شاملی
۱۳۱ : منور درزی لکھنوی	۱۴۲ : نور علی لکھنوی
۱۳۲ : مولا بخش میواتی گوڑگاواں	۱۴۳ : نور محمد ناگوری
۱۳۳ : مہربان خاں بانگرمئو	۱۴۴ : وزیر خاں میواتی
۱۳۴ : میاں جی چشتی بڈھانوی	۱۴۵ : ولی داد خاں خورجوی

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ مت کہو ـــــ وہ زندہ ہیں ـــــ مگر تم نہیں سمجھ سکتے ۔"

(القرآن)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور نظامِ شریعت کے نفاذ کی جو تحریک سئی ندی کے کنارے سے دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی) کی چھوٹی سی بستی سے اٹھی تھی وہ پہاڑوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

خاموش ویرانے نے بالاکوٹ (ہزارہ) میں خاک وخون میں غلطیدہ ہوکر دریائے کنہار کی تیز و تند موجوں میں ڈوب کر حیاتِ جاوید حاصل کرگئی مگر ساتھ ہی دنیا سے اسلام کو تجدید و احیائے دین اور جہد و عمل کا پیغام بھی دے گئی۔

کون کہتا ہے کہ صادق نہ تھے جذبے اُنکے؟

www.abulhasanalinadwi.org

حیاتِ سید صاحب کے تاریخ وار واقعات

پیدائش ۶ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء بروز پیر

مکتب میں بیٹھے : ۱۰ جمادی الآخر ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۷۹۱ء

والد کا انتقال : ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹-۱۸۰۰ء

لکھنؤ کا سفر : ۱۲۱۸ھ

سفر دہلی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۷ء

شب قدر کا نظارہ : ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۰۷ء

وطن واپسی اور شادی ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء

بڑی صاحبزادی بی بی سائرہ کی ولادت ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء

نواب امیر خاں کی رفاقت : ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء

معاہدۂ ٹونک : ۹ نومبر ۱۸۱۷ء

واپسیٔ دہلی اور دعوت اصلاح کا آغاز : رجب ۱۲۳۳ھ مطابق مئی ۱۸۱۸ء

مولانا سید اسحاق کا انتقال : ۷ جمادی الثانی ۱۲۳۴ھ " ۱۳ اپریل ۱۸۱۹ء

نصیر آباد کا واقعہ : محرم ۱۲۳۵ھ " اکتوبر ء

سفر حج : شوال ۱۲۳۶ھ " ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

حج سے واپسی : ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء
جہاد کیلیے روانگی : ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ " ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء
آمدِ پشاور : نومبر ۱۸۲۶ء
جنگ اکوڑہ سکھوں کے خلاف : ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء
امام منتخب ہونا اور اعلانِ عام : ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ مطابق فروری ۱۸۲۷ء۔
جنگِ شیدو : فروری ۱۸۲۷ء
قیام جمادی الآخر ۱۲۴۳ھ مطابق دسمبر ۱۸۲۷ء تا۔ (پہاڑ و سوات) میں
جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ " دسمبر ۱۸۲۸ء
وفات حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۲۸ء۔
جنگ آسمان زئی درانیوں کے خلاف : ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ بمطابق مئی ۱۸۲۸ء۔
پنجتار چھاؤنی کا قیام : ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء
پنجتار میں علماء کا اجتماع : فروری ۱۸۲۹ء
جنگ پنجتار سکھوں کے خلاف : ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق جون ۱۸۲۹ء
جنگ ہنڈ اور تسخیر : ۷ صفر ۱۲۴۵ھ مطابق ۸ اگست ۱۸۲۹ء
جنگ زیدہ درانیوں کے خلاف : ۶ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۸۲۹ء۔

www.abulhasanalinadwi.org

جنگ عشرہ اور یا ئندہ خاں سے ساختہ صلح نامہ : شوال ۱۲۴۵ھ مطابق مارچ ۱۸۳۰ء۔

جنگ پھولڑہ سکھوں کے خلاف : ۱۸۳۰ء

پشاور پر قبضہ : اکتوبر ۱۸۳۰ء

دوسرا سفر ہجرت : ۱۶ رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۸۳۰ء

دوسری صاحبزادی بی بی ہاجرہ کی پیدائش بمقام تاکوٹ : ۷ شعبان ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۳۱ء

آمد راج دواری: ۱۴ شعبان ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۸۳۱ء

آمد سچّون : ۲۴ رمضان ۱۲۴۶ھ " ۸ مارچ ۱۸۳۱ء

آخری خط بنام نواب وزیر الدولہ والیٔ ریاست ٹونک : ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۸۳۱ء

جنگ بالاکوٹ اور شہادت : بروز جمعۃ المبارک ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء بعمر ۴۵ سال۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کے زمانے میں انگریز گورنر جنرل

۱ : لارڈ کارنوالس - ۱۷۸۶ء تا ۱۷۹۳ء امریکہ کی جنگِ آزادی میں جنرل جارج واشنگٹن کے سامنے ۱۷۸۶ء میں ہتھیار ڈال لیے - بعد میں ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا -

۲ : سر جان شور - ۱۷۹۳ء تا ۱۷۹۸ء بنگال میں زمینی اصلاحات نافذ ہوئیں -

۳ : لارڈ ولزلی - ۱۷۹۸ء تا ۱۸۰۵ء نپولین قاہرہ تک پہنچ گیا تھا - میسور میں ٹیپو سلطان سے جنگیں ہوئیں - کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا -

۴ : لارڈ کارنوالس (دوبارہ) جولائی ۱۸۰۵ء تا اکتوبر ۱۸۰۵ء

۵ : سر جان بارلو ۱۸۰۵ء تا ۱۸۰۷ء ویلور (مدراس) میں بغاوت ہوئی -

۶ : لارڈ منٹو : ۱۸۰۷ء تا ۱۸۱۳ء پنجاب میں رنجیت سنگھ کی حکومت قائم ہوئی - جاوا (انڈونیشیا) پر حملہ ہوا -

۷ : مارکوئس آف ہسٹنگز - ۱۸۱۳ء تا ۱۸۲۳ء - پنڈاریوں اور مرہٹوں سے جنگیں ہوئیں - نواب امیر خاں کی انگریزوں سے صلح ہوئی اور ٹونک کی ریاست کا قیام عمل میں آیا -

۸ : لارڈ ہیرسٹ : ۱۸۲۳ء تا ۱۸۲۸ء برما کی جنگ ہوئی

۹ : لارڈ ولیم بنٹنگ : ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۵ء ٹھگی اور ستی کا خاتمہ ہوا اور تعلیمی اصلاحات کا نفاذ ہوا -

www.abulhasanalinadwi.org

کتابیات

۱ : سیرت سیّد احمد شہیدؒ ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی

جلد اوّل ۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۳۸ء

جلد اوّل ۔ خواجہ بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور ۱۹۵۸ء

جلد دوم ۔ القادر ۱۴۔ سی۔ شارع الشیخ عبدالحمید بن بادیس

لاہور ۱۹۷۳ء

۲ : سید احمد شہیدؒ ۔ مولانا غلام رسول مہر

جلد اوّل و دوم ۔ کتاب منزل کشمیری بازار۔ لاہور ۱۹۵۴ء

۳ : حیات سیّد احمد شہیدؒ ۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری

نفیس اکیڈمی۔ بالاسیس اسٹریٹ کراچی ۱۹۶۸ء

۴ : (WAHABI MOVEMENT IN INDIA BY PROF DR QAYAMUDDIN AHMED, M.A. Ph.D. PATNA UNIVERSITY)

ترجمہ : ہندوستان میں وہابی تحریک۔ مترجم: پروفیسر محمد مسلم

www.abulhasanalinadwi.org

عظیم آبادی ایم اے ۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی
۱۹۷۲ء ۔

۵ : تذکرہ صوفیائے سندھ : مولانا اعجاز الحق قدوسی
اردو اکیڈمی سندھ ۔ کراچی ۔ نومبر ۱۹۷۵ء (بار دوم)

۶ : روزنامہ حریت کراچی ۔ جمعہ ایڈیشن ۔ ۱۲ ر مئی ۱۹۷۸ء

۷ : تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ رائے بریلوی : محمد الحسنی ۔
ایڈیٹر البعث الاسلامی ۔ لکھنؤ
مکتبہ اسلام ، ۳ گوئن روڈ لکھنؤ جولائی ۱۹۷۰ء

۸ (A HISTORICAL GEOGRAPHY OF THE BRITISH DOMINIONS VOL VII PART I BY PROF. P.E. ROBERTS, OXFORD UNIVERSITY PRESS 1924)

www.abulhasanalinadwi.org